21

تاریخ اقوامِ عالم

تاج کمپنی لمیٹڈ - لاہور و کراچی

Marfat.com

1057

انتساب

دُوسری عالمگیر جنگ کے واقعات میں سے مجھے سب سے زیادہ جس واقعہ نے متاثر کیا وہ ایشیا کے قلب میں آباد ہونے والی ایک چھوٹی مگر بہادر قوم "افغان" سے متعلق تھا۔ افغانستان ان چند مُلکوں میں سے تھا جنہوں نے اس عالمگیر جنگ میں غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا اور آخر وقت تک اپنے اس فیصلے پر کاربند رہا۔ دُنیا کی اکثر قومیں برضا و رغبت یا بجبر و اکراہ اس جنگ کی جہاں سوز آگ میں شامل ہوتی چلی گئیں "تا آنکہ جنگ کے آخری مرحلے میں ترکی۔ مصر۔ سعودی۔ عرب اور سویڈن نے بھی متحدہ اقوام کے مجوزہ نظام کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے گرتی ہوئی محوری طاقتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ ہسپانیہ۔ آئرلینڈ۔ سوئیزرلینڈ اور ارجن ٹائین کی حکومتیں بھی غیر جانب دار رہیں لیکن ان میں سے ہسپانیہ اور ارجن ٹائین نے دورانِ جنگ میں محوری طاقتوں کے ساتھ عملی ہمدردی کے بعض اقدامات کر کے اپنی غیر جانب داری کا دامنِ سفید داغدار کر لیا۔ افغانستان کے اس دَور کی تاریخ کے جس واقعہ سے میری طبیعت متاثر ہوئی وہ یہ تھا کہ ۱۹۴۱ء میں جب برطانیہ اور رُوس کی فوجیں ایران میں جرمنی اور اٹلی کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کا بہانہ لے کر اس کی سرزمین پر چڑھ دوڑیں تو ان دونوں بڑی طاقتوں نے افغانستان کے سامنے بھی محوری اقوام کے باشندوں کے

اخراج کا مطالبہ پیش کر دیا اور اس امر کا قوی اندیشہ محسوس ہونے لگا کہ شاید یہ بڑی طاقتیں افغانستان کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گی جو ایران سے کہا گیا ہے"

اس نازک موقع پر اعلےٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کی حکومت نے جس تدبّر سے کام لیا وہ اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ افغانستان کی حکومت نے اس موقع پر ملّت افغان کے نمائندوں کا ایک لوئی جرگہ (بڑا اجتماع) منعقد کیا۔ جس کے سامنے صورت حال پیش کر دی گئی۔ لوئی جرگہ کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر رُوس اور برطانیہ نے افغانستان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ بلا وجہ غیر جانب داری کا مسلک ترک کر کے کابل کے جرمن اور اطالوی سفارت خانے بند کر دے اور ان قوموں کے افراد کو جو افغانستان کے مُلک میں نوکری۔ تجارت اور محنت مزدوری کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں اور افغانوں کی امان میں زندگی بسر کر رہے ہیں اُن کے دشمن مُلکوں یعنی روس اور برطانیہ کے حوالے کر دے تو افغان اپنے اسلامی شرف، اپنی قومی عزّت اور اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے جانیں لڑانے میں دریغ سے کام نہ لیں گے۔ لوئی جرگہ کے اس فیصلے کو دیکھ کر روس اور برطانیہ کی حکومتوں نے مصالحانہ روش اختیار کی۔ اور حکومت افغانستان سے یہ کہا کہ وہ افغانستان کو غیر جانب داری کا مسلک ترک کرنے اور محوری طاقتوں کے سفارت خانوں کو بند کرنے پر مجبور نہیں کرتے لیکن افغانستان کی سرزمین میں اپنی دشمن اقوام کے باشندوں کی موجودگی کو اپنے لئے خطرے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حکومت افغانستان سے استدعا کرتے ہیں کہ ان کی سرگرمیوں کے انسداد کی کوئی تدبیر کرے۔ افغانستان کا جواب یہ تھا کہ افغان حکومت

Marfat.com

1057

ان لوگوں کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھتی ہے اور انہیں اپنے روسی اور برطانی ہمسایوں کے خلاف کوئی معاندانہ حرکت کرنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن برطانیہ اور اُس کی حلیف حکومتیں اِس جواب سے مطمئن نہ ہوئیں۔ آخر تینوں حکومتوں کے درمیان اس امر پر مفاہمت ہوگئی کہ محوری طاقتوں کے سفارت خانے اپنے اپنے عملوں سمیت بدستور کابل میں موجود رہیں گے جرمن اور اطالوی باشندے جو افغانستان کے اندر اپنے کاموں کے سلسلے میں بود و باش رکھتے ہیں اس شرط پر مُلک سے نکال دیئے جائیں گے کہ برطانی حکومت انہیں ہندوستان اور عراق میں سے گزار کر ترکی کی غیر جانب دار سرزمین میں بحفاظت تمام پہنچانے کا ذمہ لے۔ اس قرار داد کے مطابق ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس پر برطانیہ اور ترکی کے سفیروں اور افغان حکومت کے وزیرِ امورِ خارجہ نے دستخط ثبت کئے۔ جرمن اور اطالوی اقوام کے جتنے افراد افغان عمّال نے تورخم کی سرحدی چوکی میں برطانی حکّام کے حوالے کئے اتنے افراد برطانی حکّام نے عراق کی سرحد پر ترکی حکّام کے حوالے کر دیئے جہاں سے وہ اپنے اپنے مُلکوں کو چلے گئے۔

افغانستان کی حکومت نے اس نازک موقع پر جس ہمّت اور تدبّر کے ساتھ اپنے مُلک کی غیر جانب داری اور ملّت افغان کے قومی شرف کی حفاظت کی وہ افغانوں کے قومی احساسِ شرافت کا ایسا چمکتا ہُوا ثبوت ہے جس کی نظیر اس جنگ کے واقعات کی تاریخ میں کسی دوسری قوم کے نامۂ اعمال میں نہیں ملتی۔

تاریخِ اقوامِ عالم کو قلم بند کرتے وقت جب میرے دل میں انتساب کے لئے موزوں انتخاب کی اُلجھن پیدا ہوئی تو طبیعت نے یہ فیصلہ کیا کہ

Marfat.com

اس کتاب کا انتساب جو جامعۂ بشری کے تاریخی حالات پر مشتمل ہے،
ملت نجیبۂ افغان کی اس حمیت اسلامی اور شرافت ملی
کے نام پر کرنا چاہئے جس کی بدولت وسط ایشیا کی یہ چھوٹی سی کمزور اور ضعیف قوم دوسری عالمگیر جنگ کے قیامت خیز ہنگاموں میں اپنی آزادی، اپنے مسلک غیر جانبداری، اپنی عزت اور اپنے شرف کو بہمہ وجوہ قائم و برقرار رکھنے میں کامیاب و کامگار بر آمد ہوئی۔ ان الفاظ کیساتھ میں اپنی اس تالیف "تاریخ اقوام عالم" کو ملت افغان کی شرافت و نجابت کے نام سے معنون کرتا ہوں جس کا روشن ثبوت اس نے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں بھی مہیا کر دکھایا۔

نوٹ:۔ متذکرہ صدر سطور ۱۹۴۵ء میں کتاب کا مسودہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جانے پر سپرد قلم کی گئی تھیں۔ اب ۱۹۵۰ء ہے۔ گزشتہ پانچ سال میں جو مشکلات و مزاحم اس کتاب کے چھپنے کی راہ میں پیش آتے رہے ان کا تذکرہ بجائے خود ایک مستقل باب کا محتاج ہے۔ مختصراً یہ کہ مسودہ کتابت ہونے کے بعد مدتوں حیدر آباد دکن کے ایک مطبع میں پڑا رہا اور اس کی طباعت کی باری نہ آئی۔ ازاں بعد ۱۹۴۷ء میں شمالی ہند کے اقطاع میں بد امنی اور خونریزی کے طوفان اُٹھے۔ جن کے نرغے میں راقم الحروف مشرقی پنجاب میں گھر گیا۔ اور کامل تین ماہ کیمپوں میں دن کاٹنے کے بعد بہزار دقت لاہور تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ ان ہنگاموں کے بعد کاروبار کی طرف توجہ دینے کی فرصت کسے تھی؟ ۱۹۴۸ء میں جب کہ حیدر آباد دکن کے مطبع سے کتاب کی طباعت کے متعلق استفسار کیا جا رہا تھا۔ بھارت کی فوجوں نے حیدر آباد پر چڑھائی کر دی۔ پہلے طباعت کی طرف سے مایوسی تھی۔ اب مسودہ ہی کی طرف سے نومیدی ہو گئی۔ حالات کے پُرسکون ہونے پر مسودہ کی تلاش شروع ہوئی۔ خوش بختی سے مسودہ مل گیا جسے گزشتہ پانچ سال کے کوائف و حالات کے اضافہ کے ساتھ طباعت و اشاعت کے لئے بھیج رہا ہوں۔ اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ جو کام میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صدہا کتابوں کی چھان بین کر کے طیار کیا ہے وہ قدر دان ہاتھوں میں پہنچ کر اپنا مقصد پورا کرے اور پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کا موجب بنے۔ آمین

۲۱ جون ۱۹۵۰ء

العبد العاجز

مرتضیٰ احمد خاں

پیش لفظ

علمی تحقیقات کے ذوق نے عصر حاضر کے انسان پر نئی نئی دریافتوں اور ایجادوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ جدید انکشافات اور ایجادات نے نوع انسانی کو ایک کُنبے اور سطحِ ارضی کو ایک محدود رقبے کی حیثیت دے دی ہے۔ ہر انسان اپنے گھر میں بیٹھ کر لندن۔ نیویارک۔ ماسکو اور دُور دراز کے مقامات کی آوازیں اسی طرح سُن سکتا ہے جس طرح اپنے ہمسائے کے گھر کی آوازیں سُنتا ہے۔ طیاروں۔ ریلوں۔ جہازوں اور آٹو موبائیلوں نے انسان کو سالوں اور مہینوں کی مسافت دنوں اور گھنٹوں میں طے کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ریڈیو اور اخبار ہر پڑھے لکھے شخص کو ہر صبح دُنیا بھر کے حالات سے باخبر کر دیتے ہیں۔ دُنیا کے ایک سرے میں واقعات و حالات کی تبدیلیاں فوری طور پر دوسرے سرے کی آبادیوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ انسان کے فکر و عمل کی تحریکیں عالمگیر حیثیتیں اختیار کر رہی ہیں۔ ان حالات میں محض کسی ایک قوم۔ ایک گروہ یا ایک مُلک کی تاریخ کا مطالعہ انسانی فکر و نظر میں وہ وسعت پیدا نہیں کر سکتا۔ جو موجودہ دور میں زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہے۔ عصر حاضر کی عالمگیر تحریکات کو جو ساری دُنیا کے انسانوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں سمجھنے جانچنے اور پرکھنے کے لئے ہر فرد بشر کو نوع انسانی کی تاریخ سے آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے فکر کی قوتوں میں عصرِ حاضر کی تحریکات کا صحیح طور پر جائزہ لینے کی اہلیت پیدا ہو۔ اور

Marfat.com

اس کا زاویۂ نگاہ وسیع ہو جائے۔ یورپی اقوام کے لٹریچر میں ہر قوم ہر مُلک اور ہر چھوٹے بڑے موجودہ یا گزشتہ گروہ کی بیسیوں مبسوط اور جامع تاریخوں کے علاوہ نوعِ بشر کے تاریخی حالات یکجا بتانے والی متعدّد کتابیں موجود ہیں۔ مجھے تاریخ کی ایسی کتابوں سے اُردو زبان کا دامن تہی نظر آیا تو میرے دل میں اقوامِ عالم کے حالات کی ایک مجمل سی داستان لکھنے کا خیال پیدا ہُوا اپنے مُلک اور بعض دیگر اقوام کے جُداگانہ تاریخی حالات کا مطالعہ کرتے وقت میرا ذہن ہمیشہ تشنگی محسوس کرتا تھا کہ جِس دَور کے حالات میں ایک مُلک یا ایک قوم کے متعلّق پڑھ رہا ہوں اُس دَور میں باقی دُنیا کے حالات کیا تھے ؟ میرا خیال ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم کسی خاص قوم یا مُلک کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت اس تشنگی کو محسوس کرتا ہوگا۔ اسی تشنگی کو دُور کرنے کے لئے میں نے تاریخ کی کتابوں کی ورق گردانی کی اور نوعِ انسانی کی سرگذشت کا ایک عام خاکہ دُنیا کے "تاریخی حالات کے شائقین کے سامنے پیش کرنے کے لئے "تاریخ اقوام عالم" کی تالیف شروع کر دی۔ مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو اقوامِ عالم کی سرگزشت اور مختلف اَدوار میں انسانی زندگی کے کوائف و افکار کے متعلّق عام واقفیّت حاصل ہو جائے۔ اِس کتاب کے مطالعہ کرنے سے ہر شخص کو اپنے مُلک۔ اپنی قوم۔ اپنے جامعہ۔ اپنے مذہب اور اپنے سماجی افکار کی صحیح صحیح تاریخی اور اضافی پوزیشن معلوم ہو جائے گی مثلاً یہ نہ ہوگا کہ ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس قسم کی ذہنی اُلجھنوں میں مبتلا ہونے لگیں کہ آخر یہ باہر سے آنے والے آریا۔ ہُن۔ افغان۔ عرب۔ تُرک۔ پٹھان یا فرنگی کون لوگ تھے ؟ کس آسمان سے نازل ہوئے ؟ کیوں نازل ہوئے ؟ اور ان کے پہلے اور پچھلے حالات کیا تھے ؟ مزید برآں میری یہ تالیف پڑھنے والوں کو ان برگزیدہ ہستیوں کے تاریخی اَدوار کا حال بھی

Marfat.com

معلوم ہو گا جن کو وہ صدیاں گزر جانے پر بھی دلی اور روحانی احترام سے یاد کرتے ہیں۔ اور جن کی تعلیمات نہ صرف ان کی زندگیوں پر اثر انداز ہیں بلکہ ان کے قلب و روح کے لئے آج تک تسکین کا سامان مہیا کر رہی ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے متعلق جو مختلف مذاہب کی داعی اور بانی تھیں صحیح تاریخی معلومات کا جاننا انسان کو مذہبی تعصب کی اس تنگ نظری سے بچا دے گا جس میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوتے رہے ہیں اور اب تک ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں مجھے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا اور اپنے زاویۂ نگاہ سے کسی خاص بات کی تلاش میں بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ ان میں سے اکثر کتب کی فہرست اس پیش لفظ کے بعد درج کر دی گئی ہے۔

میں نے یہ کتاب اگرچہ محققین تاریخ کی محنتوں کے ماحصل یعنی دیگر کتب ہی سے مطالعہ انتخاب اور استنباط سے مرتب کی ہے تاہم اس موقع پر اس امر کا تذکرہ کر دینا بے جا نہ ہو گا کہ میرے انتخاب کردہ تاریخی حالات مستند تاریخی شواہد پر مبنی ہیں۔ ان شواہد میں قدیم اقوام کی وہ روایات بھی شامل ہیں جن کا انداز تحریر مذہبی عقیدت مبالغہ آرائی۔ شاعرانہ تخیل اور قبیلوی یا قومی تعصب پر مبنی ہے۔ ان روایات سے میں نے بڑی محنت اور کاوش سے تاریخی حالات کا استنباط کیا ہے۔ نیز ان میں عصر حاضر کی ان تاریخی تحقیقاتوں کے نتائج بھی شامل ہیں جو لسانیات۔ طبعیات۔ ارضی طبقات۔ نسلیات۔ نفسیات اور تحقیقات کے جدید علوم کی مدد سے علمائے تحقیق نے کیں۔ قدیم ترین اقوام کے بہت سے حالات اُن کی بود و باش کی جگہوں۔ ان کے اوزاروں۔ برتنوں۔ ان کی قبروں۔ ہڈیوں اور کھوپڑیوں وغیرہ کا جدید علوم کی روشنی میں

Marfat.com

مطالعہ کرکے معلوم کئے جا چکے ہیں اور کئے جا رہے ہیں۔ اس کتاب میں قدیم اقوام کے وہی حالات اور واقعات درج کئے گئے ہیں جو آثار و شواہد و روایات کی بنا پر ماہرین علم التاریخ کے نزدیک مصدقہ حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ حالات اور واقعات تو جیسے کچھ تھے اس کتاب میں مجمل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ان کو میں نے اپنے مخصوص زاویۂ نگاہ سے دیکھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا زاویۂ نگاہ جامعۂ بشر یا نوع انسانی کی آخری نجات و سعادت کے مرکزی نقطے پر مبنی ہے اس میں کسی قومی۔ وطنی۔ نسلی یا مذہبی جماعت بندی کی برتری اور فوقیت کے اظہار کا جذبہ کارفرما نہیں۔ جو مشرق و مغرب میں مورخوں اور تذکرہ نگاروں کا ایک عام فیشن بن چکا ہے۔ ادوار کی ترتیب اور ان کا نام رکھنے کے بارے میں بھی میں نے اپنے فکر سے کام لیا ہے۔ کسی دوسرے مورخ کی تقلید پر اکتفا نہیں کی۔

اس کتاب کے انداز بیان کو سہل اور دلچسپ بنانے کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے جا بجا ماخذوں کے حوالے درج نہیں کئے گئے۔ چونکہ یہ قوموں کے حالات کی ایک مجمل سی تاریخ ہے اس لئے اس میں تفصیلات بیان نہیں کی جاسکیں۔ کتاب کی ضخامت کو محدود رکھنے کے خیال سے بہت اجمال سے کام لیا گیا ہے تاکہ شائقین آسانی سے پڑھ سکیں۔ تاہم تمام ضروری اور اہم واقعات یا تغیرات اور تحریکات کا حال لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کتاب پڑھنے والے اصحاب اگر کسی مقام پر کسی قسم کی تشنگی یا وضاحت کی ضرورت محسوس کریں تو براہ کرم مولف کو اطلاع دیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں اس کی تلافی کر دی جائے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں "تاریخ اقوام عالم" کو قدرداں اصحاب کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

(مرتضیٰ احمد خاں مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء)

Marfat.com

کُتب حوالہ کی فہرست

تاریخ اقوام عالم کی ترتیب و تالیف کے سلسلے میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا جن کے قابل مؤلفوں نے بیسیوں دوسری کتابیں پڑھ کر اور عجائب گھروں اور لائبریریوں کو کنگھال کر اپنی محنت اور عرق ریزی کے اثمار علمی دنیا کے سامنے پیش کئے :۔

(۱) ہُٹرو دی کورڈ ورز آف ٹائم (زمانے کے برآمدے میں سے) چھ جلد مؤلفہ ہیرلڈ پیک و ریچ جی فلیور (انگریزی)

(۲) ایجیز آف دی گاڈس (دیوتاؤں کا زمانہ) مؤلفہ (انگریزی)

(۳) ہسٹری آف دی اینشنٹ ورلڈ (دُنیائے قدیم کی تاریخ) مؤلفہ ایم روٹوف ٹزلیف (رُوسی سے انگریزی ترجمہ)

(۴) ہسٹری آف دی مانومنٹس آف اُر (اُر کے آثار کی تاریخ) مؤلفہ سی جی گاڈ (انگریزی)

(۵) العبید مؤلفہ ہال و وُولے (انگریزی)

(۶) ایکس کیویشنز ایٹ مانجیدھارو (مانجیدھارو سندھ کی کھدائیاں) مؤلفہ جان مارشل (انگریزی)

(۷) ایکس کیویشنز ایٹ ہڑپہ (ہڑپہ پنجاب کی کھدائیاں) مؤلفہ مادھو سروپ (انگریزی)

Marfat.com

(۸) اربیبیا بیفور محمدؐ (محمدؐ سے پہلے کا عرب) مؤلفہ اولیئری (انگریزی)

(۹) پری ہسٹارک امیریکا (زمانہ قبل از تاریخ کا امریکہ) مؤلفہ نڈامک (انگریزی)

(۱۰) دی کانکویسٹ آف مایا (مایا قوم کی تسخیر) مؤلفہ مچل (انگریزی)

(۱۱) ہسٹری آف ارلی ایران (ابتدائی ایران کی تاریخ) مؤلفہ جارج جی کیمرن (انگریزی)

(۱۲) ہندو امیریکا (ہندو امریکہ) از چمن لال (انگریزی)

(۱۳) انڈیا اینڈ جاوا (ہندوستان اور جاوا) از بیجن راج چیٹرجی (انگریزی)

(۱۴) ہسٹری آف انڈیا (تاریخ ہند) دو جلد از دھلیر (انگریزی)

(۱۵) آؤٹ لائینز آف ورلڈ ہسٹری (تاریخ عالم کے خدوخال) از ایچ جی ویلز (انگریزی)

(۱۶) ہسٹری آف دی مسلم ورلڈ (دنیائے اسلام کی تاریخ) از احسان اللہ (انگریزی)

(۱۷) تاریخ ابن خلدون (عربی)

(۱۸) سیرت النبیؐ از شبلی (اردو)

(۱۹) سیرت صدیق از نامعلوم (اردو)

(۲۰) الفاروق از شبلی (اردو)

(۲۱) سیرت عثمان از نامعلوم (اردو)

(۲۲) سیرت علی از نامعلوم (اردو)

(۲۳) مارچ آف باربیرئینس (وحشیوں کی یلغار) از (انگریزی)

(۲۴) جامع التواریخ مؤلفہ حکیم رشید ہمدانی (فارسی)

(۲۵) تاریخ وصاف مؤلفہ فضل اللہ پسر ابوالخیر (فارسی)

(۲۶) تاریخ جہاں کشائی مؤلفہ علاء الدین عطا ملک (فارسی)

(۲۷) آریانا از احمد علی کہزاد (پشتو)

Marfat.com

(۲۸) سٹوڈینٹس ہنٹس آف ماڈرن ہسٹری (تاریخ عہد جدید کے اشارات برائے طلبا) از ٹیلر (انگریزی)

(۲۹) ہسٹری آف دی یونائیٹڈ سٹیٹس (اضلاع متحدہ کی تاریخ) از جان فسکے (انگریزی)

(۳۰) ہسٹاریکل جیوگرافی آف برٹش کالونیز (برطانی مستمرات کا تاریخی جغرافیہ) از لوکس (انگریزی)

(۳۱) رشئین کیمپنین اگینسٹ ترکمانس (ترکمانوں کے خلاف رُوسی مہم) از چارلس مروِن (انگریزی)

(۳۲) دی ہارٹ آف ایشیا (ایشیا کا قلب) از سکرائین وراس (انگریزی)

(۳۳) برٹش ویسٹ ایفریکن سٹیلمنٹس (مغربی افریقہ کی برطانی نوآبادیاں) از مارٹن (انگریزی)

(۳۴) یونین آف ساؤتھ ایفریکا (جنوبی افریقہ کی متحدہ سلطنت) از (انگریزی)

(۳۵) پرشئینز (ایرانی) از راس (انگریزی)

(۳۶) جاپان از پورٹر (انگریزی)

(۳۷) ہسٹری آف دی ورلڈ وار ۱۹۱۴-۱۸ء (عالمگیر جنگ کی تاریخ) از لیڈل ہارٹ (انگریزی)

(۳۸) جرمن وار آف ۱۹۱۴ء (۱۹۱۴ء کی جرمن جنگ) از اورِنگان (انگریزی)

(۳۹) وِدکچنر ٹو خرطوم (کچنر کے ساتھ خرطوم تک) از سٹیونز (انگریزی)

(۴۰) مِیڈ ملّا آف سمالی لینڈ (سمالی لینڈ کا جنونی ملّا) از ڈگلس جارڈن (انگریزی)

(۴۱) دی ورلڈ سِنس یو ویئر بارن (تمہاری پیدائش کے وقت سے دُنیا کی حالت) از ہبب سپال (انگریزی)

Marfat.com

(۴۲) دی مینیس آف جاپان (جاپان کا خطرہ) از ٹیٹارو کونرائے (انگریزی)

(۴۳) ہسٹری آف پولیٹیکل تھاٹ (سیاسی فکر کی تاریخ) از ریمانڈ جی گٹسل (انگریزی)

(۴۴) آثار عتیقۂ کوتل خیر خانہ مطبوعہ کابل مؤلف ژوزف ہاکن و سید قاسم رشتیا (ترجمہ فارسی از فرانسیسی)

(۴۵) آثار عتیقۂ بامیان مطبوعہ کابل مؤلف موسیو و مدام گودار و ہاکن و احمد علی خاں (ترجمہ فارسی از فرانسیسی)

(۴۶) احمد شاہ بابا مطبوعہ کابل مؤلفہ م غبار (فارسی)

(۴۷) کتاب الملوک از کنفیوسشس (ترجمہ انگریزی)

(۴۸) کتاب مقدس بائیبل (ترجمہ اُردو)

(۴۹) رامائن (ترجمہ اُردو)

(۵۰) مہا بھارت (ترجمہ اُردو)

(۵۱) قرآن مجید (عربی)

(۵۲) اخبارات کے فائیل

(۵۳) متعدد دیگر کتابیں جو وقتاً فوقتاً مؤلف کی نظر سے گزرتی ہیں۔

ازمنہ اور ادوار کی تقسیم

اکثر مورخوں نے نوعِ انسانی کی تاریخ کے ازمنہ و ادوار کو ان جنگی ہتھیاروں اور اوزاروں سے منسوب کیا ہے جنہیں انسان کی جمعیتیں وقتاً فوقتاً استعمال کرتی رہیں۔ مؤلف نے ازمنہ کی تقسیم میں اسی انداز کا تتبع کیا ہے۔ لیکن ان زمانوں کو ماتحت ادوار میں تقسیم کر کے ہر دَور کا نام اس کی کسی نمایاں اور ممتاز خصوصیت کی بنا پر رکھ دیا ہے۔ زمانوں اور ادوار کی یہ تقسیم بھی بدرجۂ تام موزوں نہیں کیونکہ بعض قومیں اس معاملے میں ترقی کر کے پتھر برنز۔ پیتل اور لوہے سے گزر کر بارودی اسلحہ کا استعمال کرنے لگیں اور بعض گروہ انیسویں صدی مسیحی میں بھی پتھر کے اوزار استعمال کر رہے تھے۔ تاہم یہ تقسیم اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ہر زمانے اور دَور کو کسی ایسی نمایاں خصوصیت کے مطابق نام دیا گیا ہے جو اس زمانے یا دَور میں اقوامِ عالم کے ترقی یافتہ جامعوں میں عام ہو چکی تھی۔ اس اصول کے پیش نظر اس کتاب میں ازمنہ و ادوار کی تقسیم بصورت ذیل کی گئی ہے:-

(۱) قدیم الآثار ابتدائی دَور	نامعلوم وقت سے پچاس ہزار قبل مسیح تک
(۲) پتھر کا زمانہ قدیم	
(۱) دورِ شکار	پچاس ہزار سال ق-م سے پچیس ہزار سال ق-م تک

Marfat.com

(۲) دورِ زراعت	۲۵ ہزار سال ق-م سے ۱۰ ہزار سال ق-م تک
(۳) پتھر کا زمانہ جدید	
(۱) دورِ تمدّن	۱۰ ہزار سال ق-م سے ۵ ہزار سال ق-م تک
(۲) دورِ ترقی	۵ ہزار سال ق-م سے ۳ ہزار سال ق-م تک
(۳) دورِ ملوکیت	۳ ہزار سال ق-م سے ۲ ہزار سال ق-م تک
(۴) برانز دھات کا زمانہ	۲ ہزار سال ق-م سے ایکہزار سال ق-م تک
(۵) لوہے کا زمانہ	
(۱) دورِ شجاعت	ایک ہزار ق-م سے ولادتِ مسیح تک
(۲) دورِ ظلمت	ولادتِ مسیح سے سنہ ۶۰۰ عیسوی میلادی تک
(۳) دورِ نہضت	سنہ ۶۰۰ء سے سنہ ۱۲۰۰ء تک
(۴) دورِ جمود	سنہ ۱۲۰۰ء سے سنہ ۱۵۰۰ء تک
(۶) بارود کا زمانہ	
(۱) دورِ استعمار	سنہ ۱۵۰۰ء سے سنہ ۱۸۰۰ء تک
(۲) دورِ ایجادات	سنہ ۱۸۰۰ء سے سنہ ۱۹۴۵ء تک
(۷) جوہری آتش کا زمانہ	
(۱) دورِ ——— ؟	سنہ ۱۹۴۵ء سے آگے

فہرست ابواب و فصول

پہلا باب

		صفحہ
۱	انسان کی موجودگی کا سُراغ	۲۳
۲	نوعِ انسانی کی ابتدا	۳۴
۳	شعور کا ظہور	۳۸
۴	مختلف قوموں کی روایات	۳۹
۵	ابتدائی معاشرت اور تنظیم	۴۳

دُوسرا باب

۶	شکاری پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ	۴۷
۷	نینڈرتھل نسل کا ادنےٰ انسان	۴۸
۸	حقیقی انسان یا موجودہ نسلِ انسانی	۵۱

تیسرا باب

(پتھر کا زمانہ قدیم۔ دورِ زراعت)

۹	طبعی اور موسمی حالات	۵۵

Marfat.com

۱۰	تصویریں بنانے والے شکاری انسان	۵۸
۱۱	نینڈرتھل نسل کا انجام	۶۱
۱۲	ایشیا میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ	۶۴
۱۳	دجلہ اور فرات کی وادیوں میں زراعت کاری	۶۶

چوتھا باب

(پتھّر کا زمانہ جدید - دورِ تمدّن)

۱۴	یورپ کی سرزمین پر اسپ خوروں کی یلغار	۷۵
۱۵	ہسپانیہ میں افریقیوں کی تازہ لہر	۷۶
۱۶	یورپی باشندوں کی صنعتیں	۷۸
۱۷	جانوروں کو سدھانا اور پالنا	۸۰
۱۸	مشرقِ ادنےٰ میں زراعت کاروں کی بستیاں	۸۲
۱۹	مٹّی کے برتن پکانے اور رنگنے کی صنعت	۸۵
۲۰	پانچ ہزار سال قبل مسیح کے وقت دُنیا کا نظارہ	۸۷
۲۱	نسلیں - قومیں - زبانیں - عقاید اور رسم و رواج	۹۱

پانچواں باب

(پتھّر کا زمانہ جدید - دورِ ترقّی)

۲۲	طوفانِ نوحؑ	۹۹
۲۳	سُمیری قوم کا تمدّن	۱۰۵
۲۴	نیل کی وادی کا تمدّن	۱۱۲

Marfat.com

۲۵	کریٹ اور جزائر ایجئن کے تاجر	۱۱۶
۲۶	زراعت کاروں کا پھیلاؤ	۱۱۷

چھٹا باب

(پتھر کا زمانہ جدید۔ دورِ ملوکیت)

۲۷	سمیریہ کا تمدّن	۱۲۳
۲۸	صحرابی شاہ بابل	۱۳۰
۲۹	حضرت ابراہیمؑ	۱۳۲
۳۰	وادئ النیل کا تمدّن	۱۳۵
۳۱	زراعت کاری کی توسیع	۱۴۳
۳۲	چین کا ابتدائی تمدن	۱۴۴
۳۳	دیگر ایشیائی مُلکوں کی حالت	۱۴۸
۳۴	عام کیفیت	۱۵۰

ساتواں باب

(برانز دھات کا زمانہ)

۳۵	برانز دھات کے اوزار	۱۵۵
۳۶	جزیرہ کریٹ کا تمدّن	۱۵۷
۳۷	خانہ بدوش اقوام کی یلغاریں	۱۶۰
۳۸	سمیریہ۔ بابل۔ اشوریہ اور ایشیائے کوچک	۱۶۱
۳۹	ایلمیوں کا تمدّن	۱۶۳

Marfat.com

۴۰	مصر۔ شام اور فلسطین	۱۶۴
۴۱	حضرت یوسفؑ عزیز مصر	۱۶۵
۴۲	مصر کے چرواہے بادشاہ	۱۶۷
۴۳	ثاثمیس سویم فاتح شام	۱۶۸
۴۴	حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل	۱۷۱
۴۵	مصریوں کی معاشرت	۱۷۴
۴۶	یورپ کے حالات	۱۷۵
۴۷	بدامنی اور طوائف الملوکی	۱۷۶
۴۸	ٹرائے کی جنگ	۱۷۹
۴۹	تجارت اور صنعت	۱۸۰
۵۰	چین کا تمدن	۱۸۱
۵۱	آریہ قبائل کی نقل و حرکت	۱۸۳
۵۲	یورپ میں آریہ نسل کا پھیلاؤ	۱۸۴
۵۳	ایشیائے کوچک اور عراق پر آریہ قبائل کا تسلط	۱۸۶
۵۴	ایران۔ افغانستان اور پنجاب میں آریاؤں کا داخلہ	۱۸۷
۵۵	زرتشتی دین	۱۹۰
۵۶	ہندوستان کے آریہ	۱۹۲
۵۷	ہندوستان کی حالت	۱۹۳
۵۸	ہندی آریاؤں کی ابتدائی معاشرت	۱۹۵
۵۹	مہابھارت کی کہانی	۱۹۷
۶۰	شری کرشن کی عظیم شخصیت	۲۰۲

Marfat.com

۶۱	رامائن کی کہانی	۲۰۵
۶۲	ایک ہزار قبل مسیح کے وقت دُنیا کی کیفیّت	۲۰۸
۶۳	تمدّن کے خدوخال	۲۰۹
۶۴	دینی پیشوایان اعظم کا ظہور	۲۱۳
۶۵	سیاسی معاشرتی اور تمدّنی کیفیّت	۲۱۴
۶۶	چار بڑی جنگیں	۲۱۶

آٹھواں باب

(لوہے کا زمانہ۔ دَورِ شجاعت)

۶۷	لوہے کی دریافت	۲۱۹
۶۸	ابتدائی تین صدیاں	۲۲۱
۶۹	یہودیوں کی ریاستیں	۲۲۲
۷۰	اشوری سلطنت کی توسیع و ترقّی	۲۲۵
۷۱	مشرق ادنےٰ اور یورپ	۲۲۸
۷۲	شمالی میدان اعظم۔چین اور ہندوستان	۲۳۳
۷۳	بابلیوں کا عروج و زوال	۲۳۶
۷۴	ایرانیوں کی سلطنت کا ظہور	۲۳۹
۷۵	خسروِ اعظم ذوالقرنین	۲۴۱
۷۶	سلطنت ایران کی توسیع و ترقّی	۲۴۳
۷۷	یورپ پر حملے اور یونانیوں سے لڑائیاں	۲۴۳
۷۸	یونانیوں کا عروج	۲۴۷

Marfat.com

۷۹	رُوحانی اور فکری سرگرمیاں	۲۵۲
۸۰	آریاؤں اور قدیم ہندوؤں کا اختلاط	۲۵۸
۸۱	منّوں کا معاشرتی قانون	۲۶۱
۸۲	فلسفیانہ سکول اور ویدانت	۲۶۲
۸۳	سدھاناتا گوتم ساکیا اور بُدھ مت	۲۶۳
۸۴	وردھامن مہابیرا اور جَین مت	۲۶۶
۸۵	چین میں کنفیوشس کا ظہور	۲۶۷
۸۶	ایران میں زرتشتی دین	۲۶۸
۸۷	یہودیوں اور اسرائیلیوں کے نبی	۲۶۹
۸۸	یونان کے فلسفی حکیم اور مفکّر	۲۶۹
۸۹	معاشرت اور آرٹ	۲۷۲
۹۰	اسکندر اعظم کی یلغار	۲۷۸
۹۱	تین یونانی سلطنتیں	۲۸۰
۹۲	اٹلی میں رُومیوں کا ظہور اور عروج	۲۸۲
۹۳	روما اور کارتھیج کی لڑائیاں	۲۸۳
۹۴	ہندوستان میں اشلوک اعظم	۲۸۹
۹۵	چین کی حالت	۲۹۱
۹۶	شمالی میدان اعظم کے ہُن	۲۹۳
۹۷	مصر کی علمی اور تحقیقاتی سرگرمیاں	۲۹۶
۹۸	ولادت مسیح کے وقت دُنیا کا نظارا	۲۹۹

58813

Marfat.com

نواں باب

(لوہے کا زمانہ۔ دورِ ظلمت)

۹۹	حضرت عیسےٰؑ اور دین مسیحی	۳۰۵
۱۰۰	رومی قیصروں کا دَور	۳۱۱
۱۰۱	رومیوں کے عہد کی خصوصیات	۳۱۴
۱۰۲	سلطنت ایران کے ارساسی اور ساسانی حکمران	۳۱۸
۱۰۳	مانی اور مزدک	۳۲۰
۱۰۴	عرب اور حبشہ	۳۲۳
۱۰۵	گندھارا کی سلطنت	۳۲۶
۱۰۶	ہندوستان کا طلائی عہد	۳۲۷
۱۰۷	چین کی سلطنت کا پھیلاؤ	۳۳۰
۱۰۸	شمالی میدان اعظم کی وحشی اقوام	۳۳۲
۱۰۹	تاتار یں تنگوس	۳۳۶
۱۱۰	تُرکوں کا ظہور	۳۳۸
۱۱۱	یورپ میں طوایف الملوکی	۳۴۱
۱۱۲	چھٹی صدی مسیحی کے واقعات	۳۴۳
۱۱۳	دورِ ظلمت کے حالات پر تبصرہ	۳۴۸

جلد اوّل ختم

دسواں باب (لوہے کا زمانہ۔ دَور نہفت)

یہاں سے جلد دوم کے ابواب و فصول عنوانات شروع ہوتے ہیں

Marfat.com

۱۱۴ عرب میں ایک نئی طاقت کا ظہور

۱۱۵ حضرت محمدؐ اور دینِ اسلام . . . .

۱۱۶ اسلام کی تعلیم . . . .

۱۱۷ اسلام کی فتوحات . . . .

۱۱۸ بنوامیّہ کی امارت اور بادشاہی . . . .

۱۱۹ عباسیوں کی خلافت . . . .

۱۲۰ ہسپانیہ کی اموی خلافت . . . .

۱۲۱ مقامی امرا اور سلاطین . . . .

۱۲۲ عربوں کو تجارتی۔ تمدّنی اور عمرانی سرگرمیاں . . . . . .

۱۲۳ ترکوں کی سرگرمیاں . . . .

۱۲۴ ہندوستان کی حالت . . . .

۱۲۵ شرق الہند میں ہندو تمدّن کا نفوذ . . . .

۱۲۶ چین۔ خطا اور تاتار . . . .

۱۲۷ یورپ میں طوائف الملوکی اور قبائل گردی . . . .

۱۲۸ اہل فرنگ کی صلیبی یلغاریں . . . .

۱۲۹ دورِ نہضت کے حالات پر تبصرہ . . . .

گیارھواں باب

(لوہے کا زمانہ۔ دورِ جمود)

۱۳۰ چنگیز خانی مغلوں کا دور دورہ

۱۳۱ منگولیا کے گھڑ سوار قبیلے . . . .

Marfat.com

۱۳۲ فاتح اعظم چنگیز خاں ....

۱۳۳ مہمیں۔ یلغاریں اور فتوحات ....

۱۳۴ خاقان اُقتائی خان ....

۱۳۵ جنوبی چین۔ بغداد اور شام و فلسطین کی فتح ....

۱۳۶ بئر جالوت کی جنگ ....

۱۳۷ ایک کے بجائے چار سلطنتیں ....

۱۳۸ خاقان چین کبلائی خان ....

۱۳۹ **تیموری ترکوں کی طوفانی یلغار**

۱۴۰ ہندوستان کے ترک اور افغان سلاطین

۱۴۱ مشرق ادنےٰ میں عثمانی ترکوں کا عروج ....

۱۴۲ مصر کے مملوک بادشاہ اور عباسی خلفاء ....

۱۴۳ شمالی افریقہ اور ہسپانیہ ....

۱۴۴ مشرق بعید کے مُلک ....

۱۴۵ اقوام فرنگ کا اضطراب اور بیداری۔ مزید صلیبی مہمیں

۱۴۶ پاپائی اقتدار۔ اصلاحی تحریکیں۔ اقتصادی شورشیں ....

۱۴۷ علمی تفتیش اور فنی تحصیل کا ذوق ....

۱۴۸ یورپ کی سیاسی اور تمدنی حالت ....

۱۴۹ اہل فرنگ کی بحری مہمیں ....

۱۵۰ دورِ جمود کی تین صدیاں ....

Marfat.com

بارھواں باب

(بارُود کا زمانہ (۱) دورِ استعمار

۱۵۱ فرنگیوں کا خروج ....
۱۵۲ قدیم امریکیوں کا تمدن اور ان کی تاریخ
۱۵۳ میکسیکو کا تمدن اور اس کے تاریخی انقلابات ....
۱۵۴ پیرو کے اِنکاویوں کا تمدن ....
۱۵۵ جنوبی امریکہ کی دیگر قدیم اقوام ....
۱۵۶ پتھر کے اوزاروں اور بارُودی تفنگوں کا مقابلہ ....
۱۵۷ اہلِ فرنگ کی استعماری سرگرمیاں ....
۱۵۸ پرتگیزوں کی مہمیں ....
۱۵۹ ہندوستان میں انگریزی استعمار ....
۱۶۰ سائیبیریا میں رُوسیوں کا نفوذ ....
۱۶۱ چین۔ جاپان اور شرق الہند ....
۱۶۲ شرق الہند اور بحرالکاہل کے قدیم باشندوں کا تمدن ...
۱۶۳ افریقہ میں استعمارِ فرنگ ....
۱۶۴ ہندوستان میں تیموری ترک ....
۱۶۵ ایران اور افغانستان میں نئی بادشاہیوں کا ظہور ....
۱۶۶ مشرقِ ادنےٰ میں عثمانی ترکوں کی خلافت ....
۱۶۷ یورپ میں شاندار بادشاہیاں اور پیہم لڑائیاں ....
۱۶۸ امریکہ کی جنگِ آزادی ....

Marfat.com

۱۶۹ فرانس کا انقلاب ....
۱۷۰ استعمار فرنگ کی تین صدیاں ....
۱۷۱ بارود کا استعمال ....
۱۷۲ علمی اور فنی ترقیات ....
۱۷۳ سیاسی اور اجتماعی کوائف ....

تیرھواں باب

(بارود کا زمانہ۔ دورِ ایجادات)

۱۷۴ نپولیئن اعظم کا عروج و زوال ....
۱۷۵ یورپ میں واقعات کی رفتار ....
۱۷۶ مستعمرات فرنگ میں آزادی کی تحریکیں ....
۱۷۷ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا استحکام ....
۱۷۸ جنوبی افریقہ کی گوری نوآبادی
۱۷۹ آسٹریلیا۔ تسمانیا اور نیوزی لینڈ ....
۱۸۰ فرنگیوں کے اقتدار و کی توسیع
۱۸۱ افریقہ کے براعظم پر یورش ....
۱۸۲ سوڈان کا مہدی ....
۱۸۳ ایری ٹیریا اور سمالی لینڈ ....
۱۸۴ وسط ایشیا میں روس کا نفوذ ....
۱۸۵ افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں
۱۸۶ ہندوستان پر انگریزی اقتدار ....

Marfat.com

۱۸۷ اہل ہند کی جنگ آزادی ....
۱۸۸ شرق الہند اور مشرق اقصےٰ میں نفوذ ....
۱۸۹ ایران۔ ترکی اور مصر ....
۱۹۰ نئے مسائل۔ نئے افکار۔ نئی تحریکیں ....
۱۹۱ دولِ عظمےٰ کا ظہور اور ارتقا ....
۱۹۲ عوام کی حق طلبی۔ جمہوریت اور آزادی ....
۱۹۳ کارل مارکس اور نظریۂ اشتراکیت ....
۱۹۴ ڈارون اور نیٹشے ....
۱۹۵ علمی ترقیاں اور ایجادیں ....
۱۹۶ ۱۸۹۹ء کا مشرق و مغرب ....
۱۹۷ بیسوی صدی مسیحی: دولِ عظمےٰ کی رقابتیں
۱۹۸ چند اہم واقعات ....
۱۹۹ رُوس اور جاپان کی جنگ ....
۲۰۰ ترکی پر مزید حملے۔ جنگِ طرابلس و جنگِ بلقان ...
۲۰۱ مشرقی مُلکوں میں بیداری کی لہر ....
۲۰۲ پہلی عالمگیر جنگ ....
۲۰۳ جنگی کوائف کا مدّ و جزر ....
۲۰۴ صُلح کے معاہدے ....
۲۰۵ سلطنت رُوس کی جگہ سوویٹ جمہوریتوں کا نظام ..
۲۰۶ جمعیۃ الاقوام (لیگ آف نیشنز) کا قیام ....
۲۰۷ جنگ کے بعد اقوام فرنگ کی کشمکش ....

Marfat.com

۲۰۸ جدید ترکی کا ظہور ....
۲۰۹ مکمل آزادی کی تحریکیں ....
۲۱۰ افریقہ میں مزید استعماری مہمیں ....
۲۱۱ امریکی ریاستوں کے جھگڑے ....
۲۱۲ فلسطائی تحریک کا ظہور اور ترقی ....
۲۱۳ بین الاقوامی حالات کی رفتار ....
۲۱۴ دوسری عالمگیر جنگ ....
۲۱۵ ۱۹۴۵ء ....
۲۱۶ متحدہ اقوام کا نظام ....
۲۱۷ اقوام عالم کے جنگی مقاصد ....
۲۱۸ جنگ کی ہمہ گیریاں ....
۲۱۹ بیسویں صدی مسیحی کے عام کوائف ....
۲۲۰ علمی ترقیات اور ایجادات ....
۲۲۱ عورت کا درجہ ....
۲۲۲ مذہب اور اخلاق ....
۲۲۳ سیاسی اور اجتماعی تحریکیں ....
۲۲۴ چقماق پتھر سے ایٹم بم تک (آخری تبصرہ) ....

چودھواں باب

(جوہری آتش کا زمانہ۔ دور ۹)

Marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

مفقود الآثار ابتدائی دور

(نا معلوم وقت سے پچاس ہزار سال قبل مسیح تک)

انسان کی موجودگی کا سراغ ۔ نوعِ انسان کی ابتدا ۔ بے شعوری کا دور ۔ شعور کا ظہور ۔ ابتدائی معلومات ۔ پتھر کے اوزار ۔ انسان کی تخلیق کے متعلق مختلف قوموں کے نظریات ۔ ابتدائی زندگی ۔

Marfat.com

Marfat.com

اِنسان کی موجودگی کا سُراغ

سطحِ ارضی پر نوعِ انسانی کے موجود ہونے کے قدیم ترین آثار جو اِس وقت تک دستیاب ہو سکے ہیں وہ چقماق پتّھر کے نوکیلے سے اوزار ہیں۔ مختلف شکلوں کے یہ اوزار، پتّھر کو گھڑ کر بنائے گئے ہیں جو اُن کو گھڑنے والے ہاتھوں کا پتا دے رہے ہیں۔ زمین کی جن تہوں سے یہ اوزار ملے ہیں ان کے متعلّق علم طبقات الارض کے ماہرین کا خیال یہ ہے کہ وہ تہیں اب سے کئی لاکھ سال پہلے کی بنی ہوئی ہیں۔ زمین کے اِن طبقوں میں ان پتھروں کے سوا انسان کے موجود ہونے کا اور کوئی سُراغ نہیں ملتا! البتّہ انواع واقسام کے جانوروں کے پتّھرائے ہوئے پنجر ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانے میں روئے زمین پر دُودھ پلانے والے جانور بافراط موجود تھے۔ موجودہ زمانے سے لاکھ دو لاکھ سال پہلے کے بنے ہوئے طبقاتِ ارضی میں پتّھر کو گھڑ کر بنائے ہوئے اوزاروں کا ملنا ظاہر کرتا ہے کہ نوعِ انسانی کی ابتدائی زندگی کا زمانہ جس کے آثار مفقود ہیں بہت طویل ہوگا جس میں انسان کی نوع بتدریج پھلی پھولی اور روئے زمین کے میدانوں پہاڑوں اور وادیوں میں پھیلتی چلی گئی۔ پتّھر کے نوکیلے اوزار اس بات کی غمّازی کر رہے ہیں کہ اس دَور کے انسان پیٹ پالنے کے لئے

Marfat.com

جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے لیکن اس سے پہلے کے دور کے متعلق اس امر کا اندازہ لگانا بعید از قیاس نہیں کہ شکاری بننے سے پہلے نوعِ انسانی کے افراد زمین کی قُدرتی نباتی پیداوار کھا کر بسر اوقات کرتے ہوں گے۔ ابتدائی انسانوں کی غذا کا بیشتر حصّہ خودرَو پودوں کے پھلوں۔ بیجوں۔ مغزوں اور دانوں وغیرہ پر مشتمل ہوگا جنھیں وہ آسانی سے تلاش اور حاصل کر سکتے تھے۔ انسان کی طبیعت۔ فطرت اور اس کے جسم کی ساخت سے اِس امر کا اندازہ بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ نوعِ انسانی کے اوّلین آباؤ اجداد نے سطحِ ارضی کے کسی ایسے خطّے میں نشو و نما حاصل کی ہوگی جس کی آب و ہوا نہ تو حد سے زیادہ سرد اور نہ بہت زیادہ گرم تھی۔ اس کا اوّلین مسکن معتدل آب و ہوا رکھنے والا کوئی ایسا خطّہ تھا جہاں خودرَو پودوں کے قُدرتی پھل بہ کثرت اور آسانی سے ملتے تھے۔ پینے کا صاف اور شفاف پانی بہ افراط میسّر آتا تھا۔ سانپوں۔ شیروں اور دوسرے خونخوار درندوں کی اِس قدر بہتات نہ تھی جو انسانی نسل کی ترقی اور اس کے پھیلاؤ کے لئے بدرجۂ غایت ضرر رساں بن سکتی۔ بلاشُبہ انسان کے جسم کی ساخت دُوسرے حیوانوں کے اجسام کی ساخت سے بہت ممتاز ہے اور ان پر کئی لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے۔ تاہم اسے قُدرت نے درندوں کی طرح چیرنے پھاڑنے والے ناخن اور دانت نہیں دیئے۔ یہ کیفیّت ظاہر کرتی ہے کہ ابتدائی دَور کا انسان تیز دھار والے ہتھیار ایجاد کرنے سے پہلے درندوں کا مقابلہ کرنے سے کتراتا ہوگا اور اس کی ابتدائی پُشتوں نے ایسے خطّے میں نشو و نما حاصل کی ہوگی جہاں درندوں اور زہریلے جانوروں کے گزند کے خطرات ناپید یا بہت ہی کم ہوں گے۔

نوعِ انسانی کی ابتدا۔ نوعِ انسانی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ یہ ایک سوال ہے

جس کا تسلّی بخش جواب انسان کی علمی تحقیقات ابھی تک نہیں دے سکیں۔ اِس سوال کا جواب دینے کی کوشش محض نظریات کی بحث بن جائے گی۔ تاریخ نویسی کا دائرہ آثار اور مواد سے نتائج اخذ کرکے واقعات و حالات کو مرتّب صُورت میں پیش کرنے اور ان واقعات سے نتائج اخذ کرنے تک محدود ہے۔ عصرِ حاضر کے علمائے تحقیق نے ادوارِ بعید کی چٹانوں پر کے ایسے نقوش کا جو جاندار اشیا کے دفن شُدہ نیچروں کے باعث بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مطالعہ کرکے نباتات اور حیوانات کی ایک لمبی کہانی مرتّب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جو چٹانیں آج سے ساٹھ کروڑ سال پہلے کی بنی ہوئی ہیں ان میں نباتی یا حیوانی زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ ساٹھ کروڑ سال سے چھتّیس کروڑ سال پہلے کے دَور کی چٹانوں پر بھی زندگی کے آثار ناپید ہیں لیکن اس دَور میں جوہڑوں اور جھیلوں کے پانیوں پر کائی اور پانی اور دلدل میں ننھّے ننھّے کیڑے اور جھیلی مچھلیاں پیدا ہونے لگی ہوں گی۔ چھتّیس کروڑ سال سے ۲۶ کروڑ سال پہلے کے دَور میں پانی کے اندر دَو دَو فٹ لمبے آبی بچھوؤں کی موجودگی کا سُراغ چٹانوں کے متحجر نشانات سے مل رہا ہے۔ اور اب سے چودہ کروڑ سال پہلے تک کی بنی ہوئی چٹانوں کے نشانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کے اندر مچھلیاں اور مینڈک ترقّی پذیر ہیں اور دلدلوں میں تیرتی ہوئی نباتات نشو و نما پا رہی ہے۔ ۱۴ کروڑ سال سے پہلے کے دَور میں خشکی پر پیٹ کے بل رینگنے والے جانوروں اور بچھوؤں کی طرح ٹانگیں رکھنے والے حیوانوں کی بہتات کا سُراغ ملتا ہے جن میں سَو سَو فٹ لمبے بھاری بھرکم دلدلی حیوان بھی شامل ہیں۔ چار کروڑ سال سے لے کر ایک کروڑ سال تک پہلے کی بنی ہوئی چٹانیں ظاہر کر رہی ہیں کہ کرۂ ارض پر گھاس سبزی اور جنگلات کی بہتات ہوگئی ہے جن میں اپنے بچّوں کو دُودھ پلا کر

Marfat.com

پالنے والے جانور پرورش پا رہے ہیں۔ ان میں چوپائے۔ درندے۔ اور بندروں کی طرح درختوں پر چڑھنے والے ہر قسم کے جانور شامل ہیں۔ لیکن ان چٹانوں کے نقوش پر حضرت انسان کا سُراغ کہیں نہیں ملتا۔ نہ کسی ایسے جانور کا سُراغ ملتا ہے جس کی ہڈّیوں کی بناوٹ انسان کی ہڈّیوں کی بناوٹ سے بہت مشابہ یا اس کے لگ بھگ ہو

ان آثار کی بنا پر یورپ کے علمائے تحقیق کوئی سَو سال سے ارتقائے حیات کے متعدّد نظریوں پر بحثیں کر رہے ہیں۔ اور اس خیال کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں کہ حیوانی زندگی پانی اور دلدل میں خود بخود پیدا ہونے والے ننھّے ننھّے کیڑوں سے ترقّی کرتی ہوئی اور چولے بدلتی ہوئی دُودھ پلانے والے جانوروں تک پہنچی اور ان میں کی ایک شاخ لیموں نما حیوان کی حالت سے ترقی کر کے انسان بن گئی۔ اس نظریہّ کی تائید میں انگلستان کے ایک فلسفی ڈارون نے ۱۸۵۹ء میں ایک کتاب[ل] لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حیوانات میں جو مختلف قسم کی نوعیں پیدا ہوگئی ہیں وہ لاکھوں سال مختلف قسم کے قدرتی ماحولوں میں پرورش پانے اور زندہ رہنے کے لئے مختلف انداز کی جدوجہد کرنے کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ڈارون کا یہ نظریہ حیوانات کے اندر نوعی اختلاف کی علّت ثابت کرنے سے یکسر قاصر ہے کیونکہ نوعی اختلاف معمولی اختلاف نہیں۔ ایک نوع کے حیوان کا نر دوسری نوع کے حیوان کی مادّہ سے بچّے پیدا نہیں کر سکتا اور اگر بہت زیادہ مماثلت کے باعث کہیں ممکن بھی ہو تو ایسا جانور

ل EVOLUTION OF SPECIES BY NATURAL SELECTION

ماحول کے انتخاب کی بنا پر انواع حیات کا ارتقا

پیدا ہوتا ہے جس میں نسل بڑھانے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی[۵] - علمی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک نوع کا بیج دوسری نوع کے رحم میں ایسی پرورش نہیں پاسکتا جو ایک نئی نسل کی افزایش کا موجب ہو - ایک نوع کے جانور مختلف قسم کے طبعی حالات میں پُشتہا پُشت پرورش پاکر جسمانی ساخت - رنگت اور بعض جزئی سے کوائف میں بلاشبہ مختلف ہو جاتے ہیں - مثلاً سرد علاقے کی بکری کے جسم پر گرم علاقے کی بکری کی بہ نسبت پشم زیادہ لمبی اور گھنی ہوتی ہے - لیکن ہم نوعی کے باعث ان کے نر و مادہ میں ایک دوسرے کا بیج قبول کرلے کی صلاحیّت موجود رہتی ہے - لہذا ارتقا یعنی تدریجی ترقّی کرنے کا نظریہ اِس حد تک تو صحیح نظر آتا ہے کہ ہر نوع کے حیوان اپنی اپنی مخصوص لائن میں ترقّی کرتے ہوئے موجودہ حالت تک پہنچے ہیں لیکن جہاں تک نوعی اختلاف کا تعلّق ہے وہ طبعی ماحول کے اختلاف کا نتیجہ نہیں ہوسکتا - اِس کے علاوہ بندروں کی انواع سے نوعِ انسانی کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش اِس لحاظ سے بھی قابل تسلیم نہیں کہ آثاری شہادت کے مطابق دُودھ پلانے والے جانوروں کا دَور آج سے ۹ کروڑ سال پہلے شروع ہوتا ہے - اور آج سے چند لاکھ سال پہلے تک کے طبقات میں تا حال کوئی ایسا اثر (نشان) نہیں مل سکا جو براہِ راست انسان کی موجودگی کی خبر دے رہا ہو نہ کسی ایسے میموں نما جانور کے آثار ملے ہیں جس کی ہیئت انسان کی ہیئت سے ملتی جلتی ہو - اتنے قلیل عرصہ میں ارتقا کی کوئی تیز سے تیز رفتار بھی کسی میموں نما جانور کو انسان کے قالب میں نہیں ڈھال سکتی - اور نہ اسے وہ جسمانی ساخت اور دماغی خانے دے سکتی ہے جو انسان کو اس وقت سے حاصل ہیں جب سے کہ اس کا سُراغ مل رہا ہے ؎

---

۵ گدھے اور گھوڑی کی ملاوٹ سے خچر پیدا ہوتا ہے جو اپنی نسل بڑھانے کے قابل نہیں رہتا ؎

Marfat.com

ہماری رائے یہ ہے کہ انسان کی نوع دوسرے حیوانات کی انواع کی طرح اپنا ایک جداگانہ آغاز رکھتی ہے۔ کسی قسم کی آثاری شہادت کے بغیر ہم اس آغاز کے وقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ البتہ یہ رائے قائم کرسکتے ہیں کہ انسان کی ابتدائی پشتوں نے بہت ہی سازگار ماحول میں زندگی کا سفر شروع کیا ہوگا۔ انسان کی جلد کی ساخت اور جسم پر بالوں کی کمی یہ خبر دے رہی ہے کہ منطقۂ معتدلہ اس کا اصلی وطن ہے۔ اور اس کا ابتدائی دَور گھنے جنگلوں کے بجائے کھُلی فضاؤں میں گزرا ہے۔ کیونکہ گھنے جنگلوں میں جیسا کہ وہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کے استوائی خطوں میں پائے جاتے ہیں زندگی گزارنے کا نتیجہ اسکی جلد کو سخت بنانے کی صورت میں رُونما ہوتا۔

شعور کا ظہور

اس مفقود الآثار دَور میں انسان کی ابتدائی پُشتوں کے طرزِ بود و ماند کے متعلق اس کے زمانہ ہائے ما بعد کی روشنی میں جو رائے قائم کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا ابتدائی دَور بے شعوری کے عالم میں گزرا ہوگا اور وہ قُدرت کی پیدا کی ہوئی نباتاتی پیداوار کے پھل اور میوے کھا کر بسر اوقات کرتا اور غذا کے قابل اشیا کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہوگا۔ شعور کی دولت حاصل کرلینے کے بعد اس کی ابتدائی دریافتیں جن کے متعلق ہم قیاس سے اندازہ لگا سکتے ہیں حسبِ ذیل ہوسکتی ہیں:-

(۱) درختوں کے پتّوں سے اپنے حصۂ اسفل کو ڈھانپنا۔ (۲) کم کم بولنا اور چیزوں کے نام رکھنا۔ (۳) ہتھیار کے طور پر لکڑی کے ڈنڈوں کو استعمال کرنا۔ (۴) آگ کی خصوصیات کا جائزہ لینا جو کرۂ ارضی پر جنگلوں کی قدرتی آگ اور آتش فشاں پہاڑوں کی آگ کی صورت میں پہلے سے

Marfat.com

موجود تھی۔ (۵) مُردوں کو دفن کرنا۔ (۶) پھولوں۔ خوشنما پتّوں۔ چمکیلے سنگ ریزوں اور (سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد) سیپیوں اور گھونگوں کو آرایش کے طور پر پہننا۔ (۵) پہاڑوں میں پہنچنے کے بعد پتھر کے ٹکڑوں اور (تجربہ کے بعد) نوکدار پتھّروں کو درندوں اور جنگلی جانوروں کے مقابلے میں ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا +

اِن حالات میں نوعِ انسانی کی ابتدائی نسل نے زندگی کا سفر شروع کیا اور اس کے افراد کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ اس کے ذکور و اُناث اپنے ابتدائی مسکن سے باہر نکل کر رُوئے زمین پر چاروں طرف پھیلتے چلے گئے۔ اور ان اشیا کا جو انہیں حیوانات نباتات اور جمادات کی شکلوں میں رُوئے زمین پر نظر آئیں جائزہ لیتے ہوئے اپنے علم میں اضافہ کرنے لگے۔ لکڑی کے ڈنڈوں اور اُن کھردرے پتھّروں کو جنہیں وہ ابتدا میں اپنی حفاظت کی خاطر درندوں اور مُوذی جانوروں کو مارنے اور بھگانے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ جانوروں کو شکار کرکے اپنی خوراک بنانے کے لئے استعمال کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ جنگل کے خودرَو پھل انسانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے جو طبعاً ٹولیاں بنا کر رہنے کی عادی تھی مکتفی نہیں ہو سکتے تھے۔ اِس لئے نوعِ انسانی کے افراد کو ضرورتاً گوشت خور بننا پڑا اور اس ضرورت نے اسے پتھّر کے ٹکڑوں سے تیز نوک اور تیز دھار والے آلات بنانے کی طرف راغب کر دیا۔ انسان کی ابتدائی ایجادوں میں سے یہی ایک ایسی ایجاد ہے جو زمین کے نچلے طبقوں میں آج تک محفُوظ پڑی ہیں اور اب مختلف مُلکوں کے عجائب گھروں کی الماریوں میں انسان کی اوّلین صنعت کا روشن ثبوت مہیا کر رہی ہیں +

مختلف قوموں کی روایات۔ نسلِ انسانی کے آغاز کے متعلّق مختلف اقوام کے

نظریات اور معتقدات بڑے دلچسپ اور عجیب ہیں۔ جن میں سے اکثر طفلانہ خیال آرائی کی سطح سے بلند نظر نہیں آتے۔ کیلیفورنیا کے ہندیانِ احمر (Red Indians) کہتے ہیں کہ وہ بھیڑیوں کی اولاد ہیں ان کے آباؤ اجداد چوپائے تھے جو آہستہ آہستہ انسان کی خصوصیات حاصل کرتے گئے اور بالآخر انسان بن گئے۔ تاتار کے ترکوں اور منگولوں کے بعض خاندان بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی اوّلین ماں جس کے بطن سے ان کے آباؤ اجداد کی نسل چلی نیلگوں آنکھوں والی مادہ گرگ تھی۔ امریکہ کے قدیم باشندوں کے بعض دوسرے قبیلے اپنا اپنا مورث اعلےٰ دوسرے جانوروں مثلاً مچھلیوں۔ پرندوں اور چوپاؤں کو ظاہر کرتے ہیں اور انہی کے نام سے موسوم ہیں۔ افریقہ کے حبشی قبیلہ وٹیٹیکا خیال ہے کہ وہ لکڑبگڑ کی اولاد ہیں۔ ملایا کے بعض قدیم باشندے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بڑے لیمور (ایک قسم کا لنگور) کی نسل سے ہیں۔ نیوگنی کے لوگ اپنے کو مچھلی۔ سفید طوطے۔ اور دوسرے جانوروں کی اولاد بتاتے ہیں۔ آبنائے ملکّا کے ایک جزیرے کے قدیم باشندے اپنے کو درختوں کی اولاد سمجھتے ہیں۔ وسط ہند کی ایک قدیم قوم سنتھال میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ پہلے ٹھاکر جیو کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ ٹھاکر جیو کے نوکروں نے کہا کہ ہم انسان کیسے بنائیں۔ ٹھاکر جیو نے کہا کہ اگر ہم چاہیں تو انسان بنا سکتے ہیں چنانچہ اس نے حکم دیا کہ مالن بڈھی کو بلا لاؤ جو پانی کے نیچے ایک چٹان کی غار میں رہتی ہے مالن کو حکم پہنچا تو وہ سمندر کی سطح پر آئی اسے حکم دیا گیا کہ وہ انسان بنائے مالن بڈھی نے انسانوں کے پتلے بنائے انہیں دھوپ میں رکھا دن کے گھوڑے نے ان پتلوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر توڑ ڈالا ان کے ٹکڑے سورا نائے اور سمدُ نائے میں پھینکے گئے۔ دوبارہ حکم ہوا تو پھر دو پتلے بنائے گئے۔ مالن

Marfat.com

بدھی نے غلطی سے ان میں پرندوں کی جان ڈال دی جو اُڑ گئے۔ ان پرندوں کے لئے پانی میں زمین بنائی گئی۔ جہاں انہوں نے انڈے دیئے جو راگھوب بو آر نے کھائے دوبارہ انڈے دیئے تو محافظ مقرر کر دیا گیا ان انڈوں سے بلچو رام اور بلچو بدھی پیدا ہوئے جن سے انسان کی نسل چلی ؂

میکسیکو کے قریب اریزونا جزائر کے سُرخ حبشی کہتے ہیں کہ ابتدا میں سمندر تھا جس کے دونوں سروں پر دو دیوتا رہتے تھے انہوں نے قوس قزح پر چل کر ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ اور مشورہ کرنے کے بعد پہلے زمین پیدا کی۔ پھر ایک چکور بنایا جو اُڑ گیا پھر انہوں نے جانوروں کے پُتلے بنائے ان میں جان ڈال دی۔ پھر پہلے عورت کی مُورتی بنائی اور بعد میں مرد کی مُورتی بنائی اور ان میں جان ڈال دی ؂

نیل ابیض کے کنارے شلوک قبیلہ کے حبشی کہتے ہیں کہ جو آک خالق نے سب انسانوں کو مٹی سے بنایا ایک جگہ سفید مٹی تھی جس سے سفید نسل کے لوگ بنائے گئے۔ نیل کی مٹی سے بھوری نسل کے انسان طیار ہوئے اور نیل ابیض کی سیاہ مٹی سے حبشی نسل نکلی۔ پُرانے مصریوں کا خیال تھا کہ خانومون دیوتا نے جو سب دیوتاؤں کا باپ ہے انسان کا پُتلا اس طرح بنایا جس طرح کمہار چاک پر برتن بناتا ہے ؂

یونانیوں کی پُرانی روایت یہ ہے کہ پرومیتھئیس دیوتا نے یونان کے ایک ساحلی مقام نیوپیئس کی مٹی سے انسان بنائے تھے۔ ایک یونانی مصنّف پاسنیئس نامی جو دوسری صدی مسیحی میں گزرا ہے لکھتا ہے کہ اس نے نیوپیئس کی مٹی جو بچ رہی تھی دیکھی اس سے اس وقت تک انسانی گوشت کی بُو آ رہی تھی پُرانے بابلیوں میں ابتدائے آفرینش کے متعلق جو داستان رائج تھی وہ ہندوؤں

Marfat.com

اور سنتھالوں کی داستان سے ملتی جلتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے پانی ہی پانی تھا جس میں دو اژدہے آپسو اور طامت رہتے تھے۔ پانی سے دیوتا پیدا ہوئے جنھوں نے نظم قائم کرنا چاہا۔ آپسو کو یہ بات ناپسند آئی اس نے طامت سے کہا کہ آؤ، ہم دیوتاؤں کو تباہ کر دیں لیکن یاع دیوتا نے جو بہت عقلمند تھا آپسو اور اس کے نوکر ممّوں کو قید کر لیا طیامت نے بڑے بڑے دیو پیدا کر لئے جنھوں نے دیوتاؤں پر چڑھائی کر دی بعل مردُوخ نے طیامت اور اس کے لشکر کو جال میں قید کر لیا۔ طیامت کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے زمین اور دُوسرے سے آسمان بنایا۔ آنو۔ یاع اور مردُوخ اکٹھے ہوئے یاع اور آنو نے کہا کہ زمین غیر آباد ہے وہاں انسان نہیں جو دیوتاؤں کے لئے مندر بنائیں اور عبادت کریں۔ مردُوخ نے کہا کہ میرا خُون اور میری ہڈیاں لے جاؤ اسی سے آدمی بناؤ۔ دُوسرا بیان یہ ہے کہ طیامت کے بچّے کنگسو کو قتل کر کے اس کا خُون مٹی میں ملا دیا گیا جس سے آدمی کا پُتلا بنا ؛

ہندوؤں کی روایات میں دیوتاؤں کی طویل داستانیں بیان کرنے کے بعد جو تخلیق کائنات کے متعلق ہیں۔ مذکور ہے کہ موجودہ نسل انسانی کا جدّ امجد دیوس ونت ہے جسے وشنو دیوتا نے مچھر کا اوتار بن کر نگل لیا اور ایک عالمگیر طوفان سے بچایا۔ اس طوفان کے بعد اس نے رایدا کے بطن سے جو اس کی قُربانیوں کے باعث تخلیق ہوئی نسلِ انسانی کو فروغ دیا ؛

یہودی اور عیسائی بائیبل کی کتاب پیدائش کے بیان کے مطابق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے کائنات بنائی اُس کی اشیا پیدا کیں جاندار چیزیں تخلیق کیں پھر آدم کا پُتلا بنا کر اُس میں اپنی روح ڈال دی جو بہشت میں رہنے لگا۔ آدم نے تنہائی محسوس کی تو اس کی پسلی سے ایک عورت حوّا پیدا کر دی۔

Marfat.com

ان دونوں نے جُرم کیا تو انہیں بہشت سے نکال کر زمین پر گرا دیا گیا ان سے نسلِ انسانی چلی۔ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کا بیان بائیبل کی کتاب پیدایش کے بیان سے بعض باتوں میں مشابہ ہے جس میں لکھا ہے کہ خدا نے جس طرح کائنات زمین آسمان اور انواع و اقسام کے جانور درندے چوپائے پرندے اور حشرات الارض پیدا کئے اسی طرح اُس نے انسان کو کھنکھناتے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ بنائی جن سے نسل انسانی پھیلی اور چلی۔ عصر حاضر کے علمائے تحقیق کا نظریہ یہ ہے کہ پہلے پانی میں جاندار اشیا پیدا ہوئیں جو مرور زمانہ کے ساتھ ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئے مختلف قسم کے جانوروں کی صورت اختیار کرتی گئیں۔ ان میں سے ایک شاخ ترقی کرتے کرتے انسان بن گئی۔

ابتدائی معاشرت اور تنظیم

ہم نے مختلف قوموں اور طبقوں کے یہ نظریات و خیالات محض قارئین کی ضیافت طبع کے لئے درج کر دیئے ہیں انہیں تاریخی تحقیق کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ تاریخ کا تعلق محض اِس بات سے ہے کہ آثار کی بنا پر زمین پر حضرت انسان کے وجود اور اس کے حالات کے تغیر کا سُراغ لگایا جائے۔ اس وقت تک جو آثار دستیاب ہو سکے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ آج سے پچاس ہزار سال پہلے اس سطح ارضی پر ایک قسم کا ادنٰے انسان بھی موجود تھا اور موجودہ نسل انسانی کے آباؤ اجداد بھی موجود تھے۔ جو اپنا پیٹ پالنے کے لئے جنگل کی پیداوار پھلوں اور جڑی بُوٹیوں کے علاوہ جانوروں کا شکار بھی کرتے تھے۔ شکار کرنے کے لئے وہ پتھر کے نوک دار اوزار بناتے تھے۔ اور اپنی خوراک یعنی پھل نباتات۔ شہد اور گوشت حاصل کرنے کے لئے وہ روئے زمین پر سرگرداں پھرتے نظر آتے تھے۔

Marfat.com

اس دَور کے انسانوں کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے متعلق جو اندازے قائم کئے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان ٹولیاں بنا کر رہنے والا جانور تھا۔ یہ ٹولیاں ابتدا میں کُنبے۔ قبیلے۔ یا قوم کی شکل میں منظم نہ تھیں۔ ابتدا میں ان ٹولیوں کا نہ کوئی قانون تھا نہ رسم و رواج تھے۔ نہ حکومت تھی۔ نہ سردار تھے نہ پنچائتیں تھیں۔ نہ دیوتاؤں کا کوئی تصوّر موجود تھا۔ نہ شیطانوں کا کوئی احساس۔ ان کے درمیان لڑائی بھی نہیں ہوتی تھی۔ اور غالباً اُمید اور خوف کا احساس بھی مفقود تھا۔ یہ تمام باتیں انھوں نے آئے دن کے تجربوں سے حاصل کیں جو انہیں غذا کی تلاش کے سلسلے میں پیش آتے تھے۔ مرد اور عورت کے اختلاط اور وابستگی نے ان میں رفاقت کا احساس پیدا کیا۔ اس احساس نے ستر چھپانے کی ضرورت کا احساس دلایا۔ اور اس رفاقت کے نتائج یعنی اولاد کی پیدائش نے کُنبے کا احساس پیدا کیا۔ یہاں سے قبیلے بنے اور کُنبے یا قبیلے کے بزرگ کی موجودگی نے منظم سوسائٹی کی بُنیاد قائم کی۔ اس دَور کے انسانوں میں ذاتی ملکیّت کا احساس بھی نہیں تھا بلکہ دُنیا اور اس کی موجودات سے سب افراد یکساں تمتّع حاصل کرتے تھے۔ ذاتی املاک اور قبیلوی املاک کے تصوّرات بعد میں پیدا ہوئے۔ شکاری زندگی اختیار کرنے کے بعد انسان کو دوسرے جانداروں پر اپنی فوقیّت کا احساس ہُوا۔ اس فوقیّت کے حصول میں اس کے جسم کی اور اس کے ہاتھوں کی قدرتی ساخت نے اس کی بہت مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے شعور کی قوّت بھی ترقّی کرتی گئی۔ مافی الضمیر کے اظہار کے لئے پہلے وہ اشارات سے کام لیتا تھا پھر باتیں کرنے لگا شکاری دَور میں اس کی ٹولیاں کافی طور پر منظم ہو چکی تھیں کُنبے اور قبیلے معرضِ وجود میں آگئے تھے۔ اس کے فکر و شعور کی قوتیں بھی ترقّی کر چکی تھیں۔ اور وہ زندگی کے اس منصب کی شاہراہ پر ہو لیا تھا جسے ہم تمدّن کہتے ہیں ؂

دُوسرا باب

پتّھر کا زمانہ قدیم (۱)، دَورِ شکار

(لگ بھگ پچاس ہزار سال قبل مسیح سے پچیس ہزار ق۔ م تک)

شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ۔ نینڈرتھل نسل کا ادنےٰ انسان۔ حقیقی انسان یعنی مَوجُودہ نسلِ انسانی کا ظہور۔ پتّھر کے اوزاروں کی صنعت۔

Marfat.com

Marfat.com

شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ

زمین کے جن طبقوں سے پتھر کے گڑے ہوئے اوزار اپنی ابتدائی شکلوں میں بہنات کے ساتھ ملے ہیں ان کی تہیں جمنے کے وقت کا اندازہ آج سے پچاس ساٹھ ہزار پہلے کے دور کا کیا گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شکار پیشہ انسانوں کی جمعیتیں ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کی سرزمینوں میں کافی تعداد میں پھیل چکی تھیں۔ دُنیائے قدیم کے مختلف قطعات میں انسان کی جمعیّتوں کے پھیلنے اور منتشر ہونے کا یہ عمل مفقود الآثار دور کے آغاز ہی سے شروع ہو چکا تھا جس کی طوالتِ میعاد کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ابتدائی ادوار کے انسانوں کی ٹولیاں اپنے شکار کے جانوروں کے تعاقب میں اور ثمردار اشجار رکھنے والے خطّوں کی تلاش میں ہر طرف پھیلتی چلی گئیں۔ اور بسا اوقات اتنی دُور نکل گئیں کہ ایک گروہ کو دُوسرے گروہ کے حال کی کوئی خبر نہ رہی۔ نوعِ انسانی کے یہ بکھرے ہوئے گروہ شکار اور نباتی خوراک کی تلاش میں آگے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہر گروہ کو جس قسم کے طبعی حالات پیش آتے رہے ان کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے۔ شکار اور اثمار سے زیادہ انہیں چقماق پتھر کی تلاش رہتی تھی جس سے وہ اپنے اوزار بناتے تھے۔ ہزارہا سال نوعِ انسانی کے دُوسرے گروہوں سے

Marfat.com

الگ تھلگ رہنے اور جداگانہ ماحول میں پرورش پانے کے باعث ان کی شکلوں۔ صورتوں اور رنگوں میں جزوی سے اختلافات رونما ہونے لگے۔ اس طرح نوعِ انسانی مختلف نسلوں میں بٹتی چلی گئی۔ اس کے علاوہ زمین کے مختلف اقطاع کے طبعی حالات اور آب و ہوا کی تبدیلیاں بھی ان کی عادات اور ان کی بود و باش کے طریقوں پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ خوشگوار اور موافق فضاؤں میں پرورش پانے والے انسانوں کو اپنی بود و باش کے طریقوں کو بہتر بنانے کا موقع ملتا رہا اور ناموافق ماحول میں رہنے والے انسان بعض اوقات مُردار خوری یا مُردم خوری کی عاداتِ بد کا شکار بننے پر مجبور ہوتے رہے۔ قطعات ارضی کے بعض دُور اُفتادہ گوشوں میں پڑی ہوئی انسان کی جمعیتیں ہزاروں سال اسی عالم میں زندگی بسر کرتی رہیں جس عالم میں کہ ان کے آباؤ اجداد ابتدا میں وہاں پہنچے تھے۔ بعض جمعیتوں نے اپنے ماحول میں نئی نئی دریافتیں اور ایجادیں کیں جن سے آپس میں مختلف قسم کے روابط پیدا ہونے کے باعث نوعِ انسانی کی غالب اکثریت فایدہ حاصل کرتی رہی۔

نینڈرتھل نسل کا ادنےٰ انسان یورپ کی سرزمین سے پتھّر کے نوکیلے اوزاروں کے ساتھ ایسی ہڈّیوں کے ڈھانچے اور کھوپریاں برآمد کی گئی ہیں جو انسان کی موجودہ نسلوں کی جسمانی ساخت سے مختلف جسمانی ساخت کا پتا دے رہی ہیں۔ یہ ہڈّیاں اور کھوپریاں زیادہ تر فرانس اور جنوب مغربی یورپ کے مختلف مقاموں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ کروشیا اور سوئٹزرلینڈ سے بھی اسی قسم کی ہڈّیاں ملی ہیں۔ جرمنی اور سمالٹا سے صرف ایسے دانت ملے ہیں جو متذکرہ صدر ڈھانچوں کے دانتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ سب سے پہلے اس نوعیت کی ہڈّیاں سوئٹزرلینڈ کے

Marfat.com

مقام نینڈرتھل سے ملی تھیں۔ اِس لئے اِس قوم کا نام ہی "نینڈرتھل انسان" رکھ دیا گیا۔ جس کی موجودگی کا یہ پتا دے رہی ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے اور کھوپری کی ساخت سے علم الاعضاء کے ماہرین نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان ہڈیوں اور کھوپریوں والے انسانوں کا چہرہ حقیقی انسانوں کے چہرے کے مقابلے میں کسی قدر لمبوترا تھا۔ ان کا نچلا جبڑا بہت مضبوط ہوتا تھا اور ٹھوڑی محض برائے نام سی تھی۔ دانت ان کے بہت مضبوط اور ٹانگیں موجودہ انسان کے مقابلے میں چھوٹی تھیں۔ ان کے متعلق اِس خیال کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ غالباً وہ موجودہ انسان کی طرح راست قامت نہ تھے۔ بلکہ کسی قدر کُبڑے ہو کر چلتے تھے۔ ان اختلافات کے باوجود کھوپری کی ساخت یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ انسان تھے۔ اور موجودہ نسل کے انسانوں کی طرح دائیں ہاتھ کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ان کے دماغ کا اگلا خانہ کسی قدر چھوٹا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی پیشانی تنگ اور اندر کو دھنسی ہوئی تھی۔ ان آثار کے ساتھ پتھر کے گھڑے ہوئے جو اوزار ملتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ نینڈرتھل نسل کے یہ لوگ شکاری تھے۔ بعض آثار سے اس امر کا سُراغ بھی ملتا ہے کہ وہ آگ کا استعمال جانتے تھے اور اپنے شکار کو آگ پر بھون کر کھاتے تھے۔ عام طور پر غاروں میں رہتے تھے۔ جن سے ان کی استعمال کی ہوئی چیزیں ان کے اوزار اور ان کی ہڈیاں وغیرہ ملتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے مُردوں کو بھی اپنے غاروں میں ایک طرف احتیاط کے ساتھ اُن کے اوزاروں سمیت رکھ دیتے تھے۔

اُن آثار سے جو نینڈرتھل نسل کے انسانوں کے غاروں سے ملتے ہیں اور اس دور کے جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ق۔م سے پچیس ہزار سال ق۔م تک کیا گیا ہے طبعی حالات سے نتائج اخذ کر کے عصر حاضر کے علمائے

تحقیق نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ لوگ جانوروں کی کھالیں لباس کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے اوزاروں میں کھال کو کھرچنے اور صاف کرنے کے اوزار بھی ملتے ہیں۔ چھوٹے جانوروں کا شکار کرتے تھے لیکن مُردار خور بھی تھے۔ اسی لئے گیدڑوں کی طرح شیر کے طفیلی بنے رہتے تھے جو اس دَور میں یورپ کی سرزمین میں بکثرت پایا جاتا تھا۔ گوشت کے ساتھ وہ جنگل کے پھل اور میوے۔ رس والی جڑیں۔ پرندوں کے انڈے۔ شہد۔ مچھلی۔ سانپ اور کیڑے مکوڑے بھی کھاتے ہوں گے۔ اپنے مُردوں کو احترام اور احتیاط کے ساتھ غاروں میں رکھنا ثابت کرتا ہے کہ کُنبہ بنا کر رہنے کا احساس ان میں پیدا ہو چکا تھا۔ ان کا سماجی نظام غالباً پدرانہ تھا۔ یعنی خاندان کے جُملہ افراد بُوڑھے بزرگ کے تابع فرمان رہتے تھے۔

یورپ کی سرزمین سے اس دَور کے جو اوزار فراہم کئے گئے ہیں وہ نہ صرف مختلف قسم کی صنعتوں کا پتا دے رہے ہیں بلکہ ان میں تدریجی صنعتی ترقّی کا سُراغ بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ان اَوزاروں کی ایک نوعیت جن میں چقماق کی اُوپر کی سطح کو چھیل کر نوکدار بنایا گیا ہے دوسری نوعیت سے جو چقماق کے جگر سے بنائے گئے ہیں مختلف ہے اور پہلی قسم کے اوزار دُوسری قسم کے اَوزاروں سے نچلی تہوں میں ملتے ہیں۔ اور عام طور پر دریاؤں کے کنارے دستیاب ہوتے ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ نینڈرتھل نسل کے انسانوں سے علاوہ بھی کچھ لوگ اس دَور سے پہلے یا اس کے ابتدائی حصّے میں یورپ کی سرزمین پر آباد تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مختلف صنعتیں مختلف اقوام کے لوگوں کی ہوں یا مختلف اَدوار کی ہوں۔ اَوزاروں کے سوا جو نینڈرتھل نسل کے انسانوں کی صنعت سے مختلف ہیں۔ کسی دوسری نوعیت کے انسانوں کی موجودگی کا کوئی اور سُراغ نہیں ملتا۔

Marfat.com

حقیقی انسان یا موجودہ نسلِ انسانی

اِس دَور میں جب کہ یورپ کی سرزمین میں نینڈرتھل نسل کے انسان یا ادنےٰ انسان زندگی بسر کر رہے تھے۔ حقیقی انسان کی نسل بحیرہ روم کے مشرقی اور جنوبی ساحلی علاقوں اور خطّوں میں پھیل رہی تھی - اس دَور میں مَوجُودہ نسلِ انسانی کے آباؤ اجداد ایشیائے کوچک - شام - لبنان فلسطین - عراق - عرب - مصر اور صحرائے اعظم کی وادیوں اور میدانوں میں شکار کھیل کر بسر اوقات کر رہے تھے - اِس دَور میں اس خطّۂ زمین کے طبعی حالات موجودہ حالات سے بہت مختلف تھے - جن کا ذکر اگلی فصل میں کسی قدر تشریح کے ساتھ کیا جائے گا سردست یہی ذکر کر دینا کافی ہے کہ شمالی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کی وسیع صحرائیں اس دَور میں گھاس کے سرسبز و شاداب میدان تھیں - جن میں بارش کافی ہوتی تھی جن علاقوں میں آج کل بادِ سموم چلتی ہے اور ریگِ رواں کے ٹیلے بہتے اور اُڑتے ہیں وہاں دریا اور ندیاں رواں تھیں - ان میدانوں میں انواع و اقسام کے جانور جو گھاس پر گزارا کرتے ہیں بڑی کثرت سے موجود تھے - ایشیائے کوچک کی سطح مرتفع پر - نیز شام - لبنان اور حجاز کے کوہستانی علاقوں میں خودرو ثمردار پودے بکثرت پھل پھول رہے تھے - حقیقی انسانوں کے خیل اس معتدل آب و ہوا کے خطّے میں جو ہر قسم کی اچھی

خوراک سے معمور تھا افزائش نسل کے اعتبار سے خوب ترقی کر رہے تھے اس دور کے ان حقیقی انسانوں کے اوزار بھی پتھر ہی کے تھے لیکن ان کی ساخت یورپ کی سرزمین کے ادنےٰ انسانوں کے اوزاروں کی ساخت سے بہت مختلف تھی۔ بلاشبہ جنوب مغربی ایشیا یا شمالی افریقہ کے ملکوں سے تاحال اس دور کے حقیقی انسانوں کا کوئی ایسا سُراغ نہیں ملا جو براہ راست ان کی موجودگی کا ثبوت پیش کرتا ہو۔ لیکن اس حقیقی انسان کی نقل و حرکت کے جو آثار بعد کے ادوار کے متعلق ملے ہیں ان سے اور ان ملکوں کے طبعی حالات سے بالواسطہ یہ نتیجہ اخذ کیا جا رہا ہے کہ اس دور میں جس کا حال ہم اس باب میں بیان کر رہے ہیں۔ حقیقی انسانوں کے خیل ان اقطاع میں پھیل رہے تھے۔ بلاواسطہ آثار نہ ملنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابھی تک ان ممالک میں کھوج لگانے کا کام اس پیمانہ پر شروع نہیں ہوا جس پر کہ یورپ میں ہو چکا ہے۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے ان اقطاع کے بعض ملک بعد میں آنے والے ادوار میں انسانی تہذیب و تمدن کے مستقل گہوارے بنے رہے اس لئے قدیم ترین آثار کو بعد کے آثار نے ناپید کر دیا اور دیگر اقطاع یعنی صحرائے اعظم اور صحرائے عرب ریگستان بن کر رہ گئے جن کی نچلی تہوں کو کھنگالنے کی ابھی نوبت ہی نہیں آئی۔ ان اقطاع میں حقیقی انسان کے نشو و نما پانے کی پہلی آثاری شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ یہ لوگ بعد کے ادوار میں شمالی افریقہ سے چل کر یورپ کی سرزمین میں داخل ہوئے جو اُن دنوں ٹیونس اور سسلی کے باہم ملحق ہونے کے باعث نیز آبنائے جبل الطارق (جبرالٹر) کی جگہ خاکنائے ہونے کی وجہ سے افریقہ سے ملی ہوئی تھی۔

تیسرا باب

پتھر کا زمانہ قدیم (۲) دورِ زراعت کاری)

(پچیس ہزار سال ق-م سے دس ہزار سال ق-م تک)

طبعی اور موسمی حالات کی تبدیلیاں - تصویریں بنانے والے شکاری انسان - کرد میگنان نسل کا انسان - اونٹے انسان کا انجام - ایشیا اور یورپ میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ - گندم کی دریافت - دجلہ اور فرات کی وادی میں زراعت کاری کی ابتدا - جھونپڑے - ٹوکرے اور مٹی کی سلوں کے مکان - لکڑی کا استعمال - پتھر کے بہتر اوزار -

Marfat.com

Marfat.com

طبعی اور موسمی حالات

علم طبقات الارض کے ماہروں نے پہاڑوں کی چٹانوں۔ گلیشیئروں (برفانی ندیوں) کی بنائی ہوئی گھاٹیوں۔ خطِ ثلج کے آثاروں اور دیگر طبعی نشانوں کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے کہ تیس ہزار قبل مسیح سے بیس ہزار قبل مسیح تک کے دور میں نصف کرۂ شمالی کے بالائی حصے میں بڑی شدت سے برف باری ہوتی رہی جس کے دوران میں نہ صرف اونچے پہاڑوں کا خطِ ثلج اپنی موجودہ پوزیشن سے دو ہزار فٹ تک نیچے آگیا بلکہ یورپ ایشیا اور امریکہ کے براعظموں کے شمالی حصے برف کی ایک مستقل چادر کے نیچے دب گئے۔ اور پہاڑوں کی برفانی ندیاں خط ثلج سے بھی کئی ہزار فٹ نیچے تک بہنے لگیں۔ برف کی چادر قطب شمالی سے لے کر شمالی جرمنی۔ وسطی روس۔ اور سائبیریا کے جنوب میں منگولستان اور صحرائے گوبی تک پھیلی ہوئی تھی۔ پامیر اور تبت کی اونچی سرزمینیں بھی برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ اس کیفیت کا نتیجہ یہ تھا کہ بحر اوقیانوس سے اٹھنے والی جو ہوائیں آجکل براعظم یورپ پر چلتی اور بارش برسانے کا موجب بنتی ہیں وہ اس برفانی دور میں صحرائے اعظم اور بحیرۂ روم کے نواحی ملکوں کو سیراب کیا کرتی تھیں۔ اور جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کی آب و ہوا کو بھی معتدل اور خوشگوار بناتی تھیں۔ اس کیفیت کے باعث

Marfat.com

صحرائے اعظم اور عربستان کے وسیع و عریض میدانی علاقے سرسبز رہتے تھے جن میں گھاس چرنے والے سُم دار جانوروں کی متعدد قسمیں پرورش پا رہی تھیں۔ اس زمانے کے جغرافیائی حالات بھی موجودہ حالات سے مختلف تھے۔ افریقہ کا براعظم ٹیونس اور سسلی کی راہ سے نیز خاکنائے جبل الطارق کی راہ سے (جہاں اب آبنائے ہے جو بحر اوقیانوس کے پانی کو بحیرہ روم میں ڈالتی رہتی ہے اور اس وجہ سے بحیرۂ روم کی سطح آب نے بلندتر ہو کر سسلی کے گرد و نواح کی خشکی کو ڈھانپ لیا ہے۔) یورپ سے ملا ہوا تھا۔ اور بحیرۂ روم دو جھیلوں میں منقسم ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ایشیائے کوچک اور بلقان بھی آپس میں ملحق تھے۔ اور بحیرۂ اسود ایک اندرونی جھیل بنا ہوا تھا۔ دکن اور افریقہ بھی اس دور میں یا اس دور سے بہت پہلے آپس میں ایک طویل براعظم کی وساطت سے ملے ہوئے تھے اور جزائر شرق الہند آسٹریلیا اور فلپائن تک جزیرہ نمائے ہند چینی سے ملحق تھے ایشیا کا شمال مشرقی کونا راس بیرنگ امریکہ کے شمال مغربی گوشے الاسکا سے ملا ہوا تھا۔ طبقات الارض اور طبعیات کے عالموں نے یہ اندازے مختلف حصوں میں سمندر کی گہرائیاں ماپ کر اور جزیروں کے طبعی حالات کو دیکھ کر لگائے ہیں۔ ان دعووں کے ثبوت میں جو دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں وہ کافی وزنی ہیں جنہیں درج کرنا ہمارے موضوع کے لحاظ سے خارج از بحث ہے ؎

پچیس ہزار سال قبل مسیح کے قریب برفانی دور کی شدت اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی تھی جس کے بعد اس میں تدریجی کمی واقع ہونے لگی۔ بیس ہزار سال قبل مسیح تک پہاڑوں کا خط ثلج پھر اپنی اصلی جگہ پر چلا گیا۔ گلیشیئر یعنی برفانی ندیاں جو پہاڑوں کے دامنوں تک اُتر آئی تھیں اُوپر ہی اُوپر پگھلنے لگیں۔ اور برف کی چادر جو شمالی اقطاع پر پھیلی ہوئی تھی پگھل کر غائب ہو گئی۔ اس کی جگہ

Marfat.com

دریا۔ نالے۔ ندیاں۔ جھیلیں اور دلدلیں بن گئیں اور جوں جوں موسم زیادہ خوشگوار ہوتا گیا اُس کے وسطی حصّے ترکستانات۔ صحرائے گوبی اور منگولستان میں گھاس کے وسیع سر سبز میدان پیدا ہوگئے۔ جن میں کئی قسم کے جانور مثلاً گھوڑے۔ گورخر۔ ہرن۔ بیل۔ رین ڈیئر۔ گینڈے۔ خرگوش۔ بارہ سنگے۔ مینڈھے۔ وغیرہ پرورش پانے لگے۔ اور گھاس کی افراط کے باعث ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہونے لگا۔ منگولیا سے لے کر مغربی یورپ کے مُلکوں تک یا بہ الفاظ دیگر بحرالکاہل سے لے کر بحر اوقیانوس تک سر سبز میدانوں کی ایک مسلسل قطار بن گئی گویا گھاس کے جنوبی سر سبز میدانوں کے مقابلے میں جو شمالی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کے وسیع خطوں میں پھیلے ہوئے تھے شمالی سر سبز میدانوں کا ایک نیا سلسلہ قائم ہونے لگا جن کے درمیان کی حد فاصل کوہستانوں کی وہ زنجیر تھی جو پیرنیز۔ ایلپس۔ کارپیتھیئن طورس۔ قاف الوند۔ ہندوکش اور سلسلہ کوہستانات التائی اور ان کے آس پاس کے مرتفع ممالک کی سرزمینوں پر مشتمل ہے ؛

تصویریں بنانے والے شکاری انسان

ہم لکھ چکے ہیں کہ حقیقی انسانوں کی جمعیتیں طبعی حالات کے موافق ہونے کے باعث شمالی افریقہ اور صحرائے اعظم کے سرسبز میدانوں میں دیر سے پرورش پا رہی تھیں۔ بیس ہزار قبل مسیح کے زمانہ کے لگ بھگ جیسا کہ ہم اوپر کی فصل میں بیان کر چکے ہیں یورپ کی سرزمین جانوروں سے معمور ہونے لگی اور شمالی افریقہ کے صحرائی جانور خاکنائے سسلی اور خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے یورپ کا رُخ کرنے لگے۔ ان جانوروں کے پیچھے پیچھے شکاری انسانوں کی ٹولیاں بھی یورپ کی سرزمین میں داخل ہونے لگیں۔ اور حقیقی انسان یورپ کے میدانی علاقوں میں پھیلنے لگے۔ کئی صدیاں یہی عمل جاری رہا اور یہ حقیقی انسان آہستہ آہستہ اٹلی کی سرزمین میں پھیلتے ہوئے رائیوسیریا کے میدان کی راہ سے فرانس کے جنوب مشرقی حصوں میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں کی جو جمعیتیں خاکنائے جبل الطارق کی راہ سے یورپ میں داخل ہو رہی تھیں وہ آہستہ آہستہ ہسپانیہ میں پھیلتی ہوئی جنوب مغربی فرانس تک پہنچ گئیں۔ اور فرانس سے مشرق کی جانب رُخ کرتی ہوئی وسطی یورپ کے مُلکوں تک جا پہنچیں۔ ان لوگوں کی اس نقل و حرکت کا سُراغ ان کے ان ہتھیاروں سے ملتا ہے جنہیں یہ لوگ استعمال کرتے تھے۔ اور جن کی ساخت ادنیٰ نسل کے انسانوں کی صنعت کاری

اوزاروں سے بہت مختلف اور بہت ترقی یافتہ تھی۔ ان لوگوں کی اوزار سازی کو اورگ نیشی صنعت کا نام دیا گیا ہے۔ اس صنعت کے اوزار یورپ کے میدانی علاقوں میں ایلپس کے پہاڑی علاقے کو چھوڑ کر شمال میں جنوبی انگلستان تک اور مشرق میں رومانیہ اور روس تک ہر جگہ بہ افراط ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار قبل مسیح کے زمانہ تک یہ لوگ سارے یورپ میں پھیل چکے تھے۔ یہ اوزار بہت سبک اور بہت زیادہ نفیس ہیں۔ ساخت کے اعتبار سے لمبے پتلے اور نوکیلے ہیں جن کے بنانے پر خاص محنت صرف ہوتی ہو گی۔ اس صنعت کے اوزاروں میں پتھر کے ایسے چاقو بھی شامل ہیں جن کے ایک طرف تیز دھار ہے اور دوسری طرف پشت کو گھڑ کر کند کر دیا گیا ہے تاکہ استعمال کے وقت ہاتھ سے پکڑنے میں سہولت ہو۔ اورگ نیشی صنعت سے ملتے جلتے اوزار ٹیونس کے مقام غفصہ سے بھی دستیاب ہوئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ لوگ افریقہ سے ٹیونس اور سسلی کے راستے داخل ہوئے تھے۔ مراقش کے بعض حصّوں سے بھی اس غفصوی یا اورگ نیشی صنعت سے ملتے جلتے اوزار ملے ہیں اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ شام کی سرزمین سے بھی اس قسم کے اوزار ملے ہیں۔ یہ بات شاید اس صنعت کے اصلی منبع کا سُراغ دے رہی ہو۔ اور ظاہر کرتی ہو کہ شمالی افریقہ کے یہ شکاری جو اس دَور میں یورپ کی سرزمین پر چھا رہے تھے شام اور جنوب مغربی ایشیا کے اُن شکاریوں ہی کی ایک شاخ تھے جو اس سے پہلے دَور میں صحرائے عرب میں شکار کھیلتے نظر آ رہے تھے۔

یورپ کی سرزمین سے اس دَور کے انسانوں کی جو کھوپریاں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی افریقہ سے آنے والے یہ لوگ دو مختلف نسلوں سے

Marfat.com

تعلق رکھتے تھے ایک نسل ایسے لوگوں کی تھی جن کی کھوپڑی میں دماغ کا خانہ موجودہ دَور کے انسانوں کے دماغ کے خانے سے بہت بڑا تھا۔ اس نسل کی عورت کے دماغ کا خانہ موجودہ زمانے کے مردوں کے دماغ کے خانہ سے بڑا تھا۔ یہ لوگ طویل القامت۔ مضبوط۔ تنومند اور وجیہہ شکلیں رکھنے والے تھے۔ دُوسری نسل کے لوگ جو افریقہ سے یورپ میں داخل ہوئے۔ پستہ قد تھے ان کی کھوپڑیاں حبشی نسل کے انسانوں کی کھوپڑیوں سے ملتی جلتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پستہ قد شکاریوں کی زیادہ تعداد شمال کی طرف ہجرت کرنے کے بجائے صحرائے اعظم کے جنوب میں افریقہ کے جنگلوں کی طرف چلی گئی۔ اور ان کا کچھ حصّہ کومیگنارڈ یا کرومیگنان نسل کے لوگوں کے ساتھ یورپ میں داخل ہو گیا۔

کرومیگنان شکاری تصویریں بنانے کے بہت ماہر تھے۔ ہسپانیہ کے غاروں میں جن میں ان لوگوں نے اپنے رہنے سہنے کے لئے گھر بنائے تھے ان کی بنائی ہوئی تصویریں بہ افراط ملتی ہیں۔ اکثر تصویریں ان جانوروں کی ہیں جن کا وہ شکار کیا کرتے تھے۔ ابتدائی تصویریں محض خاکے ہیں جو غار کی گیلی دیواروں پر اُنگلی سے کھینچے گئے ہیں۔ بعض دیواروں پر مردوں عورتوں اور بچوں کے ہاتھ کے نشانات بھی لگے ہوئے ہیں۔ جو گیلی دیوار پر ہاتھ کو چپکا اور دبا کر عمداً لگائے گئے ہیں۔ بعد کی بنائی ہوئی تصویریں آرٹ کی ترقی کو ظاہر کرتی ہیں۔ خاکوں میں نقطے ڈال کر یا لکیریں کھینچ کر شیڈ دیئے گئے ہیں بعض غاروں میں رنگین تصویریں بھی دیکھی گئی ہیں۔ بعض چٹانوں پر ایسی تصویریں بھی ملتی ہیں جو پتھر کو کھود کر بنائی گئی ہیں۔ ایک تصویر میں شکاری انسان بارہ سنگے کا تعاقب کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ انسان کی تصویر سے بہت پھرتی ظاہر ہو رہی ہے۔ اور بارہ سنگا بھی سرپٹ بھاگ رہا ہے۔ شکاری کا سنگی اوزار اس کی

Marfat.com

پیلیٹھ کے نزدیک دکھایا گیا ہے۔ ان تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شکاری لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ بعض تصویریں ایسی بھی ہیں جن میں جانوروں کو انسان کی طرح کھڑے دکھایا گیا ہے یا انسان کو جانور کے بھیس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ بعینہ اسی قسم کی ترقی یافتہ تصویریں عراق کی ابتدائی سُمیری تہذیب کے آثار میں ملتی ہیں جو اس دور سے پانچ چھ ہزار سال بعد کے زمانے کی ہیں۔ انسان نما جانوروں یا جانور نما انسانوں کی یہ سمیری تصویریں پتھر کو کھود کر بنائی گئی ہیں اور آرٹ کے اعتبار سے بدرجہا ترقی یافتہ ہیں۔ لیکن موضوع کی یکسانی ظاہر کر رہی ہے کہ تفریح طبع کی یہ صورت حقیقی انسان کی نسل میں کتنے ہزار سال رائج رہی۔ اگر یہ تصویریں جادو کی رسموں کو ظاہر کرتی ہیں جیسا کہ سُمیری تصویروں کے متعلق بعض علمائے تحقیق نے رائے ظاہر کی ہے تو یہ رائے قائم کرنا ہی بعید از قیاس نہیں کہ جادو کی یہ رسمیں پانچ سات ہزار پہلے کے شکاری انسانوں میں بھی رائج ہو چکی تھیں۔

ایسے آثار بھی ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگ اپنے مُردوں کو ان کے لباس اور اوزاروں سمیت دفن کیا کرتے تھے۔ شکار آگ پر بھون کر کھاتے تھے۔ پتھر کے ٹکڑوں سے بڑے سبک اور نفیس ہتھیار بناتے تھے۔ اور بہت خوش طبع لوگ تھے۔

نینڈرتھل نسل کا انجام

یورپ کی سرزمین میں حقیقی انسانوں کا داخلہ کوئی بیس ہزار ق۔م سے شروع ہوا جب کہ برفانی دور ختم ہو چکا تھا اور میدانی علاقے سرسبز چراگاہیں بن چکی تھیں جن میں افریقہ اور ایشیا کے میدانوں سے انواع و اقسام کے حیوانات کی نسلیں پھل پھول رہی تھیں آثار بتا رہے ہیں کہ اس دور سے پہلے اس سرزمین میں

Marfat.com

نینڈرتھل نسل کے ادنےٰ انسان آباد تھے لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نسل کے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ اس دوسرے دَور کے طبقاتِ ارضی میں جہاں حقیقی انسانوں یعنی افریقہ کی سرزمین سے آنے والے لوگوں کے اوزار اور دیگر آثار کثرت سے ملتے ہیں وہاں نینڈرتھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کے آثار یکسر مفقود ہو جاتے ہیں۔ ان ادنےٰ انسانوں کے متعلق حکمائے یورپ کا ایک نظریہ یہ ہے کہ انہیں حقیقی انسانوں نے کسی دوسری نوع کی ادنےٰ مخلوق سمجھتے ہوئے لڑ بھڑ کر فنا کے گھاٹ اُتار دیا ہو گا۔ اور جن غاروں میں وہ رہتے تھے ان پر قبضہ جما لیا ہو گا۔ دُوسرا نظریہ یہ ہے کہ برفانی دَور کی شدت کے زمانے میں نینڈرتھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کی بڑی تعداد جنوب مغربی یورپ کے میدانوں سے ہوتی ہوئی خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے افریقہ میں داخل ہو گئی ہو گی اور افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوئی وسط افریقہ کے جنگلوں میں پہنچ گئی ہو گی۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ حقیقی انسانوں کی غالب اکثریت نے نینڈرتھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کو اپنے میں جذب کر لیا ہو گا۔ ان تینوں نظریوں میں سے پہلا نظریہ زیادہ قرینِ قیاس نظر آتا ہے کیونکہ اس دَور کے ابتدائی پانچ ہزار سال ہی سے اس نسل کے آثار مفقود ہو جاتے ہیں اور یورپ سے باہر افریقہ یا ایشیا میں ان ادنےٰ انسانوں کے موجود ہونے کا کوئی سُراغ اب تک نہیں ملا۔ یورپ کے علمائے تحقیق کا خیال یہ ہے کہ یہ ادنےٰ انسان ایک لاکھ سال ق۔م کے قریب وسط ایشیا کے میدانوں سے یورپ میں گئے تھے۔ لیکن اس امر کی کوئی آثاری شہادت موجود نہیں۔ ایک کھوپری چین میں پیکن کے قریب اور دوسری کھوپری افریقہ کے ملک روڈیشیا میں بروکن ہل کے قریب ملی ہے جس کے متعلق یہ شُبہ کیا جاتا ہے کہ وہ

Marfat.com

نینڈرتھل انسان کی کھوپریوں کے مشابہ ہیں لیکن مشابہت چونکہ تام یا اقرب نہیں اور کھوپری صرف ایک ایک ہے اس لئے کوئی دُور رس نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ نینڈرتھل نسل کا اونٹے انسان غالباً یورپ کی سرزمین ہی کا اصلی باشندہ تھا جو اسی برّ اعظم کی خاک میں دفن ہو کر ختم ہو گیا۔ یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں کہ نینڈرتھل نسل کے اونٹے انسان اور کرومیگنان نسل کے عظیم الجثّہ انسان ساری سطح ارضی پر پھیلے ہوئے ہوں جن کو حقیقی انسان کی نسل نے لڑ بھڑ کر ختم کر دیا ہو۔ تمام قوموں کی قدیم ترین روایات اور حکایات میں انسانوں اور دیوؤں کی لڑائیوں کا بہت ذکر آیا ہے۔ شاید یہ کہانیاں اسی دَور سے متعلق ہوں جب حقیقی انسان سطح ارضی پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے متذکرہ صدر نسلوں کے لوگوں سے برسرِ پیکار رہتا تھا۔

Marfat.com

ایشیا میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ

پچیس ہزار سال ق - م سے دس ہزار سال ق - م تک کے زمانے میں ہم حقیقی انسانوں کی شکاری جمعیتوں کو شمالی افریقہ کے سرسبز میدانوں میں جو بحیرۂ قلزم سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلے ہوئے تھے اور جن کی جنوبی حد استوائی وسطی افریقہ کے گھنے جنگل بنا رہے تھے۔ پھیلتے ہوئے اور یورپ کی سرزمین میں وسطی یورپ کے کوہستانی اور شمالی یورپ کے برفانی علاقوں کو چھوڑ کر تمام سرسبز میدانوں پر چھاتے ہوئے دیکھ چکے ہیں اس حقیقت کے ثبوت میں بلاواسطہ آثاری شہادتیں بھی مل رہی ہیں۔ ادھر ایشیا کی سرزمین میں بھی حقیقی انسانوں کے پھیلاؤ کا عمل اسی طرح جاری تھا اور طالع آزما شکاری انسانوں کی ٹولیاں ایشیا کے وسیع میدانوں میں ہر چہار طرف پھیل رہی تھیں۔ برفانی دور کے زوال اور خاتمہ کے باعث ترکستان اور سائبیریا کے میدان سرسبز چراگاہیں بن رہے تھے۔ جن میں شکار کے جانوروں کی نسلیں خوب ترقی کر رہی تھیں۔ شکاری انسانوں کی کئی لہریں اس دور میں جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں سے جو نسلِ انسانی کا ابتدائی گہوارہ تھا اٹھیں اور بحیرۂ خزر (کیسپین) کے جنوبی علاقے میں سے گزر کر ترکستانات اور ان کے شمال میں سائبیریا کی چراگاہوں کو کنگھالتی ہوئی ایشیا کے شمالی

مشرقی کونے بہرنگ تک پہنچ گئیں۔ جو ان دنوں میں شمالی امریکہ کے شمال مغربی کونے ایلاسکا سے ملا ہوا تھا۔ اس راستے سے حقیقی انسانوں کے کئی خاندان شمالی امریکہ کی سرزمین میں داخل ہو گئے۔ اور اس براعظم کے پہاڑوں اور میدانوں کو کنگھالنے لگے۔ اسی دور میں حقیقی انسانوں کی بعض ٹولیاں جنوبی ایران کے میدانی علاقوں سے گزرتی ہوئی بلوچستان اور سندھ کی راہ سے ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوئیں۔ قطعی آثار کی عدم موجودگی کے باعث یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دور میں حقیقی انسانوں کی طالع آزما جمعیتیں براعظم ایشیا کے کون کون سے ملک میں داخل ہو چکی ہوں گی لیکن اس براعظم کے وسطی اور شمالی سرسبز میدانوں میں انسانوں کی کثیر تعداد پہنچنے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے ادوار میں یہ سرزمین انسانوں کی جمعیتوں کو ہر چہار طرف منتشر کرنے والا گہوارہ نمبر ۳ بنتی ہوئی نظر آتی ہے۔ گہوارہ نمبر ا جنوب مغربی ایشیا کا سرسبز میدانی علاقہ اور گہوارہ نمبر ۲ افریقہ کا میدانِ اعظم تھا جہاں سے انسانی جمعیتوں کے منتشر ہونے کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

دجلہ و فرات کی وادیوں میں زراعت کاری کی ابتدا

انسانی قبیلوں کو سب سے پہلے جس چیز نے کسی ایک جگہ کا پابند ہو کر بستیاں بسانے پر مجبور کیا وہ کسی خطّے کے خودرَو پودوں سے اناج حاصل کرنے کی دریافت تھی۔ قیاس غالب یہ ہے کہ خودرَو اناج کو غذا کے طور پر استعمال کرنے کی دریافت کے بعد انسان کے بعض کنبوں نے اس علاقے کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا ہوگا جس میں کہ اس کے پودے قدرتی طور پر پھلتے پھولتے ہوں گے اور وہ اسی نئی غذا کو اس کے پکنے کے موسم میں جمع بھی کر لیتے ہونگے تاکہ بعد میں کام آتی رہے۔ قدرتی پھلوں اور شکار کے گوشت کو جمع کر کے رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ غذائیں بہت جلد گل سڑ کر خراب ہو جاتی ہیں لیکن اناج ایک ایسی غذا تھی جو سارا سال کام آ سکتی تھی۔ اناج کی دریافت کے باعث انسان کے بعض قبیلوں کو ایک خاص موسم میں محنت مشقّت کرنے اور بعد میں فارغ ہو کر بیٹھنے کے مواقع میسّر آنے لگے اور پھلوں کی تلاش اور شکار کی زحمت ان کے لئے ایک ثانوی حیثیّت کی بات بن کر رہ گئی۔ جسے وہ کبھی ضرورتاً اور کبھی محض غذا کے تنوّع کی خاطر تفریحاً اختیار کرتے ہوں گے۔ یہ امر بھی قرین الفہم ہے کہ خودرَو اناج کی دریافت نے نوعِ انسانی کے مختلف قبیلوں کے درمیان اس کے حصول کی کشمکش پیدا کر دی

Marfat.com

ہوگی جو بسا اوقات جنگ و جدال کا موجب بن جاتی ہوگی اور طاقتور قبیلے ایسے خطّے پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہو جاتے ہوں گے جن میں خود رو اناج پیدا ہوتا تھا۔ یہ کشمکش مختلف قبائل کے درمیان زمین کے ٹکڑوں کی تقسیم پر منتج ہوئی اور اس طرح زمین کی ملکیت اور حد بندی کا رواج پیدا ہؤا یہ رواج زمین کے مالکانہ حقوق کی صورت میں آج تک قائم ہے اور نوعِ انسانی کے درمیان جدال و قتال کا بازار گرم رکھتا ہے ۔

عصرِ حاضر کے علمائے تحقیق نے اس خطّے کے تعیّن کے لئے جہاں سے انسان کو پہلے پہل اناج ملا بہت چھان بین کی ہے اور ان میں سے اکثر کی نگاہیں پھر کر اُس وادی کی طرف گئی ہیں جو سلسلۂ کوہستان طورس کے دامن کی ترائی بنا رہا ہے۔ اور جہاں سے دجلہ اور فرات پہاڑوں سے اُتر کر میدانی علاقے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ رائے قائم کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ گندم کی کاشت اور زراعت کاری کے قدیم ترین آثار جو اس وقت تک دستیاب ہو سکے ہیں وہ دجلہ فرات اور نیل کی وادیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے علمائے تحقیق کے درمیان اس بارے میں اختلاف تھا کہ دجلہ اور فرات کی وادیوں اور نیل کی وادیوں میں کس جگہ کے تمدن کو تقدّم حاصل ہے لیکن اب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ دجلہ و فرات کی وادیوں کا تمدن نیل کی وادی کے تمدن سے زیادہ پُرانا ہے۔ لہذا اناج کی زراعت اور کاشت میں سبقت کرنے کا سہرا انہی وادیوں کو حاصل ہے۔ یہ رائے قائم کرنے کی دُوسری وجہ جو پہلی کی بہ نسبت زیادہ وزنی ہے یہ ہے کہ سلسلۂ کوہستانِ طورس کے دامن میں اب بھی ادنٰے حیثیت کی خود رو گندم کے پودے ملتے ہیں جو اِس بات کا پتا دے رہے ہیں کہ گیہوں کا پودا ابتداءً اسی سرزمین کی پیداوار ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں انسان نے پہلے پہل دانۂ گندم کھایا اور نسلِ انسانی

Marfat.com

تمدن کی بنیادیں استوار کیں جس نے اسے ہزاروں اور لاکھوں قسم کے مسائل سے دُو بدُو کر کے اس نوبت کو پہنچایا جو ہم آج کل ہزار ہا سال کا طویل زمانہ گزارنے کے بعد دیکھ رہے ہیں +

اناج کی دریافت کے بعد اس کی کاشت کی طرف انسان کی توجّہ کا مبذول ہونا ایک قدرتی اور لازمی نتیجہ تھا۔ اب انسان کے قبیلوں نے آپس میں تقسیم کئے ہوئے قطعاتِ ارضی میں گیہوں کی باقاعدہ کاشت شروع کر دی۔ اور وہ اپنے پتھر کے اوزاروں سے زمین کو کھود کر اناج بونے لگے اور وافر مقدار میں اپنی کھیتیوں کا حاصل کاٹنے لگے۔ کھیتوں کی نگہداشت کی ضرورت نے انہیں ایک جگہ جم کر رہنے پر مجبور کر دیا۔ لہذا انہوں نے جھونپڑے اور گھر بنا لیے۔ اناج کو سنبھالنے کے لئے انہیں برتنوں کی ضرورت پیش آئی جو ابتدا ابتدا میں انہوں نے جانوروں کی کھالوں سے اور مٹّی کے کچے بھڑولوں سے پوری کی کچھ زمانہ گزرنے کے بعد انہیں مٹّی کے برتنوں کو آگ میں پکانے کی صنعت ہاتھ آ گئی۔ غرض گندم کی دریافت انسان کی زندگی میں کئی قسم کے انقلابات لانے کا سبب بن گئی۔ اور وہ اپنے نئے تمدّن کی ضروریات کے مطابق پتّھر کے نئے نئے اوزار بنانے لگے جن میں زمین کھودنے کے ہل اور کدال اور فصل کاٹنے کی درانتیاں بھی شامل ہیں۔ زراعت کی خاطر زمین کھودنے کے لئے جو اوزار استعمال کئے جاتے وہ گھس جاتے تھے اس سے پتّھر کو گھسا کر نوکدار اوزار بنانے کا گُر ہاتھ آ گیا۔ جو شکاری دَور کے انسانوں کی صنعت میں نایاب تھا۔ گھر بنانے کی ضرورت نے انہیں لکڑی کا جائزہ لینے کی طرف مائل کیا اور وہ پتّھر کے تیشے بنا کر بنجاری کی صنعت کو فروغ دینے لگے۔ جن خطّوں میں پتّھر آسانی سے مل سکتا تھا وہاں انہوں نے گھر بنانے کے لئے پتّھر کی گھڑی ہوئی سلیں استعمال کیں اور میدانی علاقوں میں

Marfat.com

وہ مٹّی کی سِلوں سے کام لینے لگے جو پہلے سانچے کی کچّی اینٹوں کی شکل میں منتقل ہوگئیں اور پھر انھوں نے بھٹّے میں پکائی ہوئی پُختہ اینٹوں کی صُورت اختیار کرلی۔ ان تمام ایجادوں کے آثار عراق اور مصر کی قدیمی بستیوں کی کھدائی سے ملے ہیں۔ جو زراعت کاری کے دَور کی ابتدا کا سُراغ بتا رہے ہیں اس دَور کے انسان کے دماغ کا اپنی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق نئی نئی ایجادوں کی طرف مائل ہونا بہت کچھ اس حقیقت کا مرہونِ منّت تھا کہ گیہوں کی فصل کاٹ کر سال بھر کے لئے خوراک کا ذخیرہ کرلینے کے باعث انہیں فرصت کا کافی وقت ملنے لگا۔ جسے وہ تمدّن کی تعمیر پر صرف کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے صنعت کاروں کی داغ بیل بھی اسی دَور سے پڑنے لگی ہوگی۔ درختوں کی شاخوں سے ٹوکرے بنانے کی ٹیکنیک حاصل کرکے وہ چٹائیاں بُننے لگے اور چٹائی بُننے کی مشّاقی مہارت نے ان کے فکر کو درختوں کی چھال کے ریشوں سے کپڑے بنانے کی طرف مائل کردیا۔ مختلف قسم کی محنتوں کے اثمار کا آپس میں تبادلہ باہمی تجارت کو فروغ دینے کا موجب بنا۔

علمائے تحقیق کا اندازہ یہ ہے کہ اس ہلال نما زرخیز خطّے میں جو صحرائے عرب کے قوس نما شمالی سرحد کے اوپر خلیج فارس سے لے کر بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کے شمالی بازوؤں تک پھیلا ہُوا ہے۔ جسے دجلہ۔ فرات اور یرُدون کی ندیاں سیراب کرتی ہیں۔ اور جس کے شمال میں ایشیائے کوچک کی سطحِ مرتفع کا سلسلۂ کوہستان طورس اور مشرق میں ایران کا سلسلۂ کوہستان زیگرس واقع ہے زراعت کاری کی ابتدا کوئی بیس ہزار ق۔م سے ہوچکی تھی اور دجلہ فرات اور یرُدون کی وادیوں میں زراعت پیشہ انسانوں کی بستیاں آباد ہونے لگی تھیں۔ دس ہزار سال ق۔م تک اس خطّے کا زراعتی تمدّن بہت کچھ ترقّی کرچکا تھا۔ اِدھر یہ

Marfat.com

کیفیت تھی اُدھر ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے میدانوں میں شکاری انسانوں کی جمعیتیں جانوروں کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھیں۔ شکاری انسانوں کو زیادہ ساز و سامان کی ضرورت نہ تھی اس لئے ان کا سرمایہ کھال کے کپڑے۔ کھال کے مشکیزے۔ چمڑے کے جام اور سینگ کے پیالے اور اسی قسم کی چھوٹی موٹی چیزوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ بارش اور دھوپ سے قدرتی پناہ گاہوں یعنی غاروں اور درختوں وغیرہ کو استعمال کرتے تھے اور میدانوں میں جانوروں کی کھالوں سے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ یہ امر بھی قرینِ قیاس ہے کہ دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے اس دَور کے متمدّن اور شکاری دونوں قسم کے انسان لکڑیاں باندھ کر ٹلّے بنانے کی ترکیب جان چکے ہوں گے۔ جو بعد میں کشتی۔ چپّو اور بلّی ایجاد کرنے پر منتج ہوئی ؎

اس دَور کے انسانوں کے مذہبی خیالات اور معاشرتی آداب و رسوم کے متعلّق آثاری شہادت نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتّہ مُردوں کو ان کے لباس اور اوزاروں سمیت دفن کرنے کی رسم عام نظر آتی ہے اور ہر جگہ کے لوگوں میں ایک امرِ مشترک ہے۔ اس رسم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندگی میں بھی ایک دوسرے کی نجی اشیا کو استعمال کرنا معیوب خیال کرتے ہوں گے۔ اور بعض ممنوعات ان میں رائج ہو چکی ہوں گی۔ اس دَور کے لوگوں کا سوشل نظام پدرانہ تھا۔ یعنی ایک بزرگ کی اولاد ایک کُنبہ یا قبیلہ بن کر رہتی تھی۔ اور اکثر قبیلوں کو ان کے مورثِ اعلےٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ستر ڈھانپ کر رکھنے کی عادت اِس امر کا پتا دے رہی ہے کہ ان کے ازدواجی تعلّقات منظّم ہو چکے تھے اور شرم و حیا نیز ایک دوسرے کے ازدواجی رشتوں کا احترام ان کی عادات کا خاصہ بن چکا تھا۔ قُدرت کے مظاہر ان کی طبیعتوں پر بھی اثر انداز

Marfat.com

ہوتے ہوں گے اِس لئے وہ مخفی قوتّوں کے قایل ہو کر خوف اور وہم کے احساسات
سے بھی آشنا ہو چکے تھے اور کوئی عجب نہیں کہ ان میں سے بعض کا فکر کسی قادرِ مطلق
ہستی کے وجود کا قایل ہو جو مصیبت کے وقت انسان کی مددگار بنتی ہے اور
کائنات کے حیرت افزا مظاہر پر حکم فرما ہے۔ دُکھ۔ تکلیف یا مصیبت کے وقت
اپنے مرے ہوئے بزرگوں کو یاد کرنا اور ان کی رُوحوں سے استمداد کرنا تو
ایک طبعی چیز ہے۔ جو اس دَور کے انسانوں میں رواج پا چکی ہو گی۔ اگرچہ اس کے
آثار بعد کے دَور کے لوگوں میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ مُردوں کو لباس۔
اوزار اور کھانوں سمیت دفن کرنے کی رسم سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ شاید
وہ لوگ دوبارہ حیات بعد ممات کی کسی صُورت کے قایل ہوں اور یہ عقیدہ
رکھتے ہوں کہ مرنے والے قبر میں جا کر پھر زندہ ہوتے ہیں لہذا انہیں اپنے سامان
کی ضرورت پیش آسکتی ہے ۔

Marfat.com

Marfat.com

چوتھا باب

پتھّر کا زمانہ جدید (۱) دورِ تمدّن)

(دس ہزار سال ق-م سے پانچ ہزار سال ق-م تک)

یورپ میں اسپ خور انسانوں کی یلغار۔ پتھر کے نئے اوزار۔ جانوروں کا سدھانا اور پالنا۔ زراعت کاری کی ترقّی۔ دیہات۔ قصبے اور شہر قبائلی تنظیم۔ مذہبی پیشوا اور قومی سردار۔ اوزار سازی کی نئی نئی صنعتیں۔ مٹّی کے برتن پکانے اور رنگنے کا فن۔ پُختہ اینٹوں کے مکان۔ غلّہ پیسنے کی چکیاں۔ کپڑا بُننے کی حرفت۔ کھانا پکانے کے فن میں ترقی۔ نسلوں۔ زبانوں۔ عقیدوں اور رسم و رواج کا اختلاف۔ اوہام پرستی۔ جادُو اور جنتر منتر۔

Marfat.com

Marfat.com

یورپ کی سرزمین پر اسپ خوروں کی یلغار

اس دور کی ابتدا یورپ کی سرزمین پر اسپ خور شکاری انسانوں کی یلغار سے ہوتی ہے جو یوریشیا کے سرسبز میدانوں سے چل کر یورپ کی سرزمین میں جنگلی گھوڑوں کا شکار کھیلتے ہوئے کوہستان پرنیز تک جا پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شمالی میدانِ اعظم میں جو سائبیریا کے جنوبی حصوں۔ ترکستانات اور وسطی روس پر مشتمل ہے گھوڑوں کی نسلیں بہت افراط کے ساتھ پل رہی تھیں۔ جو یورپ کے میدانوں کی طرف پھیلتی چلی گئیں۔ اسپ خور قوم کے لوگ انہی کے پیچھے یورپ میں پہنچے۔ ان کی یلغار کا سراغ ان کے اوزاروں سے ملتا ہے جو افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کے ان باشندوں کے اوزاروں سے ساخت میں بہت مختلف ہیں جن کی کئی لہریں پچھلے دور میں یورپ کی سرزمین میں داخل ہو کر نینڈرتھل نسل کے انسانوں کو فنا کرنے کا موجب بنی تھیں۔ اسپ خوروں کے حجری اوزاروں کی شکل مرچ یا نیم کے پتوں سے ملتی جلتی ہے اور افریقہ سے آنے والی قوم کی صنعت سے یکسر جداگانہ صنعت ہے۔ اس صنعت کا نام فرانس کے ایک قصبہ کے نام پر جہاں پہلے پہل یہ اوزار کثیر تعداد میں دستیاب ہوئے تھے سلیوٹری رکھا گیا ہے۔ بعد کی دریافتوں سے جو یورپ کے اکثر ملکوں میں ملی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مشرق کی طرف سے آئے تھے ان کے آثار فرانس اور انگلستان میں بھی افراط سے ملتے ہیں۔ فرانس کے قصبہ سلیوٹرا ور انگلستان کے ایک گاؤں کی کھدائی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ

Marfat.com

گھوڑوں کا شکار بہت کیا کرتے تھے۔ ان مقامات پر گھوڑوں کی ہڈیاں اور اسپ خور انسانوں کے اوزار اس بہتات میں برآمد ہوئے ہیں کہ لامحالہ یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ ان مقامات پر یا تو اسپ خوروں کے مستقل ڈیرے رہے ہیں یا وہاں ان کے سالانہ میلے لگا کرتے تھے۔ ان اسپ خور لوگوں کی یلغار کے باعث اوریگنیشی صنعت والے لوگ ان کے لئے میدانی علاقے خالی کر کے پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اسپ خور جتنا عرصہ یورپ کی سرزمین میں رہے غالباً حکمرانوں کی طرح رہے۔ ان میں اور پہلے سے رہنے والے لوگوں میں غالباً لڑائیاں بھی ہوئی ہوں گی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قومیں جلد ہی ایک دوسرے کو گوارا کرنے لگیں اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دونوں قومیں حقیقی انسان کی نسل سے تھیں۔ اس لئے ان میں صُلح و اختلاط کی گنجائش موجود تھی۔ جب یورپ کے میدانوں میں درخت اُگنے لگے اور گھاس کم ہو گئی تو اسپ خور قوم کے لوگ وسطی روس کے میدانوں کی طرف واپس چلے گئے اور ان کی چھوڑی ہوئی جگہوں میں وہی لوگ پھیل گئے جو پہلے سے اس سرزمین میں موجود تھے۔ اسپ خوروں کے کچھ خاندان جنوبی فرانس میں رہ گئے کیونکہ جنوبی فرانس کے بعض باشندوں کے سر کی بناوٹ اسپ خور انسانوں کے سر کی بناوٹ سے ملتی جلتی ہے۔ اسپ خوروں کے سرزمین یورپ میں موجود رہنے کی میعاد کا اندازہ پانچ سو سال کے لگ بھگ کیا جاتا ہے گویا ۹۵۰۰ ق۔م تک یہ لوگ اپنے مُلک میں جہاں سے چل کر وہ آئے تھے واپس جا چکے تھے۔

ہسپانیہ میں افریقیوں کی تازہ لہر

اس زمانے میں شمالی افریقہ کے تازہ قبیلے خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے ہسپانیہ میں داخل ہوئے یہ تازہ وارد ترقی یافتہ غفصوی صنعت کے علم بردار تھے

ان کے اوزار جن کا سراغ شمالی افریقہ اور ہسپانیہ میں دونوں جگہ ملتا ہے پہلے کی بہ نسبت نفیس تر ہو گئے۔ یہ لوگ کمانوں کا استعمال بھی جانتے تھے۔ اور پتھر کو گھڑ کر بنائے ہوئے سوفار (تیروں کے سرے) استعمال کرتے تھے۔ ان کی صنعت آخری عفصوی صنعت کہلاتی ہے اور اس صنعت کے اوزار ہسپانیہ۔ بحیرہ روم کے جنوبی ساحل پر ہر جگہ۔ مصر۔ شام۔ عراق۔ ہندوستان اور سیلون تک سے دستیاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شکاری انسانوں کی نئی جمعیتیں اس دور میں جنوبی میدانِ اعظم سے جو شمالی افریقہ کی صحرائے اعظم اور عربستان پر مشتمل ہے نکل کر دُور دُور تک پھیلیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شمالی افریقہ اور عربستان کے سرسبز میدان آہستہ آہستہ صحرا میں تبدیل ہونے لگے ہوں جانور وہاں سے ہجرت کر گئے ہوں اس لئے انسان ہر طرف منتشر ہونے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ یہ اسی انتشار کا نتیجہ تھا کہ میدان اعظم سے انسانوں کی جمعیتیں منتشر ہو کر کچھ شمال میں ہسپانیہ کے اندر داخل ہو گئیں اور کچھ دریائے نائیجریا کے طاس کے ساتھ ساتھ جنوب مغربی افریقہ کی طرف جا نکلیں۔ عربستان کے میدان سے جن قبائل نے ہجرت کی وہ نئے اوزار لے کر ایران اور بلوچستان کی راہ سے ہندوستان اور سیلون (لنکا) تک جا پہنچے اور اس سے پہلے کے دور انتشار میں جو انسان ان ملکوں میں پہنچ چکے تھے وہ برما۔ سیام۔ ملایا اور ہند چینی کی طرف پھیلتے ہوئے آسٹریلیا کے جزیرہ نما تک جا پہنچے جو بعد کی طبعی تبدیلیوں کے باعث جزائر شرق الہند بن گیا۔ آسٹریلیا کے اصلی باشندے انہی لوگوں کی یادگار ہیں۔ آسٹریلیا کے جنوب میں ایک جزیرہ تسمانیا ہے اس میں پچھلی صدی مسیحی تک جو اصلی باشندے آباد تھے وہ اُسوقت تک باقی دُنیا سے منقطع ہو جانے کے باعث وہ پتھر کے زمانۂ قدیم کی تمدنی حالت میں چلے آ رہے تھے۔

---

۵ طبعی تبدیلیوں کی وجہ سے جوں جوں برفانی چادر شمالی یورپ سے پیچھے ہٹتی گئی بحر اوقیانوس کی مینہ برسانے والی ہواؤں کا رُخ صحرائے اعظم سے منتقل ہو کر یورپ کے ملکوں کی طرف ہوتا گیا۔ اسوجہ سے اس دور میں شمالی افریقہ اور عربستان کے سرسبز میدان خشک سالی کا شکار ہونے لگے اور یورپ میں جنگل اُگنے لگے۔

Marfat.com

یورپی باشندوں کی صنعتیں

اس دور میں یورپ میں اوزار سازی کی صنعت میں نمایاں تغیرات رونما ہوئے۔ اورگنیشی صنعت پہلے سے موجود تھی اسپ خوروں کی یلغار نئی قسم کی صنعت لانے کا موجب بنی۔ جسے مقامی کاریگروں نے بہت ترقی دی۔ ازاں بعد ایک اور ترقی یافتہ صنعت یعنی آخری غفصوی صنعت خاکنائے جبرالٹر کی راہ سے ہسپانیہ میں داخل ہوئی ان سب صنعتوں کے اختلاط اور تصادم نے پہلے میگڈلی صنعت کو فروغ دیا۔ اس صنعت کے اوزاروں میں پتھر کا کام کم اور ہڈی اور سینگ کا کام زیادہ نظر آرہا ہے بعض جدید ہتھیاروں کا اضافہ ہوا ہے۔ مچھلی کا شکار کرنے والے دندانہ دار نیزے بننے لگے ہیں جن کی ساخت میں تدریجی ترقی نظر آتی ہے۔ ایک عجیب اوزار ہے جو ہرن کی ران کی ہڈی سے بنایا گیا ہے۔ اس پر اچھی اچھی تصویریں منقش ہیں۔ اس اوزار کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کس کام میں لایا جاتا تھا۔ آیا وہ سردار قوم کا نشان یعنی عصائے حکمرانی تھا یا اس سے چمڑے کی پیٹیاں بنانے یا تیر سیدھے کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ اس صنعت کا گہوارہ وسطی یورپ کے ممالک بنے رہے۔ جنوب مشرقی ہسپانیہ میں غفصوی صنعت اور میگڈلی صنعت کے اختلاط سے ایک نئی صنعت کو فروغ ہوا جو آزیلی صنعت کہلاتی ہے یہ صنعت اس دور کے جس کا ذکر کیا جاتا ہے آخری حصے میں سارے یورپ میں رائج ہوگئی۔ آزیلی صنعت کے مچھلی کا شکار کرنے والے نیزے میگڈلی صنعت سے مختلف ہیں۔ موخرالذکر رین ڈیئر کے سینگ سے بنائے جاتے تھے اور گول ہوتے تھے۔ آزیلی صنعت کے نیزے سرخ ہرن کے سینگ سے بنائے گئے ہیں اور چپٹے ہیں۔ آزیلی صنعت کے

فروغ کے زمانے میں یورپ کے باشندے خیمے لگا کر رہنے لگے تھے۔ بعض اوزاروں پر ایسے نقش ملتے ہیں جو خیمہ نما سے ہیں۔ اس دور میں تصویر کشی کا فن زوال پذیر نظر آتا ہے پچھلے دور کے شکاری بہت اچھی اچھی تصویریں بناتے تھے لیکن آزیلی دور کی تصویریں جو زیادہ تر اوزاروں پر ملتی ہیں محض علاماتی سی بن کر رہ گئی ہیں۔ پتھر کے ایسے ٹکڑے بھی ملے ہیں جن پر انسانی ناموں کے علاماتی سے نقوش سے ہیں۔ یہ شاید علاماتی تحریر کی ابتدا کا پتا دے رہی ہو۔ یا وہ بت ہوں جن کو وہ پوجتے ہوں یا جوا وغیرہ کھیلنے کی نردیں ہوں +

اس دور کے ماہی گیروں کی بستیوں کے آثار بھی ملے ہیں۔ پرتگال میں دریاؤں کے کنارے اور ساحل پر ایسے لوگوں کی بستی کا سراغ ملتا ہے جو خشکی اور تری دونوں جگہ کے شکاروں پر بسر اوقات کرتے تھے۔ بحیرہ بالٹک کے ساحلوں پر گھونگے کھانے والے لوگوں کی بستیوں کے آثار ملے ہیں گھونگوں کی کھوپریوں کے ڈھیروں سے پتھر کے کدال بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بعض پودوں کی جڑیں کھود کر کھاتے تھے۔ ڈنمارک کے ایک ایسے ہی انبار میں سے ہڈی کے اوزار۔ نیزے۔ تیروں کے سر۔ کلہاڑیاں۔ کدال۔ کنگھیاں۔ سوئیاں وغیرہ ملی ہیں۔ اس امر کے آثار بھی ملے ہیں کہ پانچ ہزار سال ق۔م کے لگ بھگ ہسپانیہ کے دریائے ٹیگس کی وادی کے شکاری لوگ کتے پالنے لگے تھے۔ نیوکیلٹ۔ دنیا سے انسانی کھوپریوں کی ایک قربان گاہ ملی ہے جہاں کھوپریاں قطار در قطار رکھی ہیں۔ اسی طرح آفنٹ ڈیوگو سلافیہ) سے متعدد انسانی کھوپریاں ایک ہی جگہ ملی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض قبائل مردوں کی کھوپریوں کی زیارت لازمی سمجھتے ہوں گے ان کی پرستش کرتے ہوں گے اور ان سے مرادیں مانگتے ہوں گے +

جانوروں کو سدھانے اور پالنے کا آغاز

گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو گوشت کھانے کی غرض سے پکڑنے کا سراغ "وسلیوٹر" واقعہ فرانس کی اس جگہ سے ملتا ہے جہاں سے گھوڑوں کی ہڈیاں ایک محدود رقبے میں تہ بہ تہ ملی ہیں یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ اسپ خور انسان اسی جگہ پر جمع ہوتے تھے اور ان گھوڑوں کو جنہیں وہ جنگل سے پکڑتے تھے وہاں لاکر ذبح کرتے اور بھون کر کھاتے اور جشن مناتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شکاری انسانوں نے بہت پہلے سے جانوروں کو پکڑ کر بوقت ضرورت کھانے کے لئے محفوظ رکھنے کے طریقے سوچ لئے تھے اور ان کی جمعیتیں شکار کو محفوظ رکھنے کے لئے جانوروں کے آوارہ گلّوں کے گرد گھیر ڈال لیتی تھیں۔ ہسپانیہ کی غاروں میں جو تصویریں ملی ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شکاری لوگ ٹولیاں بنا کر بھی جانوروں کا شکار کھیلتے تھے۔ جس زمانے کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اس میں انسان کے بعض قبیلوں نے جانوروں کو پالنے اور اپنے ساتھ مانوس کرنے کا عمل بھی شروع کر دیا۔ شکار کی زحمت سے بچنے اور اپنی خوراک کے ذخیرے کو محفوظ تر کرنے کے لئے انہوں نے جانوروں کے گلّے رکھنے اور چرانے شروع کر دیئے۔ اس طرح کرۂ ارضی کے اکثر حصّوں میں ایک نئے تمدّن کی ابتدا ہو گئی اور شکاری انسان چرواہوں اور گڈریوں کی زندگی اختیار کرتے گئے۔ وسیع میدانوں اور بلند سطح کے ملکوں کی قدرتی چراگاہوں میں اسے نئے تمدّن کی داغ بیل پڑنے لگی۔ اور نوع انسانی کے قبیلے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس نئی روش کو اختیار کرتے گئے تاآں کہ شکار کا پیشہ محض تفریحی رہ گیا اور اس کی جگہ جانوروں کو پکڑنے، سدھانے، مانوس بنانے اور ان کے گلّے پالنے کے شغل نے حاصل کر لی۔ عراق، شام اور

Marfat.com

فلسطین کے ہلال نما خطے میں جہاں انسان کے قبیلے کھیتی باڑی کو اپنا مشغلہ بنا کر بستیاں آباد کر رہے تھے۔ گوشت کے لئے جانوروں کا پالنا آسان کام تھا کیونکہ وہ اپنی فصلوں سے جانوروں کے لئے چارہ بھی ذخیرہ کر کے رکھ سکتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش چرواہوں کی طرح نئی نئی چراگاہوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہنے کی ضرورت نہ تھی +

دس ہزار ق۔م سے پانچ ہزار ق۔م تک کے دور میں یہ نیا تمدن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ہر جگہ پھیلتا چلا گیا۔ ہلال نما خطے اور یوریشیا کے میدان اعظم میں پہلے پہل بیلوں اور گایوں کو پالنے کا رواج شروع ہوا۔ کیونکہ یہ جانور انہی چراگاہوں کے باشندے تھے۔ ایشیائے کوچک۔ ایران اور افغانستان کی بلند سطح والے ملکوں میں بھیڑوں اور بکریوں کے گلّے پالنے کا رواج چلا کیونکہ یہاں یہ جانور بہ افراط ملتے تھے۔ خانہ بدوش لوگوں کو ایسے جانوروں کی ضرورت پیش آئی جو ان کا سامان اُٹھا کر خدمت انجام دینے والے ہوں لہٰذا تبت کی بلند سطح پر دو کوہانوں والے اونٹ کو قابو کیا گیا اور عربستان میں ایک کوہان والے اونٹ کو سدھا لیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کو پالنے اور ان سے سواری اور بار برداری کا کام لینے کا خیال انسان کو بڑی دیر کے بعد آیا کیونکہ بیلوں وغیرہ کے پالنے کے آثار اس دور سے بہت پہلے کے ہیں جب گھوڑا انسان کا رفیق سفر اور رفیق جنگ بنا ہُوا نظر آتا ہے۔ کُتّوں کو پالنے کے آثار بھی اسی دور میں ملتے ہیں۔ جسے آباد انسانوں کی بستیوں اور خانہ بدوشوں کے ڈیروں میں چوکیداری کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ ممکن ہے کُتّا بہت پہلے شکاری انسانوں کی تگ و دو کا شریک بن چکا ہو لیکن اس امر کے کوئی آثار کسی جگہ سے ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے +

مشرقِ ادنیٰ میں زراعت کاروں کی بستیاں

ہم لکھ چکے ہیں کہ دجلہ۔ فرات اور یردون کی وادیوں کے زرخیز خطے میں زراعت کا پیشہ انسانوں کے قبیلوں نے پچھلے دور ہی سے بستیاں بسانی شروع کردی تھیں۔ اور اپنی تمدنی ضروریات کے مطابق وہ نئی نئی دریافتیں کر رہے تھے۔ اور نئی نئی صنعتیں اور حرفتیں ایجاد کرکے ایک جداگانہ معاشرت کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ اس دور میں دجلہ اور فرات کے کنارے ان کے متعدد شہر اور قصبے آباد ہو گئے۔ زمینیں مختلف قبیلوں کے درمیان تقسیم ہوگئیں اور ہر شہر اپنے مضافات سمیت ایک جداگانہ ریاست متصور ہونے لگا۔ اس تمدن کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سماجی نظام میں مختلف درجے رکھنے والے طبقے پیدا ہوں۔ اور مختلف پیشوں والی جماعتیں الگ الگ حیثیت اختیار کرلیں۔ چنانچہ ہر جگہ خوش حال طبقہ کے لوگ حکمران بننے لگے۔ اور اہل حرفہ جو روٹی کے لئے زراعت کاروں کے محتاج تھے جداگانہ طبقہ شمار ہونے لگے۔ ہم تصور کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ اس دور کی بستیوں میں ایک تو کھیتی باڑی کرنے والے لوگ آباد ہوں گے۔ دوسرے وہ جو ٹوکرے۔ چٹائیاں۔ چھپر اور زراعت کاری کے اوزار بناتے ہوں گے۔ تیسرے وہ جو کپڑے بنتے ہوں گے اور مٹی کے برتن بناتے ہوں گے۔ ایسی آبادیوں میں پیدائش اور موت کے مواقع پر بالخصوص اور عام تقریبوں پر بالعموم مذہبی رسوم ادا کرنے والے

Marfat.com

اور ٹونوں ٹوٹکوں سے بیماریوں کا علاج کرنے والے لوگ بھی ضرور موجود ہوں گے۔ اور ایک ایسا طبقہ بھی ہوگا جو ہر آبادی کا انتظام کرنے۔ اس کی حفاظت کرنے اور آپس کے جھگڑے چکانے کا کام کرتا ہوگا۔ اس دور کے لوگوں کے آثار بہت کم ملے ہیں۔ اس لئے ان کے مذہبی عقاید کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس سرزمین سے ملنے والی ایسی الواح (مٹی کی تختیوں) کی تحریروں سے جو تین ہزار سال قبل مسیح کے قریب لکھی گئیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دور کا ہم ذکر اس باب میں کر رہے ہیں (پانچ ہزار سال ق۔م سے پہلے کا زمانہ) اس میں اس سرزمین کے اندر بادشاہت کا نظام قائم ہو چکا تھا۔ یہ الواح تو ہزاروں سال پہلے سے بادشاہوں کی موجودگی کا حال بتاتی ہیں لیکن ان کے عددِ سنین (سال گننے) کا حساب متعدد اعتبارات سے غلط ثابت ہو رہا ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا جائیگا۔ تاہم ان تحریروں سے یہ سُراغ ضرور ملتا ہے کہ عراق کی سرزمین میں دس ہزار سال ق۔م سے لے کر پانچ ہزار سال ق۔م کے زمانہ میں بادشاہی نظام ضرور قائم ہو چکا تھا۔

ولادتِ مسیح سے پہلے کے تیسرے ہزار سالہ دور (تین ہزار ق۔م سے دو ہزار ق۔م) کی لکھی ہوئی بابلی الواح کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ ہزار سال ق۔م سے بہت پہلے دجلہ اور فرات کی وادیوں میں متعدد شہر آباد ہو چکے تھے۔ اور سب سے پہلے تخت شاہی اریدو میں قائم ہُوا تھا جس کے بادشاہ نے لڑ بھڑ کر دُوسرے شہروں کے بادشاہوں کو اپنا مطیع بنا لیا۔

اس زمانے کے جن شہروں کا تذکرہ بابلی الواح اور تین سو سال ق۔م کے ایک بابلی مؤرخ بروسیس نامی کی تاریخ سے ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:- اُریدو۔ نیپور۔ ایسریک۔ اعوان۔ حماسی یا خماضی۔ شمرپک۔ اُر۔ اداب۔

Marfat.com

لاکاش - معیر - بادتبیرہ - ان میں سے اعوان - حماسی - معیر اور بادتبیرہ ایسے ہیں جن کا سُراغ اور محل وقوع اب تک معلوم نہیں ہو سکا - ان کے علاوہ شام اور فلسطین کی حاصل خیز وادیوں میں اور بھی متعدد شہر آباد ہو چکے ہوں گے جن کا سُراغ تاحال دستیاب نہیں ہُوا - بہرحال سوسہ اور تپہ موسیاں سے جو ایران کی مغربی سرحد کے قریب واقع ہیں بداری تک جو نیل کے ڈیلٹا میں واقع ہے متعدد مقامات پر آثار عتیقہ کی کھُدائی سے مٹی کے جو برتن سب سے نچلی تہوں سے برآمد ہوئے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ دجلہ - فرات - یردون سے سیراب ہونے والی سرزمین اور دریائے نیل کے دہانہ کے مثلثی علاقے میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں آباد تھیں شہر بن چکے تھے جن پر مقامی بادشاہ یا مذہبی پیشوا حکومت کرتے تھے اور اس متمدن خطّے میں سلطنت بنانے کا تصور عملی ہو چکا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ کسی شہر کا طاقتور بادشاہ گرد و نواح کے شہروں کو شکست دے کر شاہِ شاہان بن بیٹھتا تھا - اور ان کے مقامی بادشاہوں سے خراج اطاعت وصول کرتا تھا ۔

Marfat.com

مٹّی کے برتن پکانے اور رنگنے کی صنعت

اس دَور کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عراق اور شام کی بستیوں میں مٹی کے برتنوں کو پکانے کی ایجاد انسان کے ہاتھ لگ گئی۔ اور اس دَور میں اس صنعت نے بہت ترقّی حاصل کر لی۔ اس وقت تک کی کھدائیوں نے اس علاقے کے متعدّد مقامات کی نچلی تہوں سے مٹّی کے بنائے ہوئے اور آگ میں پکائے ہوئے خوشنما اور رنگین نقش و نگار والے برتن مہیّا کئے ہیں جن کی قدامت کا اندازہ پانچ ہزار ق۔م سے پہلے کے زمانے تک کا کیا گیا ہے۔ ان برتنوں کا خوبصورت سڈول اور رنگین ہونا اس حقیقت پر دال ہے کہ یہ صنعت بہت پہلے سے جاری تھی۔ اور پانچ ہزار ق۔م تک بہت ترقّی کر چکی تھی۔ جن مقامات سے یہ برتن برآمد ہوئے ہیں ان میں سے ایک سوسا ہے جو ایران کی مغربی سرحد کے قریب اس نشیبی سرزمین میں واقع ہے جو خلیج فارس اور کوہستان [illegible] س کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ سوسا بہت بعد کے زمانہ تک جنوبی ایران کی سلطنت کا صدر مقام رہا ہے۔ اس کے کھنڈروں کی کھدائی سے کئی تہیں برآمد ہوئی ہیں جو اس شہر کے بار بار برباد ہو کر پھر آباد ہونے کا پتا دے رہی ہیں۔ سب سے نچلی تہ سے یہ رنگین اور منقوش برتن ملے ہیں جن میں مٹی کے ٹونٹی دار لوٹے بھی ہیں۔ ہنڈیاں اور پیالے۔ مٹکے۔ اور کئی قسم کے دوسرے برتن ہیں۔ دُوسرا مقام تپہ موسیال ہے جو عراق کی سرزمین میں دریائے دجلہ کے

Marfat.com

مشرق میں ایک اُونچے ٹیلے پر آباد تھا۔ تیسرا مقام بسمیہ ہے جو قدیم زمانے میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں آداب کہلاتا تھا۔ یہ بھی عراق میں ہے۔ چوتھا مقام ابو شہرائن ہے جو دریائے فرات کے دہانے کے قریب جنوبی عراق میں واقع ہے دورِ قدیم میں یہ شہر اریدو کہلاتا تھا۔ پانچواں مقام تل العبید ہے جو اریدو سے کچھ فاصلے پر قدیمی شہر اُر کے کھنڈروں سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ چھٹا مقام بداری ہے جو نیل کے ڈیلٹا کی سرزمین میں واقع ہے۔ ان تمام قدیم زمانے کی برباد شدہ بستیوں کی کھدائی سے ان کی سب سے نچلی تہوں میں یکساں نوعیت کے مٹّی کے برتن ملے ہیں۔ جو پانچ ہزار سال ق۔م کے قریب اس صنعت کی ترقّی یافتہ صورت کا اظہار کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ دجلہ۔ فرات۔ یردون اور نیل کی وادیوں میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں پانچ ہزار سال ق۔م سے بہت پہلے سے آباد تھیں اور اسی سرزمین میں مٹّی کے برتن پکانے کی صنعت خوب ترقّی کر گئی تھی۔ ان مقامات کی کھدائی سے پتھّر کی چکّیاں بھی برآمد ہوئی ہیں جنہیں اس دور کے لوگ گیہوں پیسنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔

Marfat.com

پانچ ہزار سال قبل مسیح کے وقت دُنیا کا نظارہ

(متمدن زراعت کار۔ دیہات۔ قصبے اور شہر۔ مٹی کے برتن۔ پتھر کے اوزار۔ نجاری اور پارچہ بافی۔ خانہ بدوش گڈریئے اور چرواہے۔ آوارہ گرد شکاری انسان)

اوراق گذشتہ میں جو واقعات بیان کئے جا چکے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ پانچ ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ معمورۂ عالم کی کیفیت یہ تھی کہ دجلہ۔ فرات اور یردون کی وادیوں کی ہلال نما حاصل خیز سرزمین میں زراعت کار انسانوں کی بستیاں آباد تھیں۔ شہر بن چکے تھے۔ کئی قسم کی حرفتیں رواج پا رہی تھیں۔ مٹی کے برتن اور اینٹیں بھٹوں میں پکائی جاتی تھیں۔ غلہ پیسنے کے لئے پتھر کی چکیاں استعمال کی جاتی تھیں۔ مکان بنانے کے لئے لکڑیاں کاٹی اور چھیلی جاتی تھیں۔ کپڑا بُننے کی حرفت رائج ہو چکی تھی۔ کھانا پکانے کے فن میں خاصی ترقی ہو گئی تھی۔ ہر شہر اور اس کے ملحقہ دیہات و مضافات پر مقامی بادشاہ حکمران تھے۔ اور بعض شہروں کے طاقتور بادشاہوں نے دوسرے شہر فتح کر کے شاہنشاہی اقتدار حاصل کر رکھا تھا۔ یہ تمدن اس ہلالی خطہ سے نکل کر دریائے نیل کے ڈیلٹا تک جا پہنچا تھا۔ ان متمدن بستیوں میں پالتو جانوروں کو رکھنے کا رواج بھی عام ہو چکا تھا۔ جن سے وہ لوگ دُودھ۔ گوشت چمڑا اور سینگ حاصل کرتے تھے۔

عرب اور صحرائے اعظم کے میدان جو کسی زمانے میں سرسبز ہوتے تھے بارشوں کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے باعث صحرا بن گئے تھے تاہم ان صحراؤں کے نخلستانوں اور بچے کھچے سرسبز علاقوں میں خانہ بدوش قبیلے بھیڑوں بکریوں اور اونٹوں کے

Marfat.com

گلّے چراتے پھرتے تھے۔ اور جنگل کے جانوروں کا شکار کرنے کے بجائے انہیں پکڑنے اور مانوس کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ انہیں وہ آسائشیں میسر نہ تھیں جو ہلال نما سرزمین کے متمدّن زراعت کاروں کو حاصل تھیں۔ یہ لوگ کھالیں پہنتے تھے یا متمدّن سرزمین کے لوگوں سے پالتو جانوروں کے بدلے کپڑا حاصل کرتے ہوں گے۔ عرب کے پہاڑی علاقے کے باشندے پتھر کو تراش کر پیالے اور دُوسرے برتن بنانے لگے تھے۔ مٹّی کے برتن پکانے کی صنعت بھی کہیں کہیں رواج پا رہی تھی +

ایشیائے کوچک۔ ایران اور افغانستان کی بلند سطح والے مُلکوں میں بھیڑیں اور بکریاں پالنے والے اور جانوروں کا شکار کرنے والے خانہ بدوش قبیلے پھر رہے تھے جو ان ممالک کی سرسبز وادیوں اور گھاس والے میدانوں میں بستیاں بھی آباد کر رہے تھے۔ یہ لوگ بھی کھالیں پہنتے تھے اور بھیڑوں کی اُون سے کپڑے بناتے تھے۔ متمدّن علاقے سے راہ و رسم رکھنے کے باعث انہوں نے مٹّی کے برتن پکانے اور مٹّی کی رسلوں سے گھر تعمیر کرنے کا فن بھی سیکھ لیا۔ بعض قبائل چھپّر کے چھوٹے چھوٹے خیمے لگا کر رہتے تھے۔ اور موسم کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف حرکت کرتے رہتے تھے +

ترکستانات اور وسط ایشیا کے میدانی علاقوں میں جو بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے شمال میں یورپ کے میدانی علاقے سے ملحق ہے۔ بیلوں۔ گایوں۔ بھیڑوں۔ بکریوں کو پالنے والے اور گھوڑوں۔ ہرنوں اور دُوسرے جنگلی جانوروں کا شکار کھیلنے والے خانہ بدوش قبیلے اپنے اپنے قبیلوی سرداروں کے زیرِ سرکردگی سرسبز میدانوں کی تلاش میں پھرتے تھے۔ یہ لوگ بھی کھال اور اُون سے بنائے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ اور متمدّن سرزمین سے بہت دُور رہتے تھے۔ گایوں

Marfat.com

اور بھیڑوں بکریوں کا دودھ بھی پیتے تھے اور ان کا گوشت بھی کھاتے تھے۔ سرسبز خطّوں پر قبضہ جمانے کے لئے یہ قبائل آپس میں لڑتے بھڑتے اور ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہزاروں میل آگے سے آگے نکل جاتے تھے۔ سائبیریا اور شمالی یورپی روس کے برفانی خطّوں اور جنگلوں میں بھی وسطی ایشیا کے قبائل کے پھیلاؤ کی بعض شاخیں پہنچ چکی تھیں۔ جو رین ڈیئر اور برفانی دریاؤں کی مچھلیوں اور دیگر آبی جانوروں کا شکار کر کے بسر اوقات کر رہی تھیں۔ انہی قبیلوں کی بعض شاخیں آبنائے بیرنگ یا خاکنائے بیرنگ کی راہ سے شمالی امریکہ میں جا پہنچیں یہ لوگ سمور اور ریچھوں اور دریائی بچھڑوں کی کھال کے کپڑے پہنتے تھے۔ شکار پر گزارا کرتے تھے برفانی علاقوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باعث بہت جفاکش بن گئے تھے۔

ہندوستان کے سرسبز میدانوں۔ برما کے جنگلوں۔ ہند چینی اور انڈونیشیا میں صحرائے اعظم اور صحرائے عرب سے بکھرے ہوئے قبیلے پتھر کے اوزاروں سے شکار کھیلتے ہوئے پھیل رہے تھے۔

چین کی سرزمین بھی وسط ایشیا کے میدانوں اور شمالی برفانی خطّے کے قبیلوں کی شاخیں پھیل رہی تھیں اور شکار پر بسر اوقات کرتی تھیں۔

یورپ کی سرزمین میں بھی شکاری لوگ آباد تھے۔ پتھر اور ہڈی کے اوزار بنانے میں مہارت حاصل کر رہے تھے۔ سوئزرلینڈ اور وسطی یورپ کے بعض دوسرے حصّوں کی جھیلوں سے خشک ہونے سے ایسے آثار ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے بعض قبیلے جھیلوں کے اندر لکڑی کے مکان بنا کر رہتے تھے جانور پالتے تھے۔ اور مٹی کے برتن بھی استعمال کرتے تھے۔ اس قسم کا طرزِ بود و باش انہوں نے حفاظت کے خیال سے اختیار کیا ہوگا۔ بعض آثار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے

Marfat.com

کہ یہ لوگ مُردم خور تھے ۔

ساری دُنیا میں دریاؤں ۔ جھیلوں اور سمندر کے کناروں پر ماہی گیر انسانوں کی بستیاں بھی آباد ہو رہی تھیں جو خشکی کے شکار کے بجائے زیادہ تر پانی کے شکار پر گزارا کرتے تھے ۔

وسطی اور جنوبی افریقہ ۔ امریکہ اور انڈونیشیا میں نوعِ انسانی کے بعض ایسے قبیلے بھی موجود تھے جو دوسروں سے منقطع ہو جانے کے باعث پتھر کے زمانۂ قدیم کے لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے ۔ یا مقامی ماحول کے مطابق اس سے بھی کمتر درجے کی معیشت اختیار کر چکے ہوں گے تاہم بدن کو ڈھانپنے اور جھونپڑے بنا کر رہنے کا فیشن اکثر قطعات ارضی میں عام ہو چکا تھا اور مٹی کے برتن بنانے ۔ مکان تعمیر کرنے ۔ لکڑی کو کاٹ کر اور چھیل کر استعمال میں لانے ۔ پتھر سے ضروریات کی نئی نئی چیزیں گھڑنے ۔ سُوت اور اُون کاتنے ۔ سن کے ریشوں سے رسّے بنانے ۔ کپڑے بُننے ۔ جانور پالنے اور اُن سے غذا کے لئے دُودھ حاصل کرنے اور زمین پر محنت کر کے غلّہ اُگانے کی ایجادیں ۔ دریافتیں صنعتیں اور حرفتیں مشرقِ ادنےٰ یا جنوب مغربی ایشیا کے متمدّن خطّے سے جاری ہو کر اطراف و اکناف عالم میں پھیل رہی تھیں ۔

Marfat.com

نسلیں۔ قومیں۔ زبانیں۔ عقاید اور رسم و رواج

حقیقی یعنی موجودہ نسل کے انسانوں کے موجود ہونے کا سُراغ اس وقت سے ملتا ہے جب اُس کے بہت سے کُنبے جانوروں کے شکار کے تعاقب میں جنوبی میدانِ اعظم اور شمالی میدانِ اعظم میں اچھی طرح پھیل چکے تھے۔ اس دَور کا اندازہ بیس ہزار قبل مسیح کے زمانے کا کیا جاتا ہے۔ اگر اس وقت کے پھیلاؤ کو پیش نظر رکھا جائے تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نسلِ انسانی کے پھیلاؤ کا یہ عمل ہزارہا سال پہلے سے شروع ہو چکا تھا۔ بنیادی اختلاف رکھنے والی انسانی زبانوں کی موجودگی اس امر کا پتہ دے رہی تھی کہ نوعِ انسانی کے قبیلے منتشر ہونے سے پہلے یا تو محض اشاروں سے اظہارِ مطلب اور تبادلۂ افکار کرتے ہوں گے یا وہ محض آواز کے اُتار چڑھاؤ سے کام لیتے ہوں گے۔ پہلے پہل انہوں نے چند ایسی اشیا کے نام تجویز کئے ہوں گے جوان کے طبایع پر بہت زیادہ اثر ڈالنے والی یا بہت زیادہ استعمال میں آنے والی ہوں گی ۔

کرۂ ارضی کے مختلف اقطاع میں اس طرح منتشر ہونے کے باعث نوعِ انسانی کے قبیلوں کو مختلف قطعوں میں مختلف قسم کی آب و ہوا، طبعی حالات اور اشیائے خوردنی سے سابقہ پڑا اور زندہ رہنے کے لئے مختلف قسم کی جدوجہد اختیار کرنی پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شکلوں۔ ان کے رنگوں۔ ان کے خدوخال اور ان کی جسمانی ساخت میں جزئی سے اختلافات رُونما ہوتے چلے گئے۔ زبانیں بھی جو ہر جگہ کے

Marfat.com

انسانی شعوب و قبائل نے اظہارِ مطالب کے لئے جُداگانہ طور پر ایجاد کیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کے باعث مختلف اور متعدّد ہوتی چلی گئیں۔ اوضاع واطوار میں بھی تنوّع اور فرق کا پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ شکاری۔ ماہی گیر۔ خانہ بدوش چرواہے اور گھر بنا کر بسنے والے زراعت کار باشندے کی نہ صرف ضروریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان کی عادات۔ خوراک اور بود و باش کے طریقوں میں بھی نمایاں تفاوت ہے۔ ایک ہی ڈگر کی زندگی ہزارہا سال تک اختیار کئے رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اختلافات بھی نمایاں اور ممتاز ہوتے چلے جائیں۔ اس قسم کے اسباب کی بنا پر روئے زمین پر مختلف نسلوں کے انسان نظر آنے لگے جو مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ مرورِ زمانہ اور باہمی اختلاط کے باعث تبدیلیاں بھی جاری رہتی ہیں اس لئے نئی نئی قومیں اور نئی نئی زبانیں پیدا ہوتی گئیں۔ ایسے جزئی تغیّرات کا عمل اب بھی جاری ہے۔ کہیں کسی مشترکہ مورثِ اعلیٰ کی اولاد ایک قوم یا قبیلہ یا خیل کہلاتی ہے۔ کہیں کسی ایک خطّے میں بسنے والے اور ایک ہی طرح کے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ایک قوم سمجھے جاتے ہیں۔ کبھی پیشوں کے اعتبار سے قومیں بننے لگتی ہیں۔ اور کبھی بود و باش کے طریقوں کی یکسانی کے باعث کسی جمعیّت پر کوئی خاص قوم ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

علم النسل کے ماہروں نے انسانوں کے نسلی اختلافات کی ٹوہ لگانے کے لئے جو کلّیات اور قاعدے وضع کئے ہیں وہ بسا اوقات مشاہدات و حقایق پر پُورے نہیں اُترتے۔ کسی ایک امتیازی خصوصیّت کو جسے نسلی امتیاز قرار دیا جاتا ہے جب مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ایک ہی خاندان میں اسی خصوصیّت کو رکھنے والے اور نہ رکھنے والے افراد پائے جاتے ہیں۔ بہرکیف ماہرینِ علم النسل نے

جو تقسیم کی ہے وہ حسب ذیل ہے :-

(۱) چھوٹے سر والے لوگ[لہ]۔ اِس نسل کے باشندے عام طور پر یورپ اور ایشیا کے وسطی کوہستانوں کے سلسلے میں آباد ہیں۔ مثلاً پرنیز۔ ایلپس۔ کارپیتھین۔ طورس۔ قاف۔ ہندوکش۔ پامیر۔ الطائی ۔

اور شمالی امریکہ کا سلسلۂ کوہستان (منگول نسل اسی نسل کی ایک شاخ ہے)

(۲) لمبوترے سر اور اُونچی کھوپری والے لوگ۔ اِس نسل کے لوگ شمالی میدان اعظم اور جنوبی میدان اعظم کے اصلی باشندے سمجھے جاتے ہیں۔ شمالی میدان والے آریہ اور جنوبی میدان والے سامی کہلاتے ہیں ۔

(۳) لمبوترے سر اور پست کھوپری والے لوگ۔ اِس نسل کے لوگ وسطی اور جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ بحرالکاہل کے جزیروں اور جنوبی ہند کے قدیمی اصلی باشندے ہیں۔ اور حامی کہلاتے ہیں ۔

یہ اور اسی قسم کے دوسری امتیازی خصوصیات پانچ ہزار سال قبل مسیح تک بہت بڑی حد تک جاگزیں ہو چکی ہوں گی

لسانیات کے ماہروں نے دُنیا بھر کی زبانوں کا جائزہ لے کر ان کے متعدد خاندان بنا دیئے ہیں۔ ایک خاندان آریائی یا انڈو یورپین زبانوں کا ہے جن سب کی امّ الالسنہ پانچ ہزار سال ق۔م کے دَور میں وسطی ایشیا کے میدانوں میں بسنے والے قبائل کی ابتدائی زبان سمجھی جا رہی ہے اس کی شاخیں فارسی۔ پہلوی۔ سنسکرت اور اس سے نکلی ہوئی تمام ہندوستانی زبانیں۔

لہ یہ تقسیم کھوپریوں کی ساخت کا معاینہ کر کے قائم کی گئی ہے اگر ماتھے سے لے کر سر کے پچھلے حصّے تک کی پیمایش سو اور دائیں سے بائیں تک کی پیمایش ستّر ہو تو اسے لمبوترا سر کہا جاتا ہے اگر دائیں بائیں کی پیمایش ستّر سے بڑھ جائے تو اسے چوڑا سر قرار دیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

لاطینی یونانی - جرمن - فرانسیسی - روسی - انگریزی - ہسپانوی - اطالوی - ارمنی وغیرہ ہیں - ان زبانوں کے بہت سے ابتدائی الفاظ و اسما باہم ملتے جلتے ہیں جہاں سب کے ایک ہی قبیلے کا پتا دے رہے ہیں - دوسرا خاندان سامی زبانوں کا ہے - جو عبرانی - عربی - ابے سینیوی - قدیمی آشوری - اور قدیمی شامی - سمیری اور دراڑوری زبانوں پر مشتمل ہے تیسرا خاندان حامی زبانوں کا سمجھا جاتا ہے جس میں قدیمی مصری - قبطی - جزائر ابحیئین کی قدیم زبان - بربری اور ایتھوپی شامل ہیں - چوتھا خاندان منگول زبانوں کا ہے جس میں یورالی - ارکٹسکی - لیپی - فنی - میگاری - ترکی - مانچووی - اور منگولی شامل ہیں - اس کی ایک شاخ چینی - برمی اور سیامی زبانوں کی سمجھی جاتی ہے - اور دوسری شاخیں جاپانی - قدیمی امریکی اور اسکیمو زبانوں پر مشتمل ہیں - محض زبان کی بنا پر کسی قوم کے کسی خاص نسل سے ہونے کا سُراغ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ قومیں باہمی اختلاط اور فتوحات کے باعث ایک یا دوسری زبان اختیار کرتی رہی ہیں - اور اختلاط کی وجہ سے نئی نئی مخلوط زبانیں فروغ پاتی رہی ہیں - یہی حال مختلف نسلوں کی اقوام کا رہا ہے - باہمی اختلاط کے باعث جو مختلف وجوہ مثلاً ہجرت - انتقال وطن - یلغاروں - فتوحات - تجارت - مسافرت اور جنگوں کی بنا پر ہوتا رہا نسلی امتزاج ہوتا رہا ہے - اس کے علاوہ معاشرتی اصلاح کی ایسی تحریکیں بھی کامیاب اثر دکھاتی رہی ہیں جن کا مقصد نسلی امتیاز کو دُور کر کے نوعِ انسانی کے بکھرے ہوئے قبائل کو ایک بنانا تھا ۔

پانچ ہزار سال قبل مسیح کے زمانہ کی انسانی جمعیتوں کے اوہام و عقاید اور معاشری نظام کے متعلق صحیح طور پر کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی - البتہ اس امر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت کی دنیائے متمدّن دھلال نما

خطے کی سرزمین) میں امیر۔ غریب۔ حاکم اور محکوم۔ حرفت کار پیشہ ور۔ عوام کے اوہام سے فائدہ اُٹھانے والے جادوگر اور افسوں کار جماعتیں ضرور بن چکی ہوں گی۔ اور خانہ بدوش قبائل اپنے قبیلوی سرداروں کے زیر کمان نسبتاً آزادانہ زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ چونکہ اس دور میں مُردوں کو ضروریات زندگی کی بعض اشیا کے ساتھ دفن کرنے کا رواج اس وقت کے شہری۔ دیہاتی۔ بدوی۔ شکاری اور ماہی گیر انسانوں میں ہر جگہ عام نظر آتا ہے اس لئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موت کے متعلق اس دور کے انسان کے خیالات کوئی خاص نوعیت اختیار کر چکے تھے۔ اور اس حادثہ کو بہت اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ غالباً موت پیدائش اور زندگی کی بعض دیگر تقاریب مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر بعض رسمیں بھی ادا کی جاتی ہوں گی اور ان رسموں کو ادا کرنے کے لئے مذہبی پیشواؤں کا وجود بھی لازمی ہو چکا ہوگا۔ آیا اس دور کے لوگ ایک ہی قادرِ مطلق ہستی کے قایل تھے یا متعدد مظاہر قدرت میں دیوتاؤں کی کارفرمائی سے متاثر ہو کر ان کی پرستش کرتے تھے۔ یا اپنے آباؤ اجداد اور دیگر مشاہیر کی روحوں سے استمداد کیا کرتے تھے ان باتوں کے متعلق کسی قسم کی آثاری شہادت موجود نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

Marfat.com

Marfat.com

... حضرت میاں صاحب ...
شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

پانچواں باب

پتھّر کا زمانہ جدید (۲) دورِ ترقّی

(پانچ ہزار سال ق-م سے تین ہزار سال ق-م تک)

طوفانِ نوحؑ - سُمیری قوم کا ابتدائی تمدّن - قدیم مصری تمدّن شہری ریاستیں - دُودھ - مکھّن اور پنیر - پتھّروں اور پختہ اینٹوں کے مکان - مٹّی کے برتن - تانبے اور سونے کی دریافت - فنِّ تحریر کا آغاز - مٹّی کی تختیوں کا استعمال - بھوج پتّر - بحری تجارت - زراعت کاری کا پھیلاؤ ۔

Marfat.com

طوفانِ نوحؑ

اس دَور کا اہم ترین واقعہ دُنیائے متمدّن کے دریاؤں میں غیر معمولی طُغیانی آنے کے باعث شہروں اور بستیوں کا اُجڑنا اور تباہ ہونا ہے جس کے آثار دجلہ۔ فرات۔ ہڑپّہ اور نیل کی وادیوں میں اکثر مقامات پر ملے ہیں۔ سُوسہ (ایران) تپہ موسیاں (عراق) العبید (عراق) ابو شہرائن (عراق) اور بداری (زیرین مصر) کی کھُدائیوں سے سب سے نچلی تہ سے مٹّی کے جو برتن برآمد ہوئے ہیں وہ ایک دُوسرے سے مِلتے جُلتے ہیں اور رنگین و منقوش ہیں۔ اس یکسانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی زمانے کی صنعتی پیداوار ہیں۔ اس نچلی تہ کے اُوپر مٹّی کی ایک خالی تہ جمی ہوئی ملتی ہے اور اس کے اُوپر دُوسری ایسی تہیں ہیں جن سے بعد کے زمانے کے آثار اور صنعتی اشیا برآمد ہوئی ہیں۔ یہ کیفیّت اس امر کا اظہار کر رہی ہے کہ سب سے نچلی تہ والی بستیاں ایک ہی زمانہ میں تباہ ہوئیں اس کے اوپر اور خالی مٹّی کی تہ کا موجود ہونا اس امر کا سُراغ دے رہا ہے کہ یہ بربادی ان بستیوں کے زیرِ آب آجانے کے باعث وقوع پذیر ہوئی۔ اس کے علاوہ بابلیوں کی الواح پر جو دو ہزار سال بعد لکھی گئیں اِس طوفان یا طُغیانی آب کی کہانی نہایت موثر پیرائے میں مرقوم ہے اور انہی الواح سے اس طوفان سے پہلے کی بعض ایسی بستیوں کے

Marfat.com

نام بھی درج ہیں جن میں سے کئی ایک کے آثار بھی تاحال دستیاب نہیں ہوئے۔ بابلیوں کی الواح پر لکھی ہوئی بادشاہوں کی جو فہرست ملی ہے اس پر طوفان سے پہلے کے خاندان اور طوفان سے بعد کے شاہی خاندان الگ الگ درج کئے گئے ہیں اور ایک بابلی مورّخ بروسیس نامی کی تاریخِ شاہانِ بابل میں بھی اس طوفان کا ذکر نمایاں سنگِ میل کے طور پر کیا گیا ہے۔ یہ تاریخ تین سو سال قبل مسیح یونان میں بیٹھ کر لکھی گئی تھی۔ علم الطبیعیات کے ماہروں کا خیال ہے کہ ۵۰۰۰ ق۔م کے قریب کے زمانے میں کوہستان ایلپس میں بعض تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں جن کے باعث بحیرہ روم کے پانی کی سطح کبھی اونچی اور کبھی نیچی ہوتی رہی۔ ان طبعی تغیّرات کے باعث اس زمانے میں جنوب مغربی ایشیا کے پہاڑوں پر بھی خوب برف باری ہوئی ہوگی اور موسلا دھار بارشوں کا ایک دَور گزرا ہوگا۔ بہرحال اسباب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں طوفان آنے کے آثار مل رہے ہیں جو متمدّن بستیوں کے ایک دفعہ زیرِ آب آکر تباہ ہونے اور پھر بڑی دیر کے بعد آباد ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ بابلیوں کی الواح پر اس طوفان کے متعلق پر ناپشتم کا جو بیان مرقوم ہے اس کا لب لباب یہ ہے :۔

"فرات کے کنارے ایک شہر شرپک نامی آباد تھا جس کے باشندے بہت شریر ہوگئے تھے لہٰذا آسمان کے تمام دیوتاؤں آنو۔ بعل۔ نیرب۔ اینوگی۔ اور یاع سب نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں پر بارش کا طوفان بھیجا جائے۔ اور ان کے گھروں کو جو مٹی اور پھوس کے بنے ہوئے تھے برباد کردیا جائے۔ یاع دیوتا نے مجھے خواب میں آکر حکم دیا کہ اے شرپک کے آدمی (حکمران) تو اپنے بچاؤ کی تدبیر کر ایک کشتی بنا اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کو لاد۔ اپنے مال و منال کی پرواہ نہ کر صرف اپنی جان کی فکر کر اگر شہر کے باشندے کشتی بنانے کی وجہ

Marfat.com

دریافت کریں تو ان سے کہہ دے کہ خشکی کا دیوتا بعل مجھ سے ناراض ہو گیا ہے لہٰذا میں خشکی پر نہیں رہوں گا بلکہ سمندر میں چلا جاؤں گا۔ جہاں پر ایاع کی فرماں روائی ہے۔ شہر کے لوگوں کو خبر کر دے کہ ایک طوفان آنے والا ہے جس میں انسان، حیوان اور پرندے سب تباہ ہو جائیں گے۔ اِس پر میں نے چھ منزلوں کی ایک کشتی بنائی جس کے سات حصّے تھے اور اندر سے میں نے اس کے نُو خانے بنائے۔ ہر چیز مکمّل کر لینے کے بعد اس پر میں نے سارا سامان لادا۔ جب وقت موعود جو ایاع نے مجھے بتایا تھا آ پہنچا تو میں نے زمین کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور اس میں تمام جانداروں کو لے کر سوار ہو گیا۔ اس کشتی کا کھویّا "پوزور شادوبائی" کو مقرر کیا پو پھٹنے کے ساتھ ہی کالے کالے بادل اُٹھے جن سے "رمان" یعنی رعد کی گرج سُنائی دے رہی تھی نابو اور شارو آگے آ گے تھے۔ یہ تباہی کے کوہستان پر چھا گئے "انوناکی" دیوتا نے اپنی مشعلیں روشن کیں۔ جن سے ساری کائنات چمک اُٹھتی تھی۔ "رمان" دیوتا کی آندھیاں آسمان کو جھاڑو دے رہی تھیں ساری دُنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ بھائی نے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا سب کو اپنی اپنی فکر پڑ گئی۔ دیوتا جو آسمانوں میں بیٹھے تھے وہ بھی اِس طُوفان کو دیکھ کر سہم گئے اور سب کے سب بھاگ کر ربّ الارباب "آنو" کے پاس چلے گئے اور آسمانوں کے ایک گوشے میں دبک کر بیٹھ گئے۔

ایشتر دیوی نے انسان کی بربادی کو دیکھ کر نوحہ کیا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی کہ میں نے کیوں دیوتاؤں کے اس مشورہ میں شامل ہو کر مخلوقات کی تباہی منظور کر لی۔ گویا میں نے اپنی ہی مخلوق کو تباہ کرانے کی ہامی بھری جو کچھ میں نے خلق کیا تھا وہ کہاں گیا۔ اب وہ سب کا سب سمندر کی مچھلیوں کی طرح پانی میں تیر رہا ہے۔ سارا جہان پھر مٹّی کا ڈھیر بن گیا۔ آسمان کے تمام دیوتا

Marfat.com

اس کے ساتھ مل کر انسان کی بربادی پر نوحہ کرنے لگے وہ رنج کے مارے اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ ارضی مخلوق کی بدبختی پر آنسو گراتے تھے طوفان تھمنے میں نہ آتا تھا۔ اور دیوتاؤں کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ پورے چھ دن اور چھ راتیں بادوباران کے طوفان کا زور رہا ساتویں دن طوفان میں کسی قدر اعتدال آیا جو چھ دن سے برابر حملہ آور فوج کی طرح بربادی پھیلا رہا تھا۔ سمندر تھم گیا اور بارش بند ہوگئی ⁂

مَیں نے کشتی کے روزن سے سر نکال کر ایک بحرِ بیکراں پر نگاہ دوڑائی میری آنکھیں اشک آلود تھیں۔ کیونکہ نوعِ انسانی تباہ ہو چکی تھی۔ جس طرف مَیں نظر دوڑاتا تھا پانی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ مَیں رویا اور میری آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی ⁂

پُوری بارہ ڈبل ساعتوں کے بعد اس سمندر میں ایک جزیرہ پیدا ہوا اور کشتی کوہ سفیر کی چوٹی پر جا لگی اور چھ دن اسی حال میں گزر گئے ساتویں دن میں نے ایک فاختہ کو باہر بھیجا جو اِدھر اُدھر پرواز کرنے کے بعد واپس آگئی کیونکہ اسے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ اس کے بعد میں نے ایک ابابیل کو باہر اُڑایا وہ بھی واپس آگئی پھر میں نے کوّے کو بھیجا جو ادھر اُدھر کا حال دیکھنے کے بعد نہایت احتیاط سے کیچڑ میں جا بیٹھا کیونکہ پانی اُتر چکا تھا کوّا واپس نہ آیا ⁂

پھر مَیں بھی باہر نکلا اور میں نے پہاڑ کی چوٹی پر عُود اور لوبان جلائے قُربانی دی دیوتاؤں نے اس خوشبو کو سُونگھا اور وہ سب مکھیوں کی طرح قُربانی کے گرد جمع ہونے لگے ⁂

ایشتر نے اپنے باپ کی دی ہوئی مالا کی قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی اس خوفناک

تباہی کو فراموش نہیں کروں گی۔ اس قربانی پر سارے دیوتا آجائیں لیکن بعل نہ آئے کیونکہ اس نے دُوسروں کے مشورے کے بغیر نوع انسانی کو تباہی کے مُنہ میں ڈال دیا اور ان پر بارش کا طُوفان بھیجا بعل بھی آگیا اور کشتی کو دیکھ کر سخت برافروختہ ہُوا اس نے کہا کہ اس تباہی سے بچنے والا کون ہے؟ میں نے سارے انسانوں اور حیوانوں کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

غرض دیوتاؤں کی مجلس میں یہ راز کُھلا کہ یاع دیوتا نے پارناپشتیم کو خواب میں طوفان آنے کی خبر دے دی تھی۔ اور کشتی بنانے کی تاکید کی تھی۔ بعل نے یاع سے جواب طلب کیا تو یاع نے اس سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ نوع بشر کو کامل تباہی کی سزا نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ اس کے گُناہوں کی سزا دینے کے لئے وبائیں بھیجی جائیں۔ شیر چھوڑے جائیں۔ قحط لایا جائے لیکن ایسا تباہی خیز طوفان کبھی نہ لایا جائے"۔

یہ بیان دجلہ و فرات کی سرزمین کے ایک پُرانے بادشاہ گل گمیش کی داستان کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گل گمیش کے زمانے میں اس طوفان کی یاد بہت قدیم حادثے کے طور پر باقی تھی۔ اور گل گمیش کی داستان بھی صدہا سال کے بعد فنِ تحریر ایجاد ہونے پر دو ہزار سال قبل مسیح کے قریب الواح پر لکھی گئی۔ جو گیتوں کی صُورت میں پُشتوں سے سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی۔

جنوب مغربی ایشیا میں بسنے والی اقوام کے حافظے میں اس طوفان کی یاد ہزارہا سال بعد تک تازہ رہی چنانچہ اسرائیلیوں کی کتاب "پیدائش" میں اس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کی ترتیب کا زمانہ

Marfat.com

دو سو سال ق۔م سے پہلے کا نہیں؏۔ مسلمانوں کی الہامی کتاب "قرآن" میں اس طوفان کا ذکر اس طریق سے کیا گیا ہے گویا عام لوگ اس حادثۂ عظیم سے جو ہزاراں سال پہلے رونما ہوا تھا پوری طرح آگاہ تھے۔ "قرآن" کے نازل ہونے کا زمانہ ۶۱۰ء عیسوی سے ۶۳۲ء تک کا ہے۔ گویا پانچ ہزار سال گزر جانے کے باوجود عرب میں اس طوفان کے چرچے عام لوگوں کی زبان پر تھے ۔

اس طوفان سے متمدّن خطّے کی بستیوں کے برباد ہونے کے صحیح وقت کا اندازہ لگانے کے لئے کوئی آثاری شہادت موجود نہیں البتہ گمان غالب یہ ہے کہ یہ طوفان ساڑھے چار ہزار ق۔م کے قریب آیا ہو گا؏۔

؏ یہودیوں کی کتاب پیدایش کا بیان بابلیوں کی الواح کے بیان سے ذرا مختلف ہے ۔

؏ بابلی الواح پر سلاطین کے جو تذکرے ملتے ہیں ان میں سے ایک میں طوفان کے بعد شاہانِ اسین ولارسا کے عہد تک (جن کا ذکر بعد میں آئیگا) کُل ایک سو تیس بادشاہوں کی فہرست دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی میعاد حکمرانی تیس ہزار سال تھی۔ شاہان اسین ولارسا کے عہد کا اندازہ کسی قدر صحت کے ساتھ دو ہزار سال ق۔م کیا گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک سو تیس بادشاہوں کی میعاد حکمرانی تیس ہزار سال ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بعض دوسری الواح پر طوفان سے پہلے اور بعد کیش اور زیرک کے شاہی خاندانوں تک کے ۵۰ بادشاہوں کو دو لاکھ سے زیادہ سالوں کی مدّت دی گئی ہے جس کا صحیح تسلیم کرنا خارج از بحث ہے۔ ان دو خاندانوں کے بعد تیسرا خاندان اُر میں قائم ہوتا ہے جس کے آثار بھی ملتے ہیں اور اس خاندان کے بادشاہوں اور اس کے بعد کے بادشاہوں کی میعاد سلطنت طبعی ہے جس میں کسی قسم کا مبالغہ نظر نہیں آتا۔ اس خاندان کے آغاز اور عہد کا اندازہ (دیکھو صفحہ ۱۰۵)

Marfat.com

سُمیری قوم کا تمدّن

طُوفان نُوحؑ کے بعد دجلہ اور فرات کی وادی کے زیریں حصّے میں جس قوم کی آبادی کے آثار ملتے ہیں وہ سُمیری کہلاتی تھی جس کے معنی "سرزمین جنوب کے لوگ" لئے گئے ہیں۔ آیا یہ نام انہیں عراق کی سرزمین کے جنوبی حصّے میں آباد

(بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۱۰۴) علمائے تحقیق نے حساب سے تین ہزار سال ق۔م سے ساڑھے تین ہزار سال ق۔م کے درمیان یا موخرالذکر کے لگ بھگ کیا ہے۔ اور ۲۵ بادشاہوں کو اوسطاً فی کس پچیس سال عہد حکمرانی دے کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ طوفان کے بعد کیش کا پہلا خاندان چار ہزار تین سو سال ق۔م کے قریب برسرِ اقتدار آیا ہوگا۔

ہمیں تعجب ہے کہ علمائے تحقیق کی توجہ اس امر کی جانب کیوں مبذول نہیں ہوئی کہ بعض الواح پر یہ گنتی قمری مہینوں کی ہے جسے غلطی سے سال پڑھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سالوں کی گنتی کا حساب رائج ہونے سے پہلے انسان قمر کے بار بار غائب ہو کر طلوع ہونے سے ایام کی گنتی کرتا ہوگا۔ اس قیاس کی بنا پر ایسین کے بادشاہوں تک کے تیس ہزار سال کو جو لوح پر درج ہیں مہینے سمجھا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے اس حساب سے کُل ۲۵۰۰ سال بنتے ہیں۔ شاہان ایسین کا زمانہ چونکہ دو ہزار سال ق۔م کے قریب سمجھا گیا ہے اس لئے طوفان نُوح کا زمانہ ساڑھے چار ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ متصوّر ہوگا۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۱۰۶)

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے ملا یا اس وجہ سے دیا گیا کہ یہ لوگ جنوب کی سمت سے آ کر اس سرزمین میں آباد ہوئے تھے۔ اِس نام کا اختیار کرنا خواہ کسی وجہ سے ہو لیکن یہ بات ان کی اپنی روایات سے واضح ہے کہ یہ لوگ جنوب کی سرزمین سے آکر اس مُلک میں جس کی بستیاں طوفان سے تباہ ہو چکی تھیں آباد ہوئے تھے۔ طوفان کے بعد پہلے کیش (جگہ کا نام) کا شاہی خاندان اس سرزمین پر حکمران ہُوا پھر شاہی اقتدار کی زمام ریزک (جگہ کا نام ہے) کے شاہی خاندان کے ہاتھ میں چلی گئی جس کے پہلے بادشاہ کا نام "ات اتّامس کم گیشر" تھا جو شمش یعنی سُورج کا بیٹا کہلاتا تھا۔ کیش کی بادشاہی غالباً ان لوگوں کی تھی جو طُوفان سے بچ گئے تھے اور ایرکِ کا شاہی خاندان جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے سُمیری قوم سے تھا جو اس سرزمین کے نئے آبادکار تھے۔ اس خاندان کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۵ دیکھو) اسی لوح پر طوفانِ نُوحؑ سے پہلے کے آٹھ یا دس بادشاہوں کو دو لاکھ چالیس ہزار سال کی مدّت دی گئی ہے اگر انہیں مہینے تصوّر کیا جائے تو بیس ہزار سال بنتے ہیں جو آٹھ یا دس بادشاہوں کے متعلق تسلیم نہیں کئے جا سکتے البتہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ وُہ آٹھ یا دس بادشاہوں کے نہیں بلکہ خاندانوں کے نام ہیں تو یہ سمجھنا ہوگا کہ اس خطّے میں طُوفانِ نوحؑ سے بیس ہزار سال پہلے سے بادشاہت کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا۔ یعنی بابلیوں کا یہ تذکرۂ سلاطین چوبیس یا پچیس ہزار سال ق۔م تک کی خبر دے رہا ہے۔ اس تفسیر و تشریح کو تسلیم کرنے کے بعد اسے پایۂ اعتبار سے ساقط نہیں سمجھا جا سکتا۔ بابلیوں کی الواح پر فنِ تحریر کی ایجاد سے پہلے کے دَور کے متعلق جو فہرستیں دی گئی ہیں وہ محض ان روایات پر مبنی تھیں جو سینہ بسینہ چلی آ رہی تھیں۔ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ شمسی سال کا حساب معلوم کرنے سے پہلے دَور کا انسان قمری حساب رکھتا ہوگا اور مہینے کو "سال" یعنی وقت کی گنتی کا پیمانہ کہتا ہوگا۔ مولّف

Marfat.com

خاتمے پر شاہی اقتدار کی عنان اُر میں چلی گئی جس کا پہلا بادشاہ مس انی پدّا نامی تھا اور دُوسرا اس کا بیٹا آ انی پدّا تھا۔ آ انی پدّا کا نام الواح کے تذکرۂ سلاطین میں نظر نہیں آتا البتہ اس کے باپ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے اسّی سال حکومت کی۔ لیکن آ انی پدّا کا نام اس کے بنائے ہوئے ایک مندر سے مل گیا۔ جس کے کھنڈر اُر کے کھنڈروں سے چار میل کے فاصلے پر العُبید کی دُوسری تہہ سے ملے ہیں اور جس میں پتّھر کی لوح پر اس مضمون کا کتبہ تحریر ہے:

"آ انی پدّی شاہِ اُر پسر مس انی پدّا شاہ اُر نے ننِ خرساغ دیوتا کے لئے مندر تعمیر کرایا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ الواح کے تذکرہ نویسوں نے باپ بیٹے دونوں کی شخصیت کو مدغم کر کے صرف باپ کے نام اسّی سال کی حکمرانی درج کر دی۔ جو دونوں کی میعاد تھی۔ اس خاندان کے برسرِ اقتدار آنے کا اندازہ تین ہزار پانچ سو ق۔م کے قریب کیا جاتا ہے۔

اس مندر کے کھنڈر اور ان کھنڈروں سے دستیاب ہونے والی چیزیں سُمیری قوم کے تمدّن پر بہت روشنی ڈال رہی ہیں۔ اس مندر کے دروازے اور چوکھٹ کے اُوپر کے حصّے پر تانبے کی چادر کو کُوٹ کر منبّت کاری کا بہت عُمدہ کام دکھایا گیا ہے۔ جس میں ایک ایسے عقاب کی تصویر ہے جس کی چونچ کے بجائے انسان کا سا مُنہ بنایا گیا ہے۔ مندر کی دیواروں پر جو

اس تاریخ کا اندازہ تذکرہ سلاطین کے حساب کے مطابق لگایا گیا ہے جس میں بعض جگہ تسلسل کے انقطاع کے باعث معاملہ مشکوک ہو گیا ہے اِس لئے بالکل صحیح سن کا تعیّن مُشکل ہے۔ فرق صرف سو دو سو سال سے زیادہ کا نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

تصویریں چُونے گچ کے اُبھار سے بنائی گئی ہیں وہ بیلوں کی قطاریں ہیں
اور ایسی گائیں ہیں جن کے پیچھے یعنی دُم کی طرف بیٹھ کر گوالے دُودھ دُوہ
رہے ہیں اور دودھ کو بلو کر مکھن نکال رہے ہیں۔ اس قطعی شہادت اور دیگر
آثار کی بنا پر یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ سُمیری قوم کے لوگ گایوں کو پالنے
والے اور دُودھ مکھن استعمال کرنے والے انسان تھے۔ وہ اِس سرزمین میں
اپنے مویشی اپنے ساتھ لے کر آئے ۔۔۔۔ اور یہاں آکر زراعت کار بن گئے۔
انہیں اس وقت تک تانبے کی دھات کو استعمال کرنے کا طریق بھی آگیا
تھا۔ جس کی کانیں کوہستان زیگرس میں ملتی تھیں اس دَور کے جو برتن العبیہ کی
تہ سے ملے ہیں وہ سادہ ہیں اور طُوفان سے پہلے کے زمانے کے برتنوں کی
طرح منقوش نہیں۔ کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سُمیری تحریر کا فن بھی ترقی کر چکا
ہے۔ الواح یعنی مٹی کی تختیوں پر لکھنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ جمدت نصر
(عراق کا ایک مقام) سے ایک لوح ملی ہے جس پر مثلثی خط کی ابتدائی شکل کی
تحریر مرقوم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں تحریر کا فن بہت پہلے
سے رواج پا رہا تھا۔ تاحال اس فن کے مُوجد یہی سُمیری لوگ خیال کئے جاتے
ہیں۔ یہ لوگ کپڑا بُننا بھی جانتے تھے اور لمبے لمبے چوغے پہنتے تھے۔

تین ہزار قبل مسیح تک یہ لوگ پُختہ اینٹوں کے مکانات اور پتھر کی
سلوں کی عمارتیں تعمیر کرنے لگے تھے۔ ان کی عمرانی زندگی کا مرکز شہر کا مندر
ہُوا کرتا تھا جو ہر شہر کے اپنے دیوتا کے نام پر موسوم تھا۔ شہر کے اردگرد
کئی میل تک کی سرزمین اس شہر کا زرعی علاقہ یا اس مندر کے دیوتا کی جاگیر
متصوّر ہوتی تھی۔ جاگیر کے آباد کار دیہاتی لوگ گندم۔ جو بھیڑیں اور بکریاں
دیوتا کی نذر کرنے اور چڑھاوا چڑھانے کے لئے لاتے تھے۔ جن کا حساب

Marfat.com

الواح پر باقاعدہ درج کیا جاتا تھا۔ تختیاں جن پر ایسے حسابات درج ہیں بہت کثرت سے دستیاب ہوئی ہیں۔ مندر میں الواح پر لکھنے والے کاتب موجود رہتے تھے۔ اور پجاری بھی ہوتے تھے۔ مندر کا بڑا پجاری شہر کا حاکم یا بادشاہ متصوّر ہوتا ہے جو دربار لگا کر رعایا کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ یہ حاکم اپنے کو دیوتا کا نائب لیکن رعیّت کا بادشاہ سمجھا کرتا تھا۔ لوگ بھی اسے ایسا ہی خیال کرتے تھے۔ کسی شہر کا طاقتور حاکم دوسرے شہروں کے حاکموں سے بزور یا بہ رضا اپنے اقتدار کا سکّہ منوا کر شہنشاہ بن جاتا تھا۔ اور دوسرے شہروں کے دیوتاؤں پر اپنے شہر کے دیوتا کی برتری ثبت کرا لیتا تھا۔ شہر یا مملکت کی حدّوں پر پتھر کی سلیں نصب کرا دی جاتی تھیں جن پر نصب کرانے والے بادشاہ کے نام کا کتبہ لکھا جاتا تھا۔

تین ہزار قبل مسیح تک سُمیریہ (سمیریوں کی مملکت) کی تاریخ کی اہم تبدیلیاں یہ ہیں کہ ایلم[۱] کی سرزمین کے بادشاہ نے سمیریہ پر چڑھائی کر کے اس کے متعدّد شہروں کو تاراج کیا اور اُر پر قبضہ جما لیا۔ ایک صدی سے کم مدّت میں ایلمیوں کی حکومت ختم ہوگئی اور شہر کیش کے سمیریوں نے اجنبیوں کو نکال کر سمیریہ کے نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اندرونی انقلابات کے باعث پھر اُر کا ستارا چمکا اور وہاں اُر کے دُوسرے شاہی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ جس نے سارے سمیریہ سے خراج اطاعت وصول کیا۔ اُر کے بعد شہر اداب کے شاہی خاندان کی باری آئی جسے سمیریہ

---

[۱] ایلم اس خطّے کا نام تھا جو ایران کے مغربی سرحدّی علاقے میں کوہستان زیگرس اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے اس کے شہر جن کا ذکر پُرانے زمانے کی تاریخ میں آتا ہے سوسہ اور اعوان تھے۔

کی شمال مغربی سرحد پر کی ایک ریاست معیر کے بادشاہ اِلہ شمش (سورج دیوتا) نے حملہ کر کے ختم کر دیا (۳۱۰۰ یا ۳۰۰۰ ق م) معیر کے کھنڈر ابھی تک نہیں مل سکے۔ یہ ریاست دریائے فرات کے بالائی طاس میں اس کے ایک مغربی معاون خبور کی وادی میں واقع تھی ٭

یہ سمیری لوگ مسقط و عمان کی طرف سے آ کر وادیٔ دجلہ و فرات کے زیریں علاقے میں آباد ہوئے تھے۔ یعنی جنوبی عربستان کے خانہ بدوش چرواہے تھے جو شکاری دور کی بود و باش کو چھوڑ کر چرواہے بن چکے تھے۔ اور سمیریہ میں پہنچ کر زراعت کار بن گئے۔ ان کی روایات میں ایک شخص اوانیس کا ذکر آتا ہے جو مچھلی کی کھال پہنا کرتا تھا۔ یا ماہی نما انسان تھا۔ اس شخص نے سمیری قوم کے بزرگوں کو ہر فن کی تعلیم دی اور "جو کچھ زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری تھا وہ سب اس نے سکھا دیا۔" یہ دانا معلّم دن کے وقت لوگوں کو اپنے علوم و فنون پڑھاتا اور سکھاتا تھا اور غروب آفتاب کے وقت کنوئیں کے اندر جا کر چھپ جایا کرتا تھا۔ اس کے سات شاگردوں نے سُمیریہ کے سات شہروں میں پھیل کر لوگوں میں اس دانا معلّم کے علوم فنون رائج کئے۔ ان سات معلّموں کے نام جو ایک لوح پر لکھے ہوئے ملے ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) یوم حیات شہر اُر کا فرزند۔ (۲) یوم فراوانی نیپور شہر کا مبارک فرزند۔ (۳) یوم مسرت شہر اریدو کا پرورش یافتہ (۴) یوم انبساط

لے مشرق ادنٰے و وسطےٰ کے ملکوں میں چاہِ بابل میں اُلٹے لٹک کر ریاضت کرنے والے دو جادوگروں ہاروت و ماروت کا چرچا بہت عام اور لٹریچر کا ایک جزو بن چکا ہے ٭

شہر کلاب کا باشندہ۔ (۵) یوم چہرۂ روشن شہر کیش میں پلا ہوا (۶) یوم سعادت شہر نگاش کا معزز قاضی۔ (۷) یوم زندگی بخش اُفتادگاں شہر شہر یپک کا پناہ گزیں ۔

ایک انگریز افسر میجر چیرمین نے عرب کے حالات کے متعلق اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر ایک کتاب ۱۹۲۴ء میں لکھی تھی جس میں وہ لکھتے ہیں کہ عرب میں جیرین کے قریب ایک قبیلہ آباد ہے جو مظاہر پرست یا لامذہب ہے۔ یہ قبیلہ المرہ کہلاتا ہے اس قبیلہ کے افراد کی شکلیں سمیریوں کی اُن تصویروں سے ملتی جلتی ہیں جو آثارِ عتیقہ میں دستیاب ہوئی ہیں ۔

Marfat.com

نیل کی وادی کا تمدّن

پانچ ہزار سال ق-م سے پہلے دریائے نیل کی وادی میں انسانی عمرانیات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ البتّہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وادی کے نواحی سرسبز میدانوں میں شکاری انسانوں کی جمعیتیں پھرتی پھراتی ضرور آ نکلتی ہوں گی۔

بداری کی کھدائی سے مٹّی کے جو برتن ملے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ پانچ ہزار ق-م کے قریب وادیٔ النیل کے زیریں حصّے یعنی دہانہ کے قریب کے مثلثی علاقے میں جو زراعت کاری کے لئے موزوں تھا زراعت کار انسانوں کی بستیاں آباد ہونے لگی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کشتیوں پر شام کی سرزمین سے آئے تھے۔ کیونکہ بداری کے برتنوں کا شام کے برتنوں سے گہرا تعلّق نظر آ رہا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شامی ساخت کے برتنوں میں شام سے زیتون کا تیل فروخت کے لئے ڈیلٹا کی سرزمین میں برابر آتا رہا ہے۔ یہ بات دونوں مُلکوں کے درمیان تجارتی آمد و رفت کی دلیل ہے۔ اس تجارت کی محفُوظ راہ سمندر کی راہ ہی ہو سکتی ہے۔

نیل کے دہانے کے مثلثی رقبے میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں آباد تھیں ان کے مشرق میں نیل کی دائیں شاخ کے پار بھیڑوں اور بکریوں کے

Marfat.com

گلّے ہانکنے والے خانہ بدوش چرواہے آ گئے۔ جن کی آمد کے باعث زیریں مصر کے زراعت کاروں اور شامیوں کی تجارت بند ہو گئی۔ کیونکہ بداری کی بالائی تہوں میں شامی ساخت کے برتن کم ہوتے ہوتے بالکل مفقود ہو جاتے ہیں۔ اس مثلثی خطّے کے مغرب میں نیل کی بائیں شاخ کے پار صحرائے لیبیا کے بدّیوں نے ڈیرے جمالئے جو زیادہ تر شکار پر بسر اوقات کرتے تھے۔ ان بدویوں نے مثلثی خطّے کا کچھ حصّہ اصلی آباد کاروں سے چھین لیا اور وہاں خود آباد ہو کر کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے۔ ان کا سردار یا بادشاہ سُرخ رنگ کا تاج زیب سر کرتا تھا لیبیا کے یہ بدوی تہینو کہلاتے تھے۔ اور لا مذہب تھے۔

مثلثی خطّے کے آباد کاروں نے وادیٔ النیل میں اوپر جا کر وسطی مصر میں اپنی نو آبادی قائم کر لی۔ ان کا بادشاہ سفید رنگ کا تاج پہنتا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد چونکہ شام و فلسطین سے آئے تھے اس لئے یہ لوگ شامیوں کی طرح سیریس دیوی (مادرِ اعظم) کے پرستار تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دریا اور سمندر کی راہ سے ان لوگوں نے پھر اپنے آبائی وطن شام سے آمد و رفت کا تعلّق قائم کر لیا تھا کیونکہ تانبے کی دھات کا استعمال اِن لوگوں میں بھی رائج ہونے لگا۔ جبل العراق سے ہاتھی دانت کے دستے والا ایک تانبے کا خنجر ملا ہے جس پر جنگ کا نظارہ نقش کیا گیا ہے۔ سُوت کاتنا۔ کپڑا بُننا۔ سَن کاشت کرنا یہاں بھی شروع ہو گیا۔ جانور پالنے کا فن انہوں نے مشرقی گڈریوں سے سیکھا ان سے صحرائے لیبیا کے تہینو قبائل نے حاصل کیا اور گدھوں کو جو صحرائے لیبیا میں عام تھے رام کر کے ان سے باربرداری کا کام لینا شروع کر دیا۔ اس کے بعد گدھا نہ صرف مصر میں بلکہ اس قدر کی

Marfat.com

دُنیائے متمدّن میں ہر جگہ پہنچ گیا۔ انسان کی تسخیرات کے دائرے میں گدھے کا اضافہ کرنے کا سہرا لیبیا کے صحرانشینوں کے سر پر ہے۔ دُوسرے مُلکوں کے لوگ گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری۔ اُونٹ۔ کُتّے اور سُوئر وغیرہ کو سدھا کر پالنے لگے تھے۔ گدھا کسی کو اِس وقت تک میسّر نہیں آیا تھا۔

اسی دَور میں اسیوط سے ابائیدوس تک صحرائی شکاریوں کی ایک اور قوم آباد ہو چکی تھی۔ جو خنزیر پرست تھی اور دریائی گھوڑے کو بھی متبرّک جانور سمجھتی تھی۔

وادی النیل کے بالائی حصّے میں ابائیدوس سے السیوان یعنی آبشار اوّل تک پتھروں کو تراش کر پیالے اور دُوسرے برتن بنانے والی ایک قوم آباد ہو رہی تھی۔ یہ لوگ عربستان کے خانہ بدوش بدوی تھے جو باب المندب یا بحیرہ قلزم کو کشتیوں پر عبور کر کے سرزمینِ مصر میں داخل ہو رہے تھے۔ خیال یہ ہے کہ یہ عرب قبائل ان سمیریوں کے بھائی بند تھے جنھوں نے اسی دَور میں جنوبی عرب سے نکل کر وادیٔ دجلہ و فرات میں آبادکاری شروع کی تھی۔

پانچ ہزار سال ق۔م سے چار ہزار سال ق۔م تک وادی النیل یعنی مصر کی سرزمین کی کیفیّت وہ تھی جو اُوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیل کی وادی میں زراعت کاری کا تمدن پانچ ہزار ق۔م کے بعد پھیلنا شروع ہُوا جو دجلہ و فرات کی وادی اور ہلال نما خطّے کے دوسرے اقطاع میں دس ہزار سال ق۔م کے زمانے میں بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ نیل کی وادی کا تمدّن جس نے بعد کے ادوار میں بہت عظمت و شہرت حاصل کی دراصل شام۔ فلسطین۔ یہودیہ اور عرب سے آنے والے

Marfat.com

قبائل اور پُرانے بدوی قبائل کے باہمی اختلاط کی پیداوار ہے۔

عرب قبائل نے جو آبشار اوّل کے نچلے حصّے میں آباد ہوئے دُوسری ریاستوں کو فتح کر کے اپنی مملکت کو وسیع تر کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ ان کے سردار یا بادشاہ کا امتیازی نشان باز تھا۔ جو تصویروں میں سر کے پیچھے کندھوں پر بیٹھا دکھایا جاتا ہے۔ ان کے بادشاہ بینیز نامی نے خنزیر پرستوں کا علاقہ سر کیا پھر وسطی مصر کے شامی النسل حکمرانوں سے خراج اطاعت وصول کیا اور چند سال بعد مثلثی خطےّ کے تہینوں۔ شامیوں اور فلسطینی گڈریوں کو مطیع کر کے وادیٔ النیل میں ایک متحدہ سلطنت کی بنا ڈالی اور باز کے امتیازی نشان کو قائم رکھتے ہوئے تہینوں اور شامیوں کے سُرخ اور سفید تاجوں کو ملا کر ایک نیا تاج زیب سر کیا جس میں دونوں رنگ موجود تھے۔ بینیز مصر کے پہلے شاہی خاندان کا پہلا فرعون تھا اس کے وقت کا اندازہ ساڑھے تین ہزار ق۔م کے لگ بھگ کیا جاتا ہے۔ بعض علمائے تحقیق اس سے ایک ہزار سال پہلے کا اندازہ بتاتے ہیں۔ اِس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مصر کے شاہی خاندانوں کے جو تذکرے پیپرس (بھوج پتّر) پر لکھے ہوئے ملے ہیں ان سے بدامنی کے دَور کی مدّت کا صحیح حال نہیں کُھلتا۔ اس بدامنی کے دَور میں چار یا پانچ خاندان حکمران بتائے جاتے ہیں جن کے عہد کی طوالت کے متعلق علمائے تحقیق کی آرا مختلف ہیں۔ بہرکیف متحدہ مصر کی پیدائش پانچ ہزار سال ق۔م سے پہلے کی نہیں۔ مینیز سے پہلے ڈیلٹا کی سرزمین میں دس بادشاہوں کی حکمرانی کا سُراغ ایک فہرست کی علاماتی تحریر سے ملتا ہے جس میں مینیز سے پہلے دس دوہرے نشان دیئے گئے ہیں جو دو تاجوں یعنی دو بادشاہیوں کا حال بیان کر رہے ہیں۔ مینیز کے برسرِ اقتدار آنے کی قرین قیاس تاریخ ۳۴۰۰ ق۔م

نکلتی ہے۔ مصر کے دوسرے شاہی خاندان کی بُنیاد یا تو عرب قبائل ہی سے کسی دُوسرے قبیلہ نے رکھی یا شامی نسل کے زراعت کاروں نے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کر لیا۔ اس خاندان کے ایک فرعونؔ خاسے خموئیؔ کے مقبرے سے سُرمے کی ملاوٹ والے سونے کی ڈلی ملی ہے۔ اس قسم کا سونا دُنیا بھر میں ہنگری کے صُوبہ ٹرانسلوینیا کے سوا اور کسی جگہ کی کانوں سے نہیں ملتا۔ یہ ڈلی اس امر کا سُراغ دے رہی ہے کہ اس دَور میں تجارت کے ہاتھ دُور دُور تک پھیل چکے تھے اور فراعنۂ مصر کے دربار میں تاجر لوگ دُور اُفتادہ مُلکوں کے نوادر لایا کرتے تھے۔ اس فرعون کا زمانہ تین ہزار سال ق۔م کے لگ بھگ ہے۔

کریٹ اور جزائر ایجئین کے تاجر

جزیرہ کریٹ کے قدیم ترین آثار ظاہر کرتے ہیں کہ مٹی کے برتن پکانے والے لوگ پانچ ہزار قبل مسیح سے چار ہزار قبل مسیح تک کے زمانے میں اس جزیرے میں پہنچ چکے تھے۔ زراعت کاری کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ دھات کے استعمال کا کوئی نشان دستیاب ہُوا ہے۔ پالتو جانوروں کی موجودگی کے بھی کوئی آثار نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کے سواحل پر تجارت پیشہ کشتی رانوں کی بستی آباد تھی جو شفّاف پتھروں کی تلاش میں اس جزیرے میں پہنچے۔ اور مصر۔ شام اور بحیرہ ایجئین کے دوسرے جزیروں کے ساتھ تجارتی آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ تاجر لوگ جزیرے میں قیام کے دَوران میں جنگلی جانوروں کے شکار پر گزارا کرتے ہوں گے یا دُوسرے ملکوں یعنی شام و مصر سے غلّہ لے آتے ہوں گے۔ جزائر ایجئین کی معدنی پیداوار مثلاً شفّاف پتھر اور سنگ مرمر وغیرہ کا مصر کے بازاروں میں پہنچنا اور

Marfat.com

فراعنۂ مصر کے مقبروں سے دستیاب ہونا اِس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ کریٹ کے تاجروں کی آمد و رفت ہی اسی تجارت کو فروغ دینے کا موجب تھی۔ ٹرانسلوینیا کی کان سے سونے کی ڈلی کا خاسے خموئی فرعونِ مصر (۳۰۰۰ ق۔م) کے مقبرے سے برآمد ہونا ظاہر کرتا ہے کہ دست بدست تجارت کا سلسلہ بہت دُور تک پھیلا ہُوا تھا۔

زراعت کاروں کا پھیلاؤ

تھسلی:۔ اِس دَور کے آخری پانچ سو سال میں زراعت کاروں کے پھیلاؤ کے سُراغ بعض دوسرے مقامات تک پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں سے ایک شمالی یونان کی پہاڑوں سے گھری ہوئی وادئ تھسلی کا میدانی علاقہ ہے جہاں گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری۔ سوئر وغیرہ کو پالنے والے زراعت پیشہ لوگوں کی بستیاں آباد ہو چکی ہیں یہ لوگ ایشیائے کوچک کے شمال مغربی کونے کے علاقے سے جو زمانۂ قدیم میں کیریا کہلاتا تھا بحیرہ ایجئین کے جزیروں کی شمالی قطار کے راستے تھسلی میں داخل ہوئے ہوں گے۔

وادی ڈینیوب:۔ اسی طرح دریائے ڈینیوب کے زیریں طاس میں بھی ایسے زراعت کاروں کے پھیلاؤ کے آثار ملتے ہیں جو مٹّی کے برتن پکانے کا فن جانتے تھے یہ لوگ ایشیائے کوچک سے چل کر آبنائے باسفورس کی راہ سے تھریس اور بلغاریہ میں سے ہوتے ہوئے دریائے ڈینیوب کے طاس میں پھیلنے لگے ہوں گے۔ اس طاس میں ساڑھے تین ہزار سال ق۔م کے زمانے کے جو مٹّی کے برتن ملتے ہیں وہ ایشیائے کوچک کے برتنوں سے مشابہ ہیں۔

ہنگری:۔ ٹرانسلوینیا میں دریائے آلٹ کی وادی کے پاس کوہستان

Marfat.com

کارپیتھئین کے ایک حصے میں سونے کی کان پر سونا نکالنے کا کام شروع ہو چکا تھا لیکن زراعت کاری کا تمدّن ابھی اِس علاقے تک نہیں پہنچا تھا۔

ترکستان :۔ ترکستان کے اس میدانی علاقے میں کوہستان کوپت داغ کے دامن میں بحیرہ خزر سے اشک آباد اور مرو کی طرف جانے والی سڑک کے قریب ایک برباد شدہ بستی اناؤ کی نچلی تہ سے مٹی کے برتن برآمد ہوئے ہیں جو زراعت کار لوگوں کی آبادی کا پتا دے رہے ہیں اس طبقے کی قدامت کا اندازہ چار ہزار سال ق ۔ م کیا گیا ہے۔ اس کے آثار میں پالتو جانوروں کی موجودگی کا کوئی سُراغ نہیں ملتا نہ دھات کا کوئی اوزار ملا ہے یہ بات اس بستی کی قدامت پر دال ہے۔

وادیٔ سندھ :۔ ساڑھے تین ہزار ق ۔ م کے لگ بھگ دریائے سندھ کی وادی میں بھی زراعت پیشہ قومیں آباد ہونے لگیں ۔ مانجھیدارو (سندھ) اور ہڑپّہ (پنجاب ضلع منٹگمری) کی کھُدائی سے زراعت کاروں کے ایک تمدّن کے آثار ملے ہیں ۔ یہ لوگ شہر اور قصبے آباد کر کے رہتے تھے جن کے گرد فصیلیں ہُوا کرتی تھیں ۔ ان کھدائیوں سے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں وہ ڈھائی تین ہزار ق ۔ م بلکہ بعض طوفانِ نُوح سے قبل کے وادیٔ دجلہ و فرات کے برتنوں سے ملتے جُلتے ہیں۔ لیکن اس ترقی یافتہ تمدّن میں سے جس کے آثار ظاہر ہوئے ہیں یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دریائے سندھ کی وادی میں زراعت پیشہ آباد کار بہت پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ وادیٔ سندھ کے آباد کار خلیج فارس کی ساحلی اقوام ہی کی ایک شاخ ہوں گے جو سمندر کی راہ سے کشتیوں پر دریائے سندھ کے دہانہ پر پہنچے اور اسے دجلہ و فرات کے دہانہ کی سرزمین

Marfat.com

کی طرح حاصل خیز دیکھ کر وہاں آباد ہونے لگے۔ اور دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف پھیلتے ہوئے پنجاب کے دریاؤں کی وادیوں تک جا پہنچے۔ ہڑپہ ضلع منٹگمری میں دریائے راوی کی وادی میں واقع ہے اس کا محل وقوع دریائے راوی کی پرانی گزرگاہ کے کنارے ہے جو ان دنوں "سکھراوا" کہلاتی ہے۔ ایک اور بات جس سے سمیریہ ایلم اور وادئ سندھ کے آبادکاروں کا گہرا تعلق ظاہر ہوتا ہے یہ بھی ہے کہ سمیریہ میں بیلوں کی جو تصویریں یا مورتیاں ملی ہیں وہ ہندوستانی نسل کے بیلوں سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجلہ و فرات اور سندھ کی وادیوں کے آبادکاروں میں آمدورفت اور تجارتی تعلقات برابر قائم تھے اس کے علاوہ اور آثار بھی مماثلت کی خبر دے رہے ہیں، ہم وادئ سندھ کا تمدن جداگانہ ترقی کی خبر دے رہا ہے ؂

چین کی زرد مٹی :- اِس دور کے زراعتی تمدن کے آثار چین میں دریائے ہوانگ ہو اور دریائے ینگ سی کیانگ کی وادیوں سے بھی ملتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساڑھے تین ہزار یا چار ہزار ق۔م کے قریب چین کی زرد مٹی والی حاصل خیز سرزمین میں بھی زراعت پیشہ لوگ آباد ہونے لگے تھے۔ یہ لوگ کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ کس راستے سے آئے ان سوالات کا جواب ابھی آثاری تحقیقات مہیا نہیں کر سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ چین کا یہ تمدن خود ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہو تو شکاری انسانوں کی حالت میں وسط ایشیا کے میدانوں سے ہوتے ہوئے کوہستان خنگان کے دروں کی راہ سے چین کے سرسبز میدانوں میں داخل ہوئے تھے؟ لیکن یہ خیال چنداں وقیع نہیں گمان غالب یہ ہے کہ زراعت پیشہ آبادکاروں کی کوئی قوم ترکستان سے حرکت کرتی ہوئی اس خطے میں پہنچی ہو جس کی دیکھا دیکھی وہاں کے

Marfat.com

شکاری انسانوں اور چرواہوں نے یہ تمدّن اختیار کر لیا ہو۔ یہ لوگ مٹی کے برتن بھی بناتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کاروں کے ٹولے موزوں زمینوں کی تلاش میں ہر طرف منتشر ہو رہے تھے۔ یا مختلف اقطاع کے خانہ بدوش چرواہے اور شکاری زراعت کاری کے پیشے کو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اختیار کرنے لگے تھے اور حاصل خیز زمینوں میں آباد ہوتے جا رہے تھے۔

دیگر اقطاعِ عالم کے انسانوں کی کیفیت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہونے کا سراغ نہیں ملتا۔ وہ ابھی ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے میدانوں میں شکاری انسانوں کے قدیم ترین طرز بود و باش ہی پر زندگی بسر کر رہے تھے یا جانوروں کے گلّوں کو قابو کر کے خانہ بدوش چرواہوں اور گڈریوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ اقوام اس وقت کے عالم متمدّن سے منقطع ہو چکی تھیں اور اپنے بدوی ماحول کے مطابق زندگی گزار رہی تھیں۔

Marfat.com

چھٹا باب

پتھر کا زمانہ جدید (۳) دورِ ملوکیّت

(تین ہزار سال ق-م سے دو ہزار ق - م تک)

شاہی نظام حکومت - پختہ عمارتیں - پتھر کے مقبرے - مصر کے اہرام - بڑے بڑے مندروں اور محلوں کی تعمیر - بُت اور مجسّمے - دھاتوں کے برتن - سنگ تراشی - منبّت کاری - فنّ تحریر میں ترقّی - ادب - نفیس کپڑے - عراق کے نمرود اور مصر کے فرعون - حمورابیٔ اعظم - قانون - حضرت ابراہیمؑ - چینیوں کا قدیم مذہب "آسمانی راستہ"۔

Marfat.com

Marfat.com

سُمیریہ (جنوبی عراق کا تمدّن)

اس دَور میں سُمیریہ کا تمدّن رو بہ ترقّی نظر آ رہا ہے۔ اس دَور کے آثار اس کثرت سے دستیاب ہو چکے ہیں کہ اس وقت سے سُمیریہ کی تاریخ تسلسل اور صحت کے ساتھ بیان کی جاسکتی ہے[۵۱]۔ سُمیریہ اور وادیٔ دجلہ و فرات کے دُوسرے اقطاع کی شہری ریاستوں کے درمیان اپنے اقتدار کو وسیع تر کرنے کے لئے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے۔ کبھی کسی شہر کے شاہی خاندان کا ستارہ چمکا کبھی بادشاہت کا تخت دُوسرے شہر میں منتقل ہو گیا لیکن تمدّن اور خوشحالی کی ترقی عام طور پر جاری رہی۔ بادشاہوں نے پکّی اینٹوں اور پتھروں سے مندر اور محل تعمیر کرائے پیتل اور سونے کے برتن چڑھاوے کے طور پر دیوتاؤں کی نذر کئے۔ اُمرا نے رہنے سہنے کے لئے کچّی یا پکّی اینٹوں سے اچھے اچھے گھر بنائے۔ کئی قسم کی صنعتیں اور حرفتیں جاری ہوئیں اور گرد و پیش کے مُلکوں سے تجارتی تعلّقات قائم ہو گئے۔ سنگ تراشی کے کام کو فروغ ہُوا اور

---

[۵۱] سمیریہ۔ اکاّد بہ اور بابل کی تاریخ پر متعدّد کتابیں یورپ کی اکثر زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں تفصیلی حالات دیکھنے کے خواہشمند متعلمین کو ان کا مطالعہ کرنا چاہیئے ہم اس مجمل تاریخ میں صرف اہم واقعات اور نمایاں خد و خال ہی بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ (مؤلف)

Marfat.com

دیوی دیوتاؤں کے بُتوں کے علاوہ بادشاہوں کے سنگین مجسّمے بھی بننے لگے ؛

ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ تین ہزار ق - م کے قریب شہر لاگاش کے ایک شخص اُرنینا نامی نے اپنے شہر کو معیر کے حملہ آوروں سے آزاد کرایا اور اس کے پوتے ای اناطم اداب فتح کر کے سُمیریہ کو معیریوں کے اقتدار سے پاک کرالیا - ای اناطم کے پوتے این تے مینا کا مجسّمہ اُر کی کھدائی سے برآمد ہُوا ہے جس کا سر کٹا ہُوا اور غائب ہے - یہ مجسّمہ چُونے کے پتّھر کا بنا ہُوا ہے اور اس کی پُشت پر اس بادشاہ کے نیک کاموں کا تذکرہ مرقوم ہے - اس سے پہلے کا ایک اور مجسّمہ بھی ملا ہے جس میں ایک شخص آلتی پالتی مار کر بیٹھا بنایا ہُوا ہے یہ مجسّمہ غلّے کے ایک ذخیرہ دار کا ہے - نپور سے اومہ شہر کے مذہبی پیشوا زیغیسی کا ایک مجسّمہ ملا ہے جس نے ۲۷۷۰ ق - م میں اُر - لاگاش - ایرک اور لارسا کے شہر فتح کر کے اپنا اقتدار قائم کیا ؛

اداب کے شاہی خاندان کے بعد اکشاک کا شاہی خاندان اور اکشاک کے بعد کیش کا ایک شاہی خاندان سمیریہ کا با اقتدار حکمران سمجھا جاتا تھا - کیش کے شاہی خاندان کی بُنیاد ایک عورت گگ باؤ نامی نے رکھی تھی جس نے بغاوت کا علم بلند کر کے شہر کیش کو اکشاک کے اقتدار سے آزاد کرایا گگ باؤ کے بیٹے بِجمِل سِن نے اکشاک فتح کرلیا - اور خود سمیریہ کا بادشاہ بن بیٹھا - گگ باؤ نے اپنے پوتے اُرالِ بابا کا عہد بھی دیکھا اور سو سال کی عُمر پائی - اُرالِ بابا کے ایک کمزور جانشین کے عہد میں اُومہ کے لوگل (دیوتا کے نائب) زیغیسی نے چند شہر سر کرلئے تھے لیکن کیش کے اس بادشاہ کی وفات پر اس کے ساقی سارغُن یا سارگون نامی نے تختِ شاہی پر قبضہ جما کر زیغیسی کو شکست دی اور اگاد کے نام سے ایک نیا شہر آباد کر کے وہاں اپنا صدر مقام قائم کیا - یہ سارگون تھا

Marfat.com

جس نے پہلی مرتبہ دجلہ۔ فرات اور یردون کی وادیوں کی تمام ریاستوں کو فتح کر کے ہلال نما خطّے کی سرزمین میں سرتا سر اپنا شاہی اقتدار قائم کیا۔ (۲۷۵۲ سنہ ق۔م) اس بادشاہ نے ایلم (فارس) ماگان۔ (ابادان) دیمون (مسقط)۔ بحرین۔ قبرس اور کریٹ تک کے جزیروں کو فتح کر کے "نیچے کے سمندر یعنی خلیج فارس سے لے کر اوپر کے سمندر یعنی بحیرہ روم تک سلطنت قائم کر لی۔ اس کی سلطنت کی مشرقی حد کوہستان زیگرس واقعہ ایران۔ شمالی حد کوہستان طورس واقعہ ایشیائے کوچک اور مغربی حد صحرائے عرب تھی۔ الواح کے کتبوں پر لکھا ہے کہ اس کی سلطنت میں دیوداروں والی سرزمین (لبنان) اور چاندی کی کانیں (کوہستان طورس) بھی شامل تھیں۔ کتبوں سے قبرس۔ کریٹ اور بحرین کے جزیروں کی فتح کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ "سارگون فاتح اعظم بادشاہی کے قدرتی حقدار کی سلطنت ان پہاڑوں سے لے کر جن میں سے صبح کے وقت سورج طلوع ہوتا ہے (زیگرس) ان پانیوں تک جن میں آفتاب شام کے وقت غروب ہو جاتا ہے (بحیرہ روم) پھیلی ہوئی تھی"۔

پتھّر کی ایک لوح پر سارگون کی پیدائش اور ابتدائی حالات کے متعلق ایک منظوم کتبہ دستیاب ہوا ہے جس میں شاعر نے حسب ذیل داستان خود سارگون کی زبانی مرقوم کی ہے:۔

"میں ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں۔ اپنے باپ کا مجھے پتا نہیں۔ میرے باپ کے بھائی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ میری ماں نے جو مجھے پال نہیں سکتی تھی ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا تھا۔ دریا مجھے اُٹھا کر اکّی دہقان کے پاس لے گیا۔ اکّی نے مجھے پالا۔ اور مالی بنا دیا۔ اشتر دیوی نے میرے حال پر شفقت کی اور میں بادشاہ بن گیا میں نے چوّن سال

Marfat.com

حکومت کی"۔[۵۱]

"تذکرۂ سلاطین میں جو الواح پر مرقوم ہے لکھا ہے کہ سارگون کیش کے بادشاہ اُرالِ بابا کا ساقی تھا۔ لیکن اُرالِ بابا کی وفات کی تاریخ سارگون کے بادشاہ بننے کی تاریخ سے نہیں ملتی لہٰذا سمجھنا چاہیئے کہ سارگون اُرالِ بابا کے جانشین کا ساقی ہوگا۔ اِن روایات سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ سارگون سُمیری نہ تھا بلکہ سرزمین عرب کے بدوی قبائل سے تعلق رکھتا تھا۔ جو نوکری چاکری کرنے کی غرض سے سُمیریہ کے شہروں میں آکر بہ کثرت آباد ہو چکے تھے۔ سارگون کے عہد کے بہت سے کتبے سمیری زبان کے بجائے اکّادی زبان میں ہیں۔ جو اس بادشاہ کے سُمیری نہ ہونے پر دال ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ سُمیریہ کی آبادی بہت مخلوط ہو رہی تھی۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیریہ میں شامی۔ عرب۔ ایلمی (فارسی) اور کوہستانی ہر طرح کے لوگ آباد تھے۔ سارگون کے ایک بیٹے کا نام ای باریم تھا جو سامی نام ابراہیم سے ملتا جُلتا ہے۔ سارگون نے ۵۶ سال حکومت کی لیکن خود اس کی قوم کے لوگوں نے جو اس کے لشکری تھے بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا۔ (۲۶۹۷- ق-م) اس کے بعد اس کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے پھر پوتے نے حکمرانی کی۔ تیسرے یا چوتھے جانشین کے عہد میں شمالی کوہستان کی ریاست گُوگے باشندوں نے اکّادیہ پر حملہ کر کے سارگون کے خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ گُوکے باشندے گوتیمی کہلاتے تھے۔" تذکرۂ سلاطین پر لکھا ہے کہ ان کا پہلے کوئی بادشاہ نہ تھا

---

۵۱ محکوم قوموں کو نجات دلانے والے ابطال کی پیدائش کے متعلق اس سے ملتی جُلتی داستانیں دوسری اقوام کی روایات میں بھی ملتی ہیں مثلاً سائرہ میں ایرانی۔ حضرت موسیٰؑ۔ پرسیئس یونانی۔ سب ییاکس یونانی رومولو (رومن) اور شری کرشن (ہندو)

اور اس کے حملے سے سمیریہ میں ایسی کیفیت پیدا ہوگئی کہ "کون بادشاہ ہے اور کون بادشاہ نہیں"۔

اکّاد میں گوتیموں کی حکومت یا لوٹ کھسوٹ کا دَور دَورہ ایک سو پچیس سال رہا لیکن لاگاش۔ اُر اور بعض دوسرے شہر گوُوالوں کے تصرّف و اقتدار سے بچ رہے لاگاش کے سُمیری بادشاہوں میں سے ایک اور قابل ذکر بادشاہ گودیا نامی گزرا ہے جس کے عہد میں خوشحالی کا دَور دَورہ تھا۔ الواح پر لکھا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں پتھر خلیج فارس کے پار سے۔ سونا ایشیائے کوچک اور کوہستان طارس کے پرے سے لکڑی اور سنگ مرمر شام سے۔ تانبا مشرقی پہاڑوں سے لایا جاتا تھا۔ اس کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ گودیا کے زمانے میں تجارت کو بہت فروغ حاصل تھا اور دُور دُور کا تجارتی مال تاجروں کے ہاتھوں میں سے دست بدست گزرتا ہوا سمیریہ پہنچ رہا تھا۔ سونے کے متعلّق ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ ہنگری کے علاقے ٹرانسلو نیبا کی کانوں سے سونے نکالنے کا کام تین ہزار ق۔م سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اور مندرجہ صدر تحریر سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونا ایشیائے کوچک کے پرے سے لایا جاتا تھا۔ سنگِ مرمر کی کان بحیرہ ایجئین کے ایک جزیرہ پروس میں تھی۔ جس پر کام ہونے کے آثار اسی دَور سے ملتے ہیں۔ گودیا کے زمانے میں سنگ تراشی کا فن بھی بہت ترقّی کر چکا تھا خود گودیا کے متعدّد مجسمے ملے ہیں۔ اس کے چار کٹے ہوئے سر "لاوورے" (فرانس) کے عجائب گھر میں پڑے ہیں۔ گودیا کے ایک بزرگ اُر باؤ شاہ لاگاش کا ایک مجسمہ اُر سے ملا ہے جس کا سر کٹا ہوا ہے اور اسی کی پُشت پر ان مندروں کی فہرست درج ہے جو اِس بادشاہ نے بنوائے تھے یا جن کی مرمّت اس نے کرائی تھی۔ ایک لوح سے

یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُر باؤ کا ایک بیٹا اُر کے چاند دیوتا کے مندر کا پُجاری تھا جس نے اس مندر میں تانبے کے برتنوں کا چڑھاوا نذر کیا۔ گودیا کا عہد ۲۵۰۰ ق۔م کے لگ بھگ ہے ٭

۲۴۷۶ ق۔م میں ایرک اور کلاب کے حاکم اتوہیگل نے اکاّد فتح کر کے گوتیموں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور ان کے بادشاہ تمگن کو بال بچوں سمیت گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ اتوہیگل نے صرف سات سال حکومت کی جس کے بعد اُر کے حاکم اُرلموّں یا اُرنموّں نے چند شہر فتح کر کے اُر کے بادشاہی اقتدار کے تیسرے دَور کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شُلگی یا ڈنگی بادشاہ بنا جس نے اپنی سلطنت کو چاروں طرف وسعت دی۔ اس کے عہد میں تجارت کو بہت فروغ ہوا اور خوشحالی کا سکّہ چلا۔ شمالی ریاست آشور کا بادشاہ زاریکو خراج لایا۔ اس بادشاہ نے رعایا سے اپنی پرستش کرانے کا رواج جاری کیا۔ اس کے اور اس کے جانشینوں کے عہد کی الواح سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بادشاہوں کے بت مندروں میں نصب کئے جاتے تھے۔ ان کے نام سے نئے نئے مندر تعمیر ہونے لگے۔ اور پُجاری ان کی تعریف میں بھجن لکھتے اور گاتے تھے۔ یہ بھجن بہت سی الواح پر ملے ہیں۔ اِس خاندان کے ایک بادشاہ ابی سن کے عہد میں مغرب کی صحرا کے اموری (عرب) قبائل اور شمال مشرق کے کوہستانی قبائل نے سمیریہ کی سرحدوں پر حملے شروع کر دیئے اور ایلم (فارس) کی ریاست سے بھی لڑائیاں ہوئیں۔ اموریوں (عرب بدویوں) کی تعریف اس زمانے کی ایک لوح پر ان الفاظ میں کی گئی ہے ٭

"وحشی لوگ جو لڑتے بھڑتے رہتے ہیں۔ صحرا کی جڑی بوٹیوں پر گزارا کرتے ہیں۔ گوشت پکا کر کھانا نہیں جانتے۔ بے گھر ہیں۔ اپنے مُردوں کو دفن کرنا بھی

Marfat.com

ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ وحشی لوگ جنہوں نے کبھی شہر کی شکل تک نہیں دیکھی طوفان کی طرح آئے"۔

ابی سن نے اپنی سلطنت کو بچانے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن اس کے عہد حکومت کے پچیسویں سال میں ایلمیوں کا لشکر اُر کو تاخت و تاراج کرنے اور ابی سن کو قیدی بنانے میں کامیاب ہو گیا ایلمی اُر کے چاند دیوتا (بت) اور ایرک کے دیوتا (بت) کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ اُر کا دیوتا ایسین کے دوسرے بادشاہ نے چالیس سال بعد ایلمیوں سے صلح صفائی کے ساتھ حاصل کر کے اُر کے مندر میں نصب کیا۔ لیکن ایرک کا دیوتا (بت) ایک ہزار چھ سو پینتیس سال کے بعد قید سے چھڑایا گیا۔ اُر کی تباہی کی تاریخ ۲۲۷۵ ق۔م نکلتی ہے۔ اور الواح پر لکھا ہے کہ "ابی سن کے عہد میں بھیڑوں نے عجیب الخلقت بچے جنے۔ اوار کے مہینے کی چودھویں تاریخ کو چاند گرہن لگا۔ دمدار ستارہ طلوع ہوا جس کا رخ مغرب کی جانب تھا۔ خاص علامات کے وقت ہوا بند ہو گئی یہ سب نشانیاں اس امر کی علامت تھیں کہ شہر تباہ ہونے والے ہیں اور بادشاہ کے سر پر نحوست منڈلا رہی ہے"۔

اُر کے اقتدار کی تباہی کے بعد ایک نئے خاندان نے ایسین میں بادشاہی قائم کی اس خاندان کے ایک بادشاہ انشپنی داگان نے اپنے بیٹے انتانیطم کو اُر کے مندر کا بڑا پجاری مقرر کیا جس نے مندر کی مرمت کرائی اور چاند دیوتا کی بیوی ننگل کے لئے ایک نیا مندر بنوایا۔ ایک اور مندر گولا دیوی کے لئے بنوایا۔ ننگل اور گولا کے دو بت ایسے ملے ہیں جن میں گولا کی ناک غائب ہے۔ اور ننگل کے سر کا پتا نہیں۔

شاہان ایسین کے عہد کے بعد مرکز حکمرانی لارسا میں تبدیل ہو گیا رم سن

Marfat.com

شاہ لارسا کا عہد خوشحالی اور فارغ البالی کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں مندروں میں بڑے قیمتی چڑھاوے سونے چاندی اور تانبے کے برتن وغیرہ دیوتاؤں کی نذر کئے گئے۔ اور نئے نئے بُت رکھے گئے۔ اِس خاندان کے ایک بادشاہ مُرعداد یا مُرعداد نے اُر میں ایک عمارت بنوائی جس پر یادگار کے طور پر حسب ذیل عبارت کا کتبہ لکھوایا:-

"یہ عمارت مُرعداد نے اُس وقت بنوائی جب اُس نے ناعید شمش باغی کو نکالا اور اُر کو فتنے سے بچایا اور اُر کے ساتھ بھلائی کی"

انہی شاہان لارسا کے عہد میں آشوریہ کے بادشاہ ایلُوشوما نے اکادیہ اور سُمیریہ میں یلغار کی جس کا حال آشور کے ایک کتبے پر درج ہے۔ اسی خاندان کے عہد میں عرب کے بدوی قبائل کے ایک سردار سوقو آبوم نامی نے بابل میں متوازی حکومت قائم کر کے بابل کے پہلے شاہی خاندان کی بُنیاد قائم کی (۲۱۶۹ ق۔م)۔ اِس سے پہلے بابل محض متبرک شہر شمار ہوتا تھا کیونکہ اس میں سب سے بڑے دیوتا بیعل مرُدوخ کا مندر تھا۔ کسی بادشاہ نے اسے پایۂ تخت نہیں بنایا تھا۔ شاہان لارسا کے عہد میں ادبی سرگرمیوں نے بہت ترقی کی تذکرۂ سلاطین جس کا ذکر بار بار آتا ہے الواح پر لکھا گیا۔ پرانی داستانیں مرقوم ہوئیں۔ اُر خوشحال ہو گیا نئی نئی عمارتیں بنیں۔ محرابوں والے دروازے تعمیر ہونے لگے اس عہد کی سنگ تراشی کے نمونے چنداں ترقی یافتہ نہیں البتہ سمیری تحریر کے رسم الخط میں نمایاں ترقی نظر آرہی ہے۔ ایسین اور لارسا کے شاہی خاندانوں کا دورِ حکمرانی دو سو سال رہا۔ اس کے بعد عصائے اقتدار بابل میں منتقل ہو گیا۔

حمورابی شاہ بابل | بابل کے پہلے شاہی خاندان کا چوتھا بادشاہ حمورابی تھا جو ۲۰۶۷ ق۔م میں تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے

Marfat.com

داخلی نظم و نسق درست کرنے کے بعد سب سے پہلے شہر بابل کے گرد فصیل تعمیر کرائی پھر اس نے سُمیریہ کے شہروں کی تسخیر شروع کر دی۔ ایرک اور ایسین کے علاوہ اور کئی شہر سر کئے۔ آخر میں لارسا کی بادشاہی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ حمورابی نے ایلمیوں سے بھی جنگ کی جو رم سن شاہ ایسین کو اپنی کھوئی ہوئی ریاست دلانے کے لئے آئے تھے۔ حمورابی نے رم سن کو قید کر لیا۔ اس طرح حمورابی سارے سمیریہ (جنوبی عراق) کا بادشاہ بن گیا۔

حمورابی نے اپنی مملکت کے قوانین جو دیر سے رائج تھے الواح پر کندہ کرا کر جا بجا نصب کرا دیئے تھے جن میں سے کئی تختیاں آثار عتیقہ کی کھدائی میں دستیاب ہوئی ہیں۔ حمورابی اموری یعنی عرب خاندان سے تھا۔ قوانین ظاہر کرتے ہیں کہ حکمران طبقے کے افراد کے لئے جرائم کی سزائیں بہت کڑی ہوا کرتی تھیں لیکن عام لوگوں سے جو سمیری تھے محض جرمانے وصول کئے جاتے تھے۔ ان دو طبقوں کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ اونٹے کام کرنے والے غلاموں کا بھی تھا۔ یہ غلام پیشہ لوگ یا تو اسیران جنگ اور ان کی اولاد پر مشتمل ہوتے تھے یا ایسے لوگ تھے جن کو کسی جرم کی بنا پر غلام بنا لیا جاتا تھا۔ ہر شہر کا انتظام ایک کونسل کیا کرتی تھی جس کا ایک صدر ہوا کرتا تھا۔ بادشاہ کی طرف سے جج مقرر تھے جو جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ملکی انتظام کے ملازم اور پولیس بھی ہوتی تھی۔ مزروعہ زمینیں لوگوں کی انفرادی ملکیت تھیں لیکن چراگاہیں مشترکہ شاملات سمجھی جاتی تھیں۔ بعض حصّوں میں جہاں عرب کے بدوی قبائل آباد تھے بستی کی ساری زمین مشترکہ جایداد شمار ہوتی تھی۔ قانونی طور پر منکوحہ بیوی کو گھر کی مالکہ سمجھا جاتا تھا لیکن امرا کو لونڈیاں رکھنے کی اجازت تھی۔ جائیداد نرینہ اولاد میں برابر تقسیم ہوتی تھی۔ لڑکیوں کو شادی پر جہیز دیا جاتا تھا۔ باپ کی وفات پر جو

Marfat.com

لڑکیاں بے بیاہی رہ جاتی ہیں ان کے ولی اور محافظ ان کے بھائی ہُوا کرتے تھے۔ بیوہ کو بیٹوں کے برابر حصّہ ملتا تھا اور اپنے جہیز کی وارث بھی وہی ہُوا کرتی تھیں۔ اگر کوئی بیوہ دُوسرا نکاح کرتی تو اسے اپنے شوہر کی جائداد سے ملا ہُوا حصّہ اپنے بیٹوں کو واپس دینا پڑتا تھا۔ اگر کوئی عورت بے اولاد مر جاتی تھی تو اس کا جہیز اس کے ماں باپ کو واپس دے دیا جاتا تھا۔ پہلے مُردوں کو بڑے برتنوں میں بند کر کے دفن کرتے تھے پھر مٹّی کے تابُوت بننے لگے +

حمورابی ۲۰۲۴ ق۔م میں فوت ہو گیا۔ اس کے جانشین کے عہد میں (۲۰۱۶ ق۔م) کوہستان زیگرس کے ایک قبیلہ کسدی نامی کے لوگوں نے مملکت بابل کی شمال مشرقی سرحد پر حملہ کیا۔ اس بادشاہ کو ایلمیوں سے بھی لڑنا پڑا۔ اس نے لارسا۔ ایرک اور اُر کی فصیلیں گرا دیں۔ کیونکہ ان شہروں کے لوگوں نے بغاوت کی تھی +

دو ہزار ق۔م کے قریب دجلہ اور فرات کے دہانے کی سرزمین میں بسنے والے قبائل نے حمورابی کے جانشین سے بہت سے شہر چھین لئے۔ اور حمورابی کی بنائی ہوئی سلطنت کا شیرازہ چالیس سال کے اندر اندر بکھر گیا +

حضرت ابراہیمؑ

اِس عہد کی داستان حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کئے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی جن کے تذکرہ کی بدولت اُر کا نام اس شہر کے تباہ ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کے بعد ہزاروں سال زندہ رہا۔ کیونکہ بائیبل میں حضرت ابراہیمؑ کو کلدانیوں کے شہر اُر کا باشندہ ظاہر کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسی شہر کے بادشاہ (نمرود) کے سامنے بُت پرستی کے خلاف آواز اُٹھائی تھی اس کے خدائی دعوے کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا اور مندر کے بُتوں کو رات کی تاریکی میں تبر مار مار کر توڑ دیا

Marfat.com

تھا۔ اِس جُرم کی پاداش میں انہیں چتا کی آگ میں بٹھایا گیا جس سے وہ بچ گئے اور وہاں سے ہجرت کر کے فلسطین کی طرف چلے گئے یہ تورات کا بیان ہے آثاری شہادتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ اُر کے بادشاہ آخری دَور میں اپنی پرستش کرانے لگے تھے۔ بُت پرستی عام تھی۔ اُس کے کھنڈروں سے متعدّد پرانے بُتوں کا شکستہ حال میں ملنا ظاہر کرتا ہے کہ انہیں ضرور کسی بُت شکن سے واسطہ پڑا ہوگا سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا نرعداد کے کتبے کی عبارت کو حضرت ابراہیمؑ کے متعلّق سمجھنا قرینِ قیاس ہے یا نہیں؟ جس میں ناعید شمش باغی کے اخراج اور اُر کو فتنے سے بچانے کا ذکر درج ہے اور اس واقعہ کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کی یادگار میں بادشاہ نے ایک عمارت بنوانے کی ضرورت محسوس کی مغرب کے بعض علمائے تحقیق اُر سے حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کا زمانہ اس سے سَو ڈیڑھ سَو سال بعد قرار دے رہے ہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ نرعداد کا کتبہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلّق ہے جس میں انہیں ناعید شمش (سُورج کا مُنکر) ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ نام سامی الاصل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس دَور میں صحرائے عرب کے لوگ جن کو عام مروّج اصطلاح میں سامی کہا جاتا ہے اور جنہیں سمیری کتبوں میں اموری اور ہبیرو (عبرانی) کا نام دیا گیا ہے کافی تعداد میں سمیریہ کے شہروں اور دیہات میں آباد ہو چکے تھے۔ اگر نرعداد کا کتبہ حضرت ابراہیمؑ ہی کے متعلّق ہے تو ان کی ہجرت کا وقت ۲۱۴۱ ق۔م سے ۲۱۲۵ ق۔م کے درمیان کسی وقت سمجھا جا سکتا ہے"

یورپ کے بعض علمائے تحقیق کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اُر کے تیسرے شاہی خاندان کے کسی بادشاہ کے ہم عصر تھے کیونکہ اسی خاندان کے بادشاہ اپنی پرستش کرایا کرتے تھے اس خاندان کا خاتمہ ۲۲۰۱ ق۔م میں یا ۲۲۷۵ ق۔م میں ہو گیا تھا۔ بعض عالموں کی رائے ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بابل کے

Marfat.com

بادشاہ حمورابی کے ہم عصر تھے جس کے عہدِ حکومت کا اندازہ ۲۰۶۷ ق ۔ م سے ۲۰۲۴ ق ۔ م تک کیا گیا ہے ۔ کیونکہ یہودیوں کی روایات میں امرافیل شاہ شنار کو حضرت ابراہیمؑ کا ہم عصر ظاہر کیا گیا ہے جسے حمورابی کی بگڑی ہوئی صورت سمجھا رہا ہے اگر حضرت ابراہیمؑ نے بیس سال کی عُمر میں ہجرت کی ہو تو حمورابی کے عہد میں ان کا کنعان میں موجود ہونا ممکن ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی تھی ۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے کنُبے یا قبیلے سمیت اُر سے ہجرت کر کے حرّان کی طرف چلے گئے جو شرق بُردون کی ایک بستی تھی ۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم خانہ بدوش چرواہوں کی قوم تھی یہودیوں اور مسلمانوں کی مذہبی روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مصر بھی گئے تھے اور مصر کے بادشاہ سے ملے تھے جس نے آپ کی بہت تعظیم کی ۔ حضرت ابراہیمؑ نے حجاز کی پہاڑیوں میں جہاں مسلمانوں کا مقدّس شہر مکّہ آباد ہے خدا کو ایک ماننے والوں کے لئے ایک مسجد تعمیر کی اس جگہ پر حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی ہاجرہؑ اور ان کا بیٹا اسمٰعیلؑ ایک چشمے کے قریب آباد ہو گئے ۔ یہ چشمہ چاہِ زمزم کہلاتا ہے اور مسجد جو حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کی تھی کعبہ اور بیت اللہ (خدا کا گھر) کے نام سے مشہور ہے ۔ مسلمان ان مقامات کو بہت مقدّس سمجھتے ہیں اور ہر سال وہاں حج کے لئے جمع ہوتے ہیں اس عبادتگاہ کے قریب ہر سال جمع ہونے اور اس کا طواف کرنے کی رسم عرب میں حضرت ابراہیمؑ ہی کے وقت سے چلی آرہی ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ نے بُتوں کی پُوجا کے خلاف آواز بلند کی تھی اور پُرانے طریق عبادت کے بجائے ایک خدا کی پرستش رائج کرنے کی کوشش کی معلوم ہوتا ہے کہ عرب اور فلسطین کے بہت سے خانہ بدوش قبیلے ان کے بتائے ہوئے مذہب کے پیرو اسی دور میں بن گئے تھے ۔ بعد کے دور میں عبرانی قوم جو یہودی کہلائی اور عرب جو مسلمان کہلائے اس مذہب کے پُرجوش علمبردار بنے ۔ جن کا حال اپنے اپنے موقع پر بیان کیا جائیگا ۔

Marfat.com

وادیٔ نیل کا تمدّن

تین ہزار چار سو سال قبل مسیح سے نیل کی وادی کا مُلک ایک ہی بادشاہ کے زیر نگیں آچکا تھا فراعنۂ مصر اِس سرزمین پر اطمینانِ خاطر سے حکومت کر رہے تھے۔ کیونکہ انہیں کسی طرف سے بیرونی حملوں کا خطرہ نہ تھا اور مُلک طوائف الملوکی سے نجات پاکر داخلی امن کی نعمت سے بھی مالا مال ہو رہا تھا۔ تین ہزار سال ق۔م کے قریب مصر پر فراعنہ کا دُوسرا خاندان حکومت کر رہا تھا جس کے ایک فرعون خاسے خموئی کے مقبرے سے سونے کی ڈلی ملی ہے۔ خاسے خموئی کے بیٹے نروسر نے اپنے وزیر اعظم امہوتف کے زیر ہدایت و نگرانی پہلا سیڑھیوں والا اہرام بنایا۔ اِس اہرام کے ارد گرد پانچ ہزار گز لمبی اور تین ہزار گز چوڑی دیوار بنائی گئی۔ اس دیوار کے اندر برآمدہ تھا جس میں ۴۸ ستون تھے۔ ہر ستون کی گولائی تین فٹ اور اُونچائی سولہ فٹ تھی۔ ان ستونوں پر پچی کاری کے کام سے نقش و نگار بنائے ہوئے تھے۔ اس اہرام کی یہ شان ظاہر کرتی ہے کہ پتھر سے عمارتیں بنانے کا کام بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس سے پہلے کی کسی عمارت کے آثار تا حال نہیں ملے۔ ایک بھوج پتر کی تحریر سے جو بعد کے زمانے میں لکھی گئی معلوم ہوتا ہے کہ خاسے خموئی نے بھی ایک مندر تعمیر کرایا تھا۔ دُوسرے اور تیسرے خاندان کے فراعنۂ مصر نے اور اہرام

ط۱ اہرام مخروطی شکل کی سہ پہلو عمارت ہے جو پتھر کی سلوں سے بنائی گئی ہے۔ ان عمارتوں میں قدیم مصری اپنے مُردے دفن کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

بھی بنوائے جو فن تعمیر کی تدریجی ترقی کا اظہار کرتے ہیں۔ چوتھے خاندان کے بادشاہ خوفو نے غیزہ میں جو اہرام بنوایا وہ عجائبات عالم میں سے ہے۔ اس اہرام کا ہر پہلو ۷۵۵ فٹ طول رکھتا ہے۔ تینوں پہلو اس صحت کے ساتھ برابر ہیں کہ ان میں انچ کا فرق بھی نہیں۔ پتھر کی سلیں اس خوبی سے جوڑی گئی ہیں جیسے عینک ساز شیشے جوڑتا ہے۔ اہراموں کی اونچائی دو سو فٹ سے ۴۸۰ فٹ تک ہے۔ غیزہ کا اہرام سب سے بلند ہے۔ اَم ہوتف جس نے پہلا سیڑھیوں والا اہرام بنایا فن تعمیر کا ماہر اور طبیب و حکیم تھا۔ قدیم مصری تمدّن کی بہت سی ترقیات اسی شخص کے فکر و علم کی مرہونِ احسان ہیں۔ اس شخص کو مصر کے لوگ بڑے ہی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور بعد میں اسے دیوتا خیال کرکے اس کی پرستش کرنے لگے ؀

فراعنۂ مصر کے پانچویں خاندان کا بانی اُسرکاف تھا جو رے دیوتا (سورج دیوتا) کے مندر واقعہ سیلیو پولس کا پجاری تھا۔ روایت یہ ہے کہ رے اُسر (سورج دیوتا کے پجاری) کی بیوی سے دیوتا ہمبستر ہوا جس سے اُسرکاف پیدا ہوا۔ پجاریوں کے اس خاندان کے عہد میں سورج کی پرستش کے دین کو بہت فروغ ہوا اور فراعنۂ مصر بہت مقدّس شمار ہونے لگے۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ کے عہد میں جزیرہ نمائے سینا کے قبائل نے جو فلسطینی تھے شورش کا علم بلند کیا۔ اور کوہِ سینا کی کانوں سے تانبا وغیرہ نکالنے کے کام میں رخنہ اندازی کی۔ ایک مصری سردار رانتی کے زیر کمان مہم بھیجی گئی جس نے قبائل کی بستیوں پر حملہ کرکے بہتوں کو قتل کردیا اور بقیۃ السیف کو قید کرکے مصر لے آیا۔ اور مصریوں کا غلام بنا دیا۔ اس خاندان کا عہد ۲۷۵۰ ق۔م سے ۲۶۲۵ ق۔م تک شمار کیا گیا ہے ؀

Marfat.com

چھٹے خاندان کے تیسرے بادشاہ پیپی اوّل کے عہد میں سینا کے "ان لوگوں نے جو ریگستان میں آباد ہیں" پھر شورش کی۔ ایک سردار رونی کے زیر کمان تعزیری مہم بھیجی گئی جس نے "ہر باغی کو قتل کر کے شورش کا خاتمہ کیا"۔ پیپی اوّل کا ایک مجسّمہ جو پُورے سائز کا اور تانبے کا بنا ہُوا ہے قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ یہ مجسّمہ کھدائی میں برآمد ہُوا تھا۔

۲۴۷۵ ق۔م میں چھٹے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور ساتویں خاندان کے عہد میں ہر طرف بدامنی پھیل گئی۔ مُلک میں طوائف الملوکی کا دَور دَورہ ہو گیا۔ جنوب کی طرف سے جلشی قبائل نے حملے شروع کر دیئے۔ شمال مشرقی سرحد پر کوہستان یہودیہ کے جنگجو قبائل یلغاریں بھیجنے لگے۔ سرزمین مصر کئی سو سال تک بدامنی اور تباہ حالی کا شکار بن کر رہ گئی۔ اس دَور میں نئی تعمیرات تو کیا بن سکتی تھیں بہت سی پُرانی عمارتیں بھی کھنڈر بن گئیں اور تباہ حال لوگوں نے فراعنہ کے مقبروں سے قیمتی اشیا لُوٹنی شروع کر دیں جنہیں قدیم مصری بڑے اہتمام اور عقیدت کے ساتھ ان کی مسالوں سے محفُوظ کی ہوئی لاشوں کے ساتھ دفن کیا کرتے تھے۔ صرف وہ مقبرے بچ سکے جن کی تعمیرات بہت محکم تھیں۔

مصرِ قدیم کے اس پہلے دَورِ تمدّن کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے، ہاتھی دانت اور تانبے کا کام بہت ترقّی پر تھا۔ کاریگری بہت اچھا معیار اختیار کر چکی تھی۔ فنِ تعمیر بھی درجۂ کمال تک پہنچ گیا تھا۔ یہ لوگ مُردوں کے لئے پُختہ قبریں بناتے تھے۔ اور ان مقبروں میں ضروریاتِ زندگی کا سامان بھی ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے۔ غُربا صرف مٹّی کے برتن رکھ دینے پر اکتفا کرتے تھے اور امرا اور بادشاہ بڑی قیمتی چیزیں دفن کیا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جب تک جسم باقی رہتا ہے رُوح اس میں آتی رہتی ہے۔ اس لئے ابتدا میں

Marfat.com

وہ سوڈا ڈال کر نعش کو اچار بنا دیتے تھے پھر وہ ممی بنانے لگے یعنی ایسے مسالے استعمال کرنے لگے جو جسم کو پائیدار اور محفوظ بنانے والے تھے۔ ابتدا میں وہ متوفی کی مورتی بنا کر ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے تاکہ روح کو ثابت جسم نہ ملے تو اس مورتی میں داخل ہو جائے لیکن جب انہیں ممیاں بنانے کا فن آ گیا تو مورتیاں رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ان قدیم مصریوں میں موت کے بعد کی زندگی کا خیال بہت رائج ہو چکا تھا۔ مُردوں کے لئے تو وہ دور دراز سے پتھر لا کر پختہ مقبرے بناتے تھے لیکن خود بادشاہ اور امرا تک مٹی کے بنے ہوئے کچے گھروں میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ عام لوگ معمولی قسم کے کچے جھونپڑوں میں گاؤں بنا کر رہتے تھے۔ عوام کا لباس ستر ڈھانکنے کے لئے زانو تک کا تہ بند اور سر پر باندھنے کا رومال ہوتا تھا۔ جو بعض پتھروں پر کی تصاویر سے عیاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زرخیز اور حاصل ریز سرزمین کی پیدا کردہ ثروت و دولت میں عوام کا حصہ جو محنت و مشقت کرتے تھے بہت معمولی تھا۔ اس عہد میں پتھر سے برتن بنانے کے کام نے بھی خوب ترقی کی۔ ابتدا میں ہر شہر۔ ہر بستی اور ہر گاؤں کا دیوتا الگ الگ تھا پھر نظم سلطنت کے نمونہ پر ان دیوتاؤں کے درمیان تعلق پیدا کر لیا گیا اور سب دیوتا ایک ہی کنبے کے افراد شمار ہونے لگے جن میں سے ہر ایک کا کام اور وظیفہ الگ تھا۔ مذہبی رسموں کی ادائیگی کے لئے پجاریوں کا طبقہ ضروری تھا جو آہستہ آہستہ بہت اہمیت اختیار کرتا چلا گیا۔ اور قدیم مصری سوسائٹی کا ایک اہم جزو بن گیا۔

بدامنی کا دور دورہ

چھٹے خاندان کے خاتمہ (۲۴۷۵ ق-م) کے بعد برائے نام بادشاہ بنتے رہے۔ اقتدار کی زمام پہلے امرا کے ہاتھ میں منتقل ہوئی پھر طوائف الملوکی اور بدامنی پھیل گئی۔ شمالی حصے میں

Marfat.com

مشرق کی طرف سے فلسطینی قبائل گھس آئے اور ڈیلٹا کی سرزمین پر قابض ہو گئے۔ جنوب کی طرف سے حبشیوں نے یلغاریں شروع کر دیں جن کے ساتھ نو بے کے تیر کمان رکھنے والے لوگ بھی مل گئے جنہیں مصریوں نے اپنا محافظ بنا کر وہاں آباد کیا تھا۔ مصر کی سرزمین گوناگوں آفات کی آماجگاہ بن گئی۔ اس دور کے آثار میں سے وہ بھوج پتر ہیں جن پر اس دور کے شاعروں اور ادیبوں نے نوحے لکھے ہیں۔ اس دور کو مصر کی تاریخ میں دُکھا دینے کا دور کہا جاتا ہے ؛

لینن گراڈ کے عجائب گھر میں اس دور کا ایک پھٹا ہوا پیپرس (کاغذ) پڑا ہے جس پر سے یہ فقرہ صاف پڑھا جاتا ہے ؛

"فلسطین سے بھیڑ بکریاں چرانے والے قبیلوں نے مصر میں گھسنے کی کوشش کی تاکہ اپنی پیاس بجھانے اور اپنے گلّوں کو پلانے کے لئے پانی حاصل کر سکیں (مانگیں)" لندن کے عجائب گھر میں ایک مصری نوشتہ پڑا ہے جس پر ایک "مصری دانشمند کا واویلا" یہاں مرقوم ہے ؛

"باہر سے ایک اجنبی قوم مصر میں داخل ہوئی ہے۔ جس نے دلدلی علاقوں کی سرزمین تمام و کمال ڈھانپ لی۔ زیریں مصر کے راستے بھی پامالی پر ناز کر رہے ہیں۔ ایشیائی دلدلی علاقے کی سرزمین کے ہنروں میں طاق ہیں صحرائی قبیلے ہر جگہ مصر کے باشندے بن رہے ہیں۔ دلدلی علاقے کے باشندے ڈھالیں اُٹھائے پھرتے ہیں"؛

ایک اور کاغذ پر نودیں خاندان کے ایک بادشاہ ابوسری کا رازا بوسریکر) کا نوشتہ درج ہے جو کہتا ہے :-

"اس ذلیل ایشیائی کو دیکھو وہ کسی ایک مقام پر جم کر بیٹھ ہی نہیں سکتا اس کی ٹانگیں ہر وقت حرکت میں رہتی ہیں۔ وہ ہوروس کے وقت سے لے کر

Marfat.com

اب تک برابر جدال و قتال میں مصروف ہے ٭

جب سے میرا دَور دَورہ ہُوا ہے مَیں نے ڈیلٹا کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ایشیائی کو برباد کر دے۔ ہیں نے ان کی سرزمین کے باشندوں کو قیدی بنا لیا ہے مَیں نے ان کے گلّوں پر حملے کئے ہیں۔ آمو (ایشیائی) مصر کے لئے ایک لعنت ہے ابھی تجھے اس کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ اب بھی کسی دُور افتادہ ڈیرے کو تاراج کر سکتا ہے لیکن وہ کسی آباد شہر پر اب کبھی حملہ نہیں کرے گا ٭

مصری دانشمند اپیو ویر کے لوحے میں لکھا ہے :-

"جنوبی دروازے (نوبہ) کے محافظ کہتے ہیں چلو ہم بھی لوٹیں۔ کمان والا طیار کھڑا ہے۔ شر یر ہر جگہ موجود ہے جو لشکر ہم نے اپنے لئے بھرتی کئے تھے وہ کمان والوں سے جا ملے۔ اور ہمیں تباہ کرنے کے لئے آ گئے ہیں ٭

آج لوگ شمال کی طرف بائبلوس جانے کے لئے بحری سفر نہیں کرتے۔ ہم ممّیاں بنانے کے لئے دیودار کہاں سے لیں۔ جس کے عرق سے دینی پیشواؤں کو دفن کیا جاتا ہے۔ جس کے تیل سے سرداروں کے جسموں پر مالش کی جاتی ہے۔ دیودار اب نہیں آتا۔ سونا بھی مفقود ہے۔ غلّے اور ایندھن کی بھی قلّت ہے۔ زراعت کا حال بھی تباہ ہے۔ کسان اپنی ڈھال لے کر ہل چلاتا ہے۔ نیل میں طغیانی اب بھی آتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ہل چلانے والا کوئی نہیں۔ ہر طرف غلّے کا کال ہے۔ آبپاشی کا نظم تباہ ہو چکا ہے۔ بالائی مصر خشک ویرانہ بن گیا ہے۔ سارا مُلک صحرا بن رہا ہے ٭

دھوبی اپنا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ ادنےٰ لوگ ہر شے کے مالک بن رہے ہیں۔ کل جو اپنے لئے جُوتا بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ آج دولتمند ہے۔ امراء رو رہے ہیں۔ غریب خوش ہیں۔ ہر شہر کہتا ہے حکمران طبقے کا خاتمہ کر دو۔ سونا۔ یاقوت چاندی۔

Marfat.com

نیلم۔ پکھراج۔ قیمتی پتھر غلام عورتوں کے گلے میں نظر آتے ہیں۔ مُلک میں اچھی اچھی چیزیں موجود ہیں لیکن گھر کی مالکہ کہتی ہے۔ کاش کھانے کے لئے کچھ مل جائے۔ شریف زادیوں کے اعضا چیتھڑوں کے باعث رُسوا ہو رہے ہیں۔ شرفا کو ان لوگوں پر جن کے باپ دادا معزز نہ تھے کوئی ترجیح نہیں رہی۔ بادشاہوں کے بچوں کو دیوار پر مارا جا رہا ہے (پروا نہیں کی جاتی) جو لوگ نفیس ململ پہنتے تھے۔ وہ شکستہ حال ہیں۔ بیگمات کنیزوں کی طرح دُکھ سہ رہی ہیں۔ لونڈیاں زبان دراز ہوگئی ہیں۔ جب بیگمات بات کرتی ہیں تو نوکر چڑ جاتے ہیں۔ شہزادے بھُوکے اور تباہ حال ہیں۔ رعایا کے لوگ امرا کی جگہ حاصل کر چکے ہیں۔ مصر کا غلّہ عوام کی ملکیّت بن گیا ہے۔ شہزادے گلیوں میں خوار پھر رہے ہیں۔ چند باغیوں اور اوباشوں نے مُلک کو بادشاہت سے محروم کر دیا ہے۔ لوگوں نے یورٹیس کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ عبائوں والے چیتھڑے پہن رہے ہیں۔ جس نے کبھی اپنے لئے کپڑا نہ بُنا تھا اب دولتمند بن بیٹھا ہے مُلک کے سردار بھاگ گئے ہیں۔ شریف زادیاں بھُوکوں مر رہی ہیں۔ کاریگر کام نہیں کرتے۔ دشمنوں نے مُلک کی صنعت و حرفت تباہ کر دی ہے۔ نیک لوگ اِس حال پر جو مُلک کو پیش آ رہا ہے سوگوار پھر رہے ہیں۔ عورتیں کم ہوگئی ہیں اور جو ہیں وہ بچّے نہیں جنتیں۔ وبا ہر طرف پھیل رہی ہے۔ ہر جگہ خُون ہی خُون ہے موت کی کمی نہیں کئی مُردے دریا میں دفن کئے جاتے ہیں۔ دریا ہی ان کا مقبرہ ہے ممی بنانے کی جگہ بھی دریا ہی بن گئی ہے۔ سارے مُلک میں قحط کا دَور دَورہ ہے۔ شہر تباہ ہو چکے ہیں۔ مگر مچھ پیٹ بھر کر شکار کھا رہے ہیں۔ لوگ خود بخود ان کی طرف جا رہے ہیں۔ خانہ جنگی کے باعث بالائی مصر کے صُوبوں نے خراج تک نہیں بھیجا۔ خوش وقتی اور تفریح ختم ہو چکی ہے۔ چھوٹے بڑے سب کہتے ہیں کاش ہم مر جائیں۔ کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔

Marfat.com

ہائے آج کا دن۔ آج کا دن کتنا تلخ ہے۔ زیریں مصر رو رہا ہے"۔

ان بیانات سے جو خود مصر کے داہیوں نے تحریر کئے نہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چھٹے خاندان کے خاتمے کے بعد مصر کی سرزمین بیرونی حملوں اور داخلی شورشوں کی آماجگاہ بن گئی جس کے باعث وہاں صدیوں نظم قائم نہ ہو سکا بلکہ ان نوحوں سے مصریوں کی قدیم معاشرت کا حال بھی روشن ہو رہا ہے۔ مصری دانشمند کا نوحہ بتا رہا ہے کہ مصر کی سوسائٹی اپنے خوشحالی کے ہزار سالہ دور میں اعلیٰ اور ادنیٰ دو طبقوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ فرعونوں۔ مذہبی پیشواؤں۔ امیروں اور سرداروں کی اولاد بہت معزز سمجھی جاتی تھی۔ اور عوام محض ان کے خادم تھے۔ شان سے رہنا۔ نعمتوں سے فائدہ اٹھانا۔ اچھے کپڑے پہننا۔ قیمتی سامان استعمال کرنا۔ شان شوکت کی زندگی بسر کرنا اعلیٰ طبقے کا آسمانی حق سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ مصری دانشمند امیر طبقے کے پست ہونے اور غریبوں کے ابھرنے پر بہت کچھ تعجب اور حیرت کا اظہار کر رہا ہے۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب سے پہلے کے دور میں جوتا بنانے والے کو خود اپنے لئے جوتا بنانے کی توفیق حاصل نہ تھی۔ ہر قسم کی حرفت کے کاریگر صرف امیروں کی آسایش کے لئے کام کرتے تھے۔ غلہ "عوام کی ملکیت" نہ تھا۔ جب انقلاب کے باعث عوام کی ملکیت بن گیا تو دانشمند مصری کو بہت تعجب ہوا جس کا اظہار وہ اپنے نوحے میں کر رہا ہے۔ اسے بہت افسوس ہے کہ اعلیٰ طبقے کے مرد عورتیں اور بچے برتری اور ترجیح کے اس "حق" سے محروم ہو گئے جو فراعنہ مصر کے ہزار سالہ دور کے طرز حکمرانی کے باعث اسوقت کے معاشرتی نظام میں اور لوگوں کے افکار و اذہان میں اچھی طرح ثبت ہو چکا تھا۔ اگر ان حالات میں مصر کی سرزمین کو عوام کے انقلاب سے دوچار ہونا پڑا تو تعجب کی بات نہیں۔

۲۱۶۰ ق۔م میں نئے تھیبس کے بادشاہ انطف نامی نے ملک کا امن بحال کیا اور از سر نو منظم حکومت قائم کر کے گیارھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔ بدامنی کے دور میں چار خاندان یکے بعد دیگرے برسر اقتدار آئے لیکن ان کا اقتدار محض برائے نام تھا۔

زراعت کاری کی توسیع

تین ہزار ق۔م سے دو ہزار ق۔م تک زراعت کاری کا تمدن دریائے ڈینیوب کی وادی میں اندرون یورپ کی طرف پھیلتا ہوا ہنگری۔ ممالک بلقان۔ اور جرمنی کے میدانی علاقوں تک جا پہنچا۔ اس دور کے مٹی کے برتنوں کی بناوٹ تدریجی ترقی ظاہر کر رہی ہے مشرقی حصے کے برتن ایشیائے کوچک کی صنعت سے بہت متاثر نظر آتے ہیں لیکن مغربی علاقوں کے برتنوں کی شکلیں اور بناوٹیں چمڑے کے ابتدائی برتنوں سے ملتی جلتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میدانوں کے وحشی قبائل جو شکار پر گزارا کرتے تھے۔ مشرق کی طرف سے آنے والے آبادکاروں سے زراعت کاری کا فن حاصل کر کے ان میں گھل مل رہے ہیں۔ اس دور کے آثار میں تیر۔ بھالے۔ تبر اور لڑائی یا شکار کے ہتھیار نہیں ملتے۔ البتہ جوتے کی شکل کے ہلوں کے پھل اور وہ بھی پتھر کے بنے ہوئے دستیاب ہوئے ہیں۔ دھات کا استعمال یہ لوگ بہت کم کرتے تھے۔ ان کے ہاں سے مٹی کی بنی ہوئی پختہ مورتیاں ملتی ہیں جو ان کا تعلق ایشیائے کوچک سے ظاہر کر رہی ہیں۔ یہ مورتیاں غالباً "بڑی مائی" کی ہیں جس کی یہ لوگ پرستش کیا کرتے تھے۔

دریائے ڈینیوب کے ایک معاون دریائے آلٹ کی وادی سے جو کوہستان کارپیتھین کی مشرقی کمان کے اندر واقع ہے ایک جداگانہ تمدن کے آثار ملے ہیں۔

Marfat.com

جو زراعت کاروں کی ترقّی یافتہ قوم کے وجود کا پتا بتا رہے ہیں۔ یہ لوگ مٹّی کے رنگین اور منقوش برتن بناتے تھے۔ تانبے اور سونے کے زیور پہنتے تھے۔ سنگ مرمر اور دیگر قیمتی پتھروں کے ہار بھی پہنتے تھے۔ سیپ۔ دانت۔ ہڈیوں کے ٹکڑے وغیرہ بھی زیوروں کی طرح استعمال کرتے تھے۔ اسی تمدّن کے آثار جنوبی روس کی حاصل خیز سیاہ مٹّی والی سرزمین سے بھی ملتے ہیں جو بحیرہ اسود کے شمال میں واقع ہے اور آج کل یوکرین کا صوبہ کہلاتی ہے۔ یہ لوگ غالباً اناؤ۔ ترکستان۔ بحیرۂ خزر کے جنوبی علاقے۔ آرمینیا اور بحیرہ اسود کے جنوبی علاقے میں بسنے والی اقوام ہی کی ایک شاخ ہوں گے جو آبنائے باسفورس کو عبور کر کے بحیرہ اسود کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف رُومانیہ یوکرین اور دریائے آلٹ کی وادی میں پھیل گئے ہوں۔ اس تمدّن والے لوگوں کا سُراغ یونان کی سرزمین سے بھی ملتا ہے لیکن یہ بعد کے دَور کی بات ہے جب یہ لوگ اس خطّہ سے نکل کر یونان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے ؎

کریٹ کے بحری تجارت کرنے والے باشندوں نے اس دَور میں اپنے ہاں ایک مستقل ریاست قائم کر لی۔ کریٹ کے بادشاہوں کے عالیشان پُختہ محلّات زمین کھود کر نکالے گئے ہیں۔ جن کی شان و شوکت ظاہر کرتی ہے کہ کریٹ کے تجارت پیشہ لوگ بہت ثروت مند ہو گئے تھے اور وہ بھی سمیریا اور مصر کی دیکھا دیکھی شاندار پُختہ عمارتیں بنانے لگے تھے۔ یہ لوگ بھی "بڑی مائی" کے پُجاری تھے۔ ان کے آثار میں بھی مٹّی کی مُورتیاں ملتی ہیں ؎

چین کا ابتدائی تمدّن

ایشیا میں چین اور ہندوستان کے اندر زراعت کاروں کی بستیاں ترقّی پذیر رہیں اور اس دَور میں صرف چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں قائم ہوتی گئیں۔ جو آپس میں برسرِ پیکار رہتی تھیں

چین کے تاریخی آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھائی ہزار ق۔م کے قریب چین کے شمالی حصے میں پہلے پانچ بادشاہ قائم ہوئے جنہوں نے ریاستوں کو مطیع کر کے ایک بڑی اور متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ چین کی قدیم ترین تاریخی روایات کے مطابق چین کا پہلا شہنشاہ یاؤ نامی تھا جس نے دریائے ہوانگ ہو کی وادی۔ دریائے ینگ سی کیانگ کا زیریں طاس۔ پیکن تک کا شمالی میدان اور شان تونگ کا جزیرہ نما اپنے زیرِ نگیں کر لیا۔ بادشاہ بہت ہشیار تھا جس نے "سیاہ بالوں والے لوگوں" (قدیم باشندوں) پر دانائی سے حکومت کی اس کے عہد میں دریائے ہوانگ ہو میں زبردست طوفان آیا اور دریا پر بند باندھنے کی تدبیریں سوچی گئیں یاؤ ۲۲۵۸ ق۔م تک اور اس کا جانشین ۲۲۰۶ ق۔م تک حکمران رہا اس کے بعد یُو نامی ایک شخص نے ہیا خاندان کی بنیاد رکھی ہینگ پہاڑ پر اس بادشاہ کے نام کا کتبہ آج تک موجود ہے۔ یُو نے آبپاشی کی تنظیم کی۔ زمینوں کے درجے مقرر کئے۔ محاصل لگائے۔ دریاؤں کو قابو کیا۔ نہریں نکالیں۔ نو صوبے بنائے۔ جنگل صاف کرائے۔ دلدلیں خشک کرائیں۔ بادشاہ عوام سے مالیہ۔ ریشم۔ روئی۔ غلہ۔ پوستین۔ فر۔ لومڑی کی کھال۔ موسیقی کے پتھروں۔ قیمتی پتھروں۔ موتیوں۔ دھات۔ چاندی۔ پتھر کے سوفاروں۔ ریچھ کی کھال اور چمڑے کی صورت میں وصول کرتا تھا۔ اس کے عہد میں چینیوں نے کپڑا بُننا اور رنگنے کی صنعت کو ترقی دی۔ یُو نے مغربی پہاڑوں کی پیمائش کرائی اور وحشی قبائل کو حسنِ سلوک سے رام کیا۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ عا نامی نے ۲۱۹۴ ق۔م میں صوبہ کان کے ایک وحشی قبیلہ ہومیو کے خلاف عسکری مہم اختیار کی۔ ۲۱۵۷ ق۔م چنگ کانگ نامی ایک اور بادشاہ تخت نشین ہوا۔ جس کے عہد میں سرکاری جوتشیوں نے سورج گرہن کی اطلاع قبل از وقت نہ دی اس لئے عوام کو تیاری کرنے میں بڑی تکلیف ہوئی ان دو جوتشیوں کو قتل کرنے کا حکم صادر ہوا اور اس مقصد کے لئے بادشاہ کو

Marfat.com

باغی جونشیوں کے خلاف عسکری مہم اختیار کرنی پڑی ۔

اِس دَور کے چینی طاؤئیت کے قایل تھے جو معیّن معتقدات کا ایک مسلک تھا اِس مسلک کے رُو سے چینی پانچ چیزوں یعنی دھات۔ پانی۔ آگ۔ لکڑی اور مٹّی کو درجہ اوّل کی مفید چیزیں سمجھتے تھے۔ اور اعتقاد رکھتے تھے کہ انسانوں کو خدا کا حکم بادشاہ کی زبانی ملتا ہے۔ عام انسانوں اور بالخصوص بادشاہ کی غلطی اور کجروی سے بلائیں نازل ہوتی ہیں اور بلاؤں کے نزول سے پہلے کئی قسم کی علامتیں سُورج اور چاند گرہن۔ دُمدار ستاروں کے طُلوع۔ ایک بُرج میں بعض ستاروں کے اجتماع وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ بلائیں بغاوت۔ زلزلہ۔ قحط۔ طوفان۔ فصلوں کی تباہی۔ اور عام وبا کی صُورتوں میں نازل ہوتی ہیں۔ اس دَور کے چینی ایک مخفی طاقت کو حاکمِ اعلےٰ مانتے تھے جو نیکی کا اجر اور بدی کی سزا دیتی ہے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور تعلقات و فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ نباہنے چاہئیں اِس طرح سب کام ٹھیک چلیں گے ۔

طاؤئیت کو چینی آسمانی راستہ سمجھتے تھے جو چین کے ایک قدیم بادشاہ فوہی نے مرتب کیا تھا۔ فوہی چین میں غالباً سب سے پہلا بادشاہ تھا۔ اس مسلک میں اچھّے اصولوں پر زندگی بسر کرنے۔ ماں باپ کی محبّت و اطاعت۔ وفاداری۔ شوہر اور بیوی کے وفادارانہ تعلّقات۔ اطاعت اور اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور اس مسلک کے پیروؤں کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کا حاکمِ اعلےٰ شانگ ٹی ہے جس کے ماتحت دیوتا۔ رُوحیں۔ اولیا اور ستاروں کے فرشتے کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ آسمان کی رُوح۔ زمین کی رُوح۔ اشیا کی رُوح۔ بھُوت پریت۔ شیاطین وغیرہ کی موجودگی کے بھی قایل تھے۔ اِن رُوحوں کو خوش کرنے کے لئے

Marfat.com

قربانیاں دیتے تھے جن کے لئے موسم وقت۔ ہوا کے رُخ وغیرہ کی شرطوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ بزرگوں کے مقبروں پر جاکر مُرادیں مانگتے تھے۔ ان کی سوسائٹی میں حسب ذیل پانچ سزائیں رائج تھیں۔ موت۔ جلا وطنی۔ تازیانہ یا لعنت۔ سلاخ۔ اور جُرمانہ۔ سزا دینے کے لئے تین جگہیں عدالت کا احاطہ۔ کھُلا میدان اور چوک مقرر تھیں۔ ان میں آٹھ قسم کی موسیقی رائج تھی جو دھات۔ پتھر۔ بانس۔ سنکھ۔ مٹّی کے برتنوں۔ لکڑی۔ چمڑے اور رسّی کے اوزاروں سے پیدا کی جاتی تھی۔ کچھوؤں پر تعویذ بنا کر۔ اور نردوں وغیرہ سے شگون لیتے تھے۔ اور کسی اہم کام کا فیصلہ کرنے کے لئے بادشاہ کی رائے۔ سرداروں کی رائے۔ عوام کی رائے۔ نردوں کے شگون۔ کچھوے کے شگون سے استفسار کرنا لازمی خیال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ خاص مواقع پر ایک کتاب کھول کر فال بھی لیتے تھے جس میں ٹاؤازم کی ہدایات مرقوم تھیں۔ ۲۲۰۰ ق۔ م تک چین میں ریشم کا کپڑا چک کی صُورت میں بُنا جاتا تھا۔ رنگا ہُوا چمڑا استعمال ہونے لگا تھا۔ پہلے نشے کے لئے ہلکی شراب اور گھوڑی کا پھٹا ہُوا دُودھ پیتے تھے لیکن دو ہزار قبل مسیح کے قریب تیز شرابیں بھی ایجاد ہونے لگیں۔ اس دَور کے چینی طویل عمر کے شوقین تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ نیک زندگی بسر کرنے کا صلہ طویل عمر کی صورت میں ملتا ہے۔ جوانی کی موت اور حادثے کی موت کو معیوب سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ نیک آدمی کو مرنے سے پہلے موت کے وقت کی خبر ہو جاتی ہے۔ چینی اس زمانے میں اپنے لٹریچر کا کافی ذخیرہ جمع کر چکے تھے۔ ہیا خاندان کے ۲۸ بادشاہوں نے چین پر ۱۷۶۴ ق۔ م تک حکومت کی۔

Marfat.com

دیگر ایشیائی ملکوں کی حالت

ہندوستان میں اسی دور میں وادیٔ سندھ کے آباد کاروں نے چھوٹی بڑی ریاستیں قائم کر رکھی تھیں لیکن ان کے آثار ابھی اس قدر فراوانی کے ساتھ دستیاب نہیں ہوئے کہ ان کے حالات پر روشنی پڑتی۔ ایشیائے کوچک میں حتّی قوم کے لوگوں کی ریاستیں آباد تھیں اور دردانیال کے مشرقی ساحل پر حصار لک کی بستی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھی۔

ترکستان کے زراعت کاروں کی آبادی اُناؤ کی دوسری تہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں یہ لوگ نئی نسل کے بیل۔ اُونٹ۔ سُوٴر اور کُتّے پالنے لگے تھے۔ پتھر کی درانتیاں استعمال کرتے تھے۔ گوپھیے رکھتے تھے۔ اور پتّھر کے چُول والے دروازے بنانے لگے تھے۔ تانبے کے خنجر اور بھالے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ ڈھائی ہزار ق۔م کے قریب یہ بستی تباہ ہو جاتی ہے اور اس تباہی کے بعد آج تک آباد نہیں ہوئی۔ بربادی کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید پانی کے وہ چشمے جن سے کاریزیا (زیر زمین دوز نالیاں) نکال کر یہ لوگ اپنی فصلیں سیراب کرتے تھے خشک ہوگئے ہوں گے اس لئے یہ لوگ بستی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ یا کسی وبا کا شکار ہو کر بھاگ گئے ہوں۔ تیسرا سبب یہ بھی قیاس کیا جا رہا ہے کہ سرسبز میدانوں کے خانہ بدوش قبیلوں نے حملہ کر کے اِس بستی کا خاتمہ کر دیا ہوگا۔ جو اس زمانے کے بعد ایشیا اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں پہنچے۔ شاید اناؤ کی بربادی ان قبائل کی نقل و حرکت کا اوّلین شکار ہوئی ہو۔

وسطی ایشیا کے وسیع اور سرسبز میدانوں میں جن کا سلسلہ یورپ کے وسطی ملکوں تک پھیلتا چلا گیا ہے نوع انسانی کے خانہ بدوش قبیلے اس وقت کی

Marfat.com

دُنیائے متمدّن سے بالکل الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ صحرائے عرب کے خانہ بدوش قبائل سے ان اقوام کی حالت مختلف تھی۔ کیونکہ عرب کے بدوی قبائل کے دائیں اور بائیں یعنی مشرق و مغرب میں سمیریہ اور مصر قدیم کی متمدّن تہذیبیں ترقی کر رہی تھیں جن سے انہیں آئے دن مختلف قسم کے واسطے پڑتے رہتے تھے۔ لیکن وسطی ایشیا کے سرسبز میدانوں میں بسنے والے قبائل کی دُنیا ہی الگ تھی۔ وہ ان وسیع میدانوں میں جو ہزاروں میلوں تک دامن پھیلائے ہوئے تھے۔ اپنے مویشی کے گلّے لئے پھرتے تھے۔ اور ہزاروں میل اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر نکل جاتے تھے۔ خانہ بدوشوں میں خیل بندی کا طریق رائج ہونا بدوی زندگی کا ایک لازمی نتیجہ تھا۔ اس لئے ان کے مختلف خیلوں کے درمیان سرسبز گھاس والے خطّوں پر قبضہ جمانے کے لئے لڑائیاں ہوتی تھیں اور جو قوم غالب آتی تھی وہ سرسبز خطّے پر قبضہ جما کر اسے اپنی سرزمین سمجھنے لگتی تھی۔ ترکستانات بحیرہ خزر کے شمالی علاقے۔ وسطی روس میں سیاہ مٹّی والی سرزمین کے شمال اور مشرق میں ایک ایسی قوم پھل پھول رہی تھی جو بیلوں۔ بھیڑوں۔ بکریوں کے گلّے زیادہ پالتی تھی۔ اسی قماش کے لوگ افغانستان اور ایران کے کوہستانوں میں پھرتے تھے۔ ان اقوام نے نقل و حرکت کی سہولت کے لئے جانوروں سے بار برداری کا کام لینا شروع کر دیا۔ بیلوں اور گھوڑوں کو اس کام کے لئے استعمال کرنے لگے اور رفتہ رفتہ انہوں نے پہیّے رکھنے والی بیل گاڑیاں ایجاد کرلیں۔ جو حرکت اور کُوچ کے وقت ان کے خیموں اور سامانوں کو اُٹھا کر لے جانے کے لئے بہت کام آئیں۔ یہ آریہ نسل کے لوگ تھے۔ جو گزشتہ کئی ہزار سال سے اس وسیع گہوارے میں پرورش پا رہے تھے۔

ران سے اوپر کے شمالی خطّے میں جو منگولیا سے شروع ہو کر سائبیریا کے

جنوبی حصّوں میں سے گزرتا ہُوا وسطی روس کے بالائی حصّے تک چلا گیا ہے۔ دوسرے ٹائپ کے قبائل متحرک زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس خطّے میں گھوڑوں کی کثرت تھی اس لئے ان قبائل کے پالتو جانور زیادہ تر گھوڑے تھے۔ جن سے وہ اپنی خوراک کا گوشت حاصل کرتے اور بار برداری کا کام لیتے تھے۔ گھوڑیوں کا دودھ بھی خوراک کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اور غالباً اسی دَور میں انھوں نے گھوڑے کو سواری کا جانور بھی بنا لیا تھا۔

اِس خطّے کے شمال کے سرد برفانی علاقوں میں جو کیمچٹکا۔ شمالی سائبیریا۔ شمالی یورپی روس۔ لیپ لینڈ۔ اور سویڈن ناروے پر مشتمل ہے رین ڈیئر پالنے والے اور شمال کی سرد اور تُند ہواؤں میں جفاکشی کی زندگی بسر کرنے والے قبیلے پھرتے تھے۔ یہ لوگ برفانی علاقے کے رہنے والے تھے اس لئے سمُور اور اس علاقے کے دوسرے جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ رین ڈیئر اُن کے بہت کام کی چیز تھی اِس لئے اسے شوق سے پالتے اور اس سے کام لیتے تھے۔ تبّت اور وادیٔ طارم میں دو کوہانوں والے اونٹ پالنے والے لوگ رہتے تھے۔ شرق الہند کے ملکوں اور جزیروں۔ نیز افریقہ اور امریکہ کے برّ اعظموں میں کئی ہزار سال پہلے کی بچھڑی ہوئی نوعِ انسانی کی جمعیتیں شکار کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔

عام کیفیّت

گویا دو ہزار ق۔ م کے قریب سمیریہ اور مصر کے تمدّن متعدّد داخلی اور خارجی انقلابات کا تجربہ کرتے ہوئے کلّی اقتدار رکھنے والے اور پرستش کرانے والے بادشاہوں کے زیر فرمانروائی ترقی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ یورپ۔ ہندوستان اور چین کے دریاؤں کی وادیوں میں زراعت کاروں کی بستیاں پھیل رہی تھیں اور چھوٹی بڑی ریاستیں قائم ہونے لگی تھیں۔ وسط ایشیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں خانہ بدوش اقوام کی

متمدن شاخیں نشو و نما پا رہی تھیں اور افریقہ۔ آسٹریلیا اور امریکہ میں انسان ابھی شکاریوں کی وحشیانہ سی زندگی بسر کر رہے تھے ۔

ڈھائی ہزار ق۔م سے دو ہزار ق۔م تک کے عرصے میں وسطی افریقہ۔ عرب اور وسط ایشیا کے بدوی قبائل میں حرکت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ جو سمیریہ اور مصر کی متمدن آبادیوں کے لئے تکلیف اور پریشانی کا موجب بنتی رہتی ہے۔ یہ لوگ پتھر سے بنائی ہوئی کلہاڑیاں اور گرزیں استعمال کرتے تھے۔ یورپ کے مختلف ملکوں سے ان اوزاروں کا ملنا ظاہر کرتا ہے کہ جنوبی۔ روس کے یہ بدوی قبیلے یورپ میں گھس کر وہاں کی امن پسند زراعت پیشہ آبادیوں کے حکمران بن گئے تھے۔ ان کے پھیلاؤ کے آثار ہنگری اور جرمنی میں بہت زیادہ ملتے ہیں۔ وسط ایشیا کے قبائل کی حرکت کے باعث متمدن انسانوں کی ایک بستی اُناؤ جو مغربی ترکستان میں مدت سے آباد تھی ڈھائی ہزار سال ق۔م کے قریب تباہ ہو جاتی ہے۔ اگر سمیریہ میں گوتیوں کی یلغار کو انہی قبائل کے دباؤ کا نتیجہ سمجھا جائے تو بعید از قیاس نہ ہوگا۔ سمیریہ کی مملکت کو عرب کے بدوی قبائل کی نقل و حرکت کے باعث جو اُفتادیں پیش آتی ہیں ان کا تذکرہ اسی باب میں کیا جا چکا ہے۔ مصر پر حبشی قبائل کی یلغار کا حال مصری داناؤں کے ان نوحوں سے کھلتا ہے جو بھوج پتر پر لکھے ہوئے ملے ہیں ۔

Marfat.com

Marfat.com

ساتواں باب

برانز دھات کا زمانہ

(دو ہزار سال ق ۔م سے ایک ہزار سال ۔ ق ۔ م تک)

اوزار سازی کے لئے برانز دھات کا استعمال ۔ جزیرہ کریٹ کا تمدن ۔ ترقی یافتہ آرٹ ۔ تجارتی سرگرمیاں ۔ متمدن ملکوں پر بدوی اقوام کی یلغاریں ۔ حتی ۔ کسدی ۔ ایلی اور چرولہے ۔ حضرت یوسف عزیزِ مصر ۔ حضرت موسےٰ اور بنی اسرائیل ۔ آریہ قبائل کی نقل و حرکت ۔ ٹرائے کا معرکہ ۔ ایران میں زرتشت کا ظہور ۔ ہندوستان میں مہابھارت اور رامائن کے واقعات ۔ شری کرشن اور شری رام چندر جی ۔ شاہی نظام حکومت کا استحکام ۔ پانچ بڑی اور روایتی جنگیں ÷

Marfat.com

Marfat.com

برانز دھات کے اوزار

دو ہزار سال ق-م سے ایک ہزار سال ق-م تک کے دور ہیں۔ جنوب مغربی ایشیا۔ مصر۔ جزائر ایجئین۔ یورپ کے ممالک۔ وسط ایشیا اور چین تک کے آثار میں برانز دھات کے اوزار کثرت سے ملتے ہیں۔ جو اس دور کے انسانوں کی صنعتی ترقی کا پتا دے رہے ہیں۔ پچھلے دور کی متمدن اور ترقی یافتہ اقوام کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ تانبے اور سونے کو کانوں سے نکال کر زیورات یا ثروت کے طور پر استعمال کرنے اور رکھنے کا رواج تین ہزار سال ق-م بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ کوہستان زگرس۔ ایشیائے کوچک جزیرہ نمائے سینا۔ جزیرہ قبرص اور ہسپانیہ کی کانوں سے تانبا حاصل کرنے کا کام بہت دیر سے جاری تھا۔ اس کے علاوہ ٹرانسلوینیا اور جنوب مغربی ایشیا کی کانوں سے سونا نکالنے اور اسے قیمتی تجارتی مال کے طور پر بادشاہوں کے درباروں تک لے جانے کا سراغ بھی مصر و عراق کے آثاروں سے مل چکا ہے۔ تانبا اور سونا دونوں نرم دھاتیں ہیں جن سے تیز دھار والے اوزار جو شکار اور جنگ میں کام دے سکیں نہیں بنائے جا سکتے تھے۔ اس لئے ان سے جو اشیا بنائی جاتی تھیں وہ محض آرائشی اور نمائشی ہوتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دو ہزار سال ق-م کے قریب حصار لک کی تجارتی بستی کے کاریگروں کو تانبے میں دس فیصدی قلعی

Marfat.com

ملا کر ایسی سخت دھات بنانے کا گُر ہاتھ آ گیا جس سے تیز دھار والے سخت اوزار کامیابی کے ساتھ بنائے جا سکتے تھے۔ حصار لک کی بستی ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر دریائے دانیال کے قریب آباد تھی جس کے تہ بہ تہ آثار کھود دیے جا چکے ہیں۔ ان آثار سے بہت سے قیمتی تاریخی سُراغ ملے ہیں۔ حصار لک کے مشرق میں جو پہاڑ قریب ہی واقع ہیں وہاں تانبے کی کانیں تھیں۔ غالباً قلعی بھی ان کانوں سے ملتی ہو گی۔ حصار لک کے باشندے جو پہلے مٹّی کے برتن اور دیگر دستی مصنوعات کو جزائر ایجئین کے کشتی ران بحری تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا کرتے تھے اب برانز دھات کے اوزار بھی بیچنے لگے۔ ظاہر ہے کہ حصار لک کے تاجروں نے تانبے کے ساتھ قلعی ملا کر برانز دھات بنانے کے راز کو صدیوں اپنے تک اور اپنی اولاد تک ہی محفوظ رکھا ہو گا۔ لیکن ان اوزاروں کی مانگ اتنی شدید تھی کہ برانز کے اوزار کلہاڑیاں۔ خنجر۔ چھُریاں۔ نیزوں کے پھل اور تیروں کے سوفار وغیرہ سو دو سو سال کی مدّت میں آئرلینڈ سے لے کر چین تک پھیل کر استعمال ہونے لگے۔ یورپ کے اکثر حصّوں سے اس دَور کی جو اشیا ملی ہیں ان میں مٹّی کے برتنوں کے ڈیزائن اور برانز دھات کے اوزاروں کی ساخت صاف پتا دے رہی ہے کہ ان سب کا اصل منبع ایک ہی ہے اور وہ حصار لک کی بستی ہے جو اس زمانے میں دُنیائے مشرق و مغرب کے درمیان بہت بڑا تجارتی مرکز تھی ؎

حصار لک کی بستی ۱۹۰۰ ق۔م کے قریب ایک بدوی قوم کی یلغار کا شکار ہو کر تباہ ہو گئی اور صدیوں اپنی سابقہ عظمت حاصل نہ کر سکی۔ ظاہر ہے کہ اس افتاد کے بعد حصار لک کے کاریگر گرد و پیش کے ممالک میں بکھر گئے ہوں گے بلکہ قلعی اور تانبے کی کانوں کے پیچھے دُور دُور تک جا پہنچے ہوں گے۔ اس تباہی کے باعث برانز دھات بنانے کا علم اطراف و اکنافِ عالم میں پھیل گیا۔ اور اس

Marfat.com

دھات کے اوزاروں کا استعمال اتنا عام ہوگیا کہ اس نئی دریافت کے باعث اس ہزار سالہ دَور کا نام تاریخ کے اوراق میں برانز دھات کا زمانہ قرار پاگیا ہے۔"

جزیرہ کریٹ کا تمدّن

اِس دَور میں جزیرہ کریٹ کا تمدن باقی ملکوں سے بہت پیش پیش نظر آرہا ہے کریٹ اوراس کے نواحی سمندر بحیرہ ایجئین کے جزیروں کے باشندے صدیوں سے کشتی رانی کے ذریعے بحری تجارت کررہے تھے پہلے ان کی آمدورفت مصر۔ شام۔ ایشیائے کوچک۔ یونان۔ سسلی اوراٹلی تک محدود تھی لیکن جوں جوں کشتی سازی کا فن ترقی کرتا گیا۔ کریٹ کے تاجر دُور دراز کا سفر اختیار کرنے لگے۔ ہسپانیہ۔ پرتگال۔ مغربی فرانس اور آئرلینڈ تک کے ساحلی علاقوں میں کریٹی تمدن کے آثار پائے گئے ہیں۔ حصار کی مصنوعات کو یورپ میں فروغ دینے اور یورپ کے پس ماندہ لوگوں میں مدنیت کا شوق پیدا کرنے میں ان کریٹی تاجروں کا بہت حصہ ہے۔ کریٹی تاجر شام سے زیتون کا تیل اور لبنان سے دیودار کی خوشبودار لکڑی مصر پہنچاتے تھے۔

اور یورپ کی پیداوار مثلاً سونا۔ تانبا۔ قیمتی پتھر۔ عنبر وغیرہ مشرقی مُلکوں میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ اِس تجارت کے باعث یہ لوگ بہت مالدار ہوگئے۔ ان کے تموّل کا سُراغ کریٹ کے دوشہروں کے کھنڈروں سے نیز کریٹی تاجروں اور بادشاہوں کی قبروں سے ملتا ہے۔ کریٹ کے دوشہروں کنوسس اور فائیسٹس کے شاہی محلات کے نقشے بہت ترقی یافتہ نظر آرہے ہیں ان میں غسل خانے۔ نالیاں۔ پانی لانے کے نلکے۔ پرائیویٹ کمرے۔ سلوں کے فرش اور منذر جُدا جُدا نظر آرہے ہیں۔ مٹی کے بنے ہوئے اُونچے اور لمبوترے گھڑوں کے علاوہ جو زیتون کا تیل رکھنے لانے اور لے جانے کے لئے استعمال

Marfat.com

ہوتے تھے۔ مٹی کے نہایت نفیس اور نازک برتن بھی ملے ہیں۔ جن کی دیوار اتنی پتلی ہے کہ اسے انڈے کے چھلکے سے مشابہت دی جا سکتی ہے۔ برانز دھات کی کلہاڑیاں۔ ٹکوے اور خنجر بھی ملے ہیں۔ ایک مندر سے ایسی دیوی کی مورتی ملی ہے جس کے دونوں ہاتھوں میں سانپ ہیں۔ قربان گاہ پر دو پھلوں والا کلہاڑا سنکھ اور گھونگے پڑے ہیں۔ دیگر اشیا میں ایک سونے کا پیالہ ہے جس پر سنار نے دو بیلوں کی نہایت خوبصورت تصویریں بنائی ہیں۔ ہاتھی دانت اور سونے کی مورتیاں ہیں جو سانپوں والی دیوی کی ہیں اور ایسے غوطہ خور یا بازیگر لڑکوں کی ہیں جو چھلانگ لگا رہے ہوں۔ آخری دور کے محلات کی عمارتیں نئے ڈیزائن کی ہیں جن میں کھلے صحن۔ بڑے ہال کمرے۔ پرائیویٹ کمرے۔ کارخانے۔ مال گودام وغیرہ موجود ہیں۔ دیواروں پر تصویریں بنائی گئی ہیں ایک تصویر جو آرٹ کا اعلےٰ نمونہ ہے ساقی کی ہے جس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا گلاس (جام) ہے۔ تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ صرف جانگیا پہنتے تھے۔ کندھوں پر رومال ہوتا تھا جس کے دونوں سرے گلے کے قریب اگلی طرف سوئی سے ٹانک لئے جاتے تھے۔ بازو پر کنگن پہنتے تھے۔ کپڑے منقش اور رنگ دار ہوتے تھے۔ عورتیں پشوازیں پہنتی تھیں۔ اور گلے میں ایسی کرتیاں پہنتی تھیں جن کا گلا سینے کے ابھار تک کھلا ہوتا تھا۔ اور گردن کے پیچھے ایک اوپر کو الٹا ہوا کالر ہوا کرتا تھا۔

کریٹ کے تاجروں نے یونان کی سرزمین پر بھی بستیاں قائم کر رکھی تھیں جہاں انہوں نے ایک نئی ریاست قائم کر لی تھی۔ اس ریاست کے بادشاہوں کی قبروں سے سونے کے نقاب ملے ہیں جو مردوں کے چہرے ڈھانپنے کے لئے رکھے گئے تھے۔ اس کے علاوہ سونے کی انگیائیں۔ سونے کے تاج۔ سونے کی مہریں۔

Marfat.com

چوڑیاں اور پیالے بھی ہیں۔ اوزار برانز دھات کے ہیں جن کے قبضوں پر سونے اور چاندی کی مرصع کاری ہے۔ شکار کے نظاروں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ کریٹیوں نے یونان کی سرزمین میں ڈیلفی کے مقام پر ایک بڑا مندر تعمیر کر رکھا تھا جس میں سانپوں والی دیوی کی پرستش ہوتی تھی اور مندر کی بڑی پجارن غیب کی باتیں بتایا کرتی تھی۔ اور سوالوں کا جواب دیتی تھی ‹

کنوسس کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۰۰ ق۔م کے قریب یہ شہر ایک دفعہ تباہ ہو کر پھر آباد ہوا۔ اس تباہی کی وجہ عام لوگوں کی بغاوت تھی جنہوں نے شاہی محلات نذرِ آتش کر دیئے۔ ۱۵۸۰ ق۔م میں کنوسس پھر تباہ ہوا اس دفعہ تباہی کی وجہ زلزلہ تھا۔ قریب آتش فشاں پہاڑ کے لاوے سے مٹی کے برتن برآمد ہوئے ہیں جو اس زمانے کی صنعت کا پتا دے رہے ہیں۔ ۱۴۰۰ ق۔م کے قریب کریٹ پر ایک اور تباہی آتی ہے اس کے محلات شہر اور بستیاں سب نذرِ آتش کر دی گئیں۔ اس تباہی کا سبب ایک نئی قوم کی یلغار سمجھی جا رہی ہے۔ جو جنوبی روس کے میدانوں سے چل کر جنوب کی طرف بڑھتی ہوئی یونان کی سرزمین پر قابض ہو چکی تھی۔ یہ حملہ آور بدوی یعنی خانہ بدوش وحشی تھے۔ اور ہیلی یا ہیلینی کہلاتے تھے۔ وسط ایشیا کے ان آریہ قبائل کے بھائی بند تھے۔ جو اس زمانے میں ایران اور ہندوستان میں داخل ہو رہے تھے۔ اس تباہی کے بعد کریٹ پھر نہ اُبھر سکا ‹

کریٹ کے اس دور کا یہ تمدن اور تمول ظاہر کرتا ہے کہ کریٹ کے کشتی رانوں کی تجارت کتنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ یونان کے ہیلی قبائل کے حملے سے کریٹ کی بربادی کے بعد کریٹی باشندے شام کے ساحل پر جا کر آباد ہو گئے جہاں انہوں نے بستیاں اور ریاستیں قائم کیں۔ کریٹی پہلے بھی شامی نسل کے لوگ تھے۔ ساحل شام پر آباد ہونے کے بعد انہوں نے پھر کشتی رانی

Marfat.com

اور تجارت کا کام شروع کر دیا۔ اور چند صدیوں میں پھر بحیرہ روم کی تجارت ان کے ہاتھ آگئی۔ شام کے ساحل پر ان کی دو بستیوں ٹائر اور سیدون نے بہت ترقی کی۔ اگلے دَور میں یہ بستیاں گزشتہ دَور کے حصار لک اور کریٹ کی طرح دُنیائے متمدّن کا تجارتی مرکز بن گئیں۔ شام کے یہ جہاز ران تاریخ میں فونیشی کے نام سے موسوم ہیں ؛

خانہ بدوش اقوام کی یلغاریں

جنوب مغربی ایشیا اور مصر کی سرزمین جو دو ڈھائی ہزار سال سے تمدّن ترقی کا گہوارہ چلی آتی تھی اِس دَور کے آغاز میں خانہ بدوش وحشی قبائل کی یلغاروں کی آماج گاہ بنی ہوئی نظر آتی ہے جس کے باعث تمدّنی ترقی کی رفتار بہت سُست پڑ گئی۔ اِس زمانے کو (دو ہزار ق۔م سے ڈیڑھ ہزار ق۔م تک) اگر دورِ ظلمت و وحشت کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔ حملہ آور قبیلے جنہوں نے اِن مُلکوں کو تاراج کیا تعمیر و تحریر کے فن سے ناآشنائے محض تھے۔ تاہم ان کی آمد سے ان مُلکوں میں حمل و نقل کے ایک نئے ذریعے گھوڑے اور رتھ کا استعمال رائج ہُوا جسے یہ حملہ آور اپنے ہمراہ لے کر آئے تھے۔ حمورابی کے زمانے تک عراق (مملکت بابل) میں۔ اشوریہ میں۔ ایشیائے کوچک میں۔ شام و فلسطین میں اور مصر میں باربرداری کے لئے صرف گدھوں اور اُونٹوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اِن مُلکوں میں بسنے والے لوگوں نے پہیّے والی گاڑیاں جن کو بیل اور گھوڑے کھینچتے تھے ایجاد نہ کی تھیں۔ اس ایجاد کا سہرا وسط ایشیا کے خانہ بدوش آریہ قبائل کے سر پر ہے جن میں دو ہزار ق۔م کے بعد ایک عام اضطراب پیدا ہُوا اور وہ وسطی اور جنوبی یورپ۔ جنوب مغربی ایشیا۔ ایران اور ہندوستان کی سرزمینوں کی طرف جوق در جوق پھیلنے لگے۔ اور ان مُلکوں کے حکمران بن گئے ؛

Marfat.com

سُمیریہ۔ بابل۔ اشوریہ اور ایشیائے کوچک

۱۹۰۰ ق۔م کے قریب خانہ بدوشوں کی ایک قوم نے ایشیائے کوچک کی سرزمین کو سر کیا اور اس قوم کے سردار برناس نے اس سرزمین میں بادشاہی قائم کرلی۔ یہ قوم حتّی کہلاتی تھی۔ حصارلک کی صنعتی اور تجارتی بستی کو تباہ کرنے کا شبہ بھی اسی بادشاہ برناس یا اس کے جانشین پر کیا جاتا ہے جس کے باعث حصارلک کے کاریگر جو برانز دھات کے اوزار اور خاص ڈیزائن کے مٹی کے برتن بناتے تھے دُور دُور ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ حتّیوں کے ایک دو کتبے جو کھدائی میں دستیاب ہوئے ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ برناس اور اس کے جانشینوں نے ایشیائے کوچک کی سابقہ ریاستوں کے حکمرانوں کی شہزادیوں سے شادیاں کیں ان شہزادیوں کے نام بھی بادشاہوں کے نام کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ برناس کے جانشینوں نے اپنی مملکت کو وسعت دینے کے لئے کوششیں جاری رکھیں ۱۸۰۰ ق۔م میں حتّیوں نے بابل کو تاراج کیا جہاں حمورابی کی اولاد حکمران تھی۔ ان بادشاہوں کو خلیج فارس کی ساحلی ریاست کے حکمرانوں نے بہت پریشان کر رکھا تھا۔ جنھوں نے بابل تک پُرانی سمیری مملکت کے تمام شہر فتح کر لئے تھے۔ اس ساحلی ریاست کے حکمران عرب کے ان بدوی قبائل میں سے تھے جو سمیریہ کی مملکت میں صدیوں سے داخل ہو رہے تھے اور طاقت پکڑ کر نیز سمیریہ کے داخلی انقلابات کے باعث دجلہ و فرات کے دہانے کی سرزمین میں اپنی مستقل ریاست قائم کر بیٹھے تھے۔

حتّیوں نے بابل کو تاراج کرنے کے بعد وہاں حکومت قائم نہ کی۔ ان کا لشکر واپس چلا گیا۔ شہر جنوبی ریاست کے حکمرانوں کی مملکت میں شامل ہو گیا۔

Marfat.com

تا آنکہ ۱۶۰۰ ق - م میں شمال مغرب کے ایک بدوی قبیلہ کسدی کے بادشاہ گندانش نے بابل فتح کر کے وہاں نئے خاندان کی بادشاہی قائم کر لی - یہ کسدی ان لوگوں کی اولاد ہوں گے جو گُو اور سُو کے نام سے سمیریہ اور بابل کی شمال مغربی سرحد پر شورشیں برپا کرتے رہتے تھے یا وہ وسط ایشیا سے آنے والے بدوی قبائل کی تازہ لہر ہوں گے - یہ لوگ کھُلی رنگت کے تھے اور ان کی آمد کے باعث عراق میں گھوڑے اور رتھ کا رواج چلا اسی لئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسدی بھی ختیوں کی طرح آریہ قوم کے لوگ تھے ۔

ختیوں کے آریہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت اِس امر سے بھی ملتا ہے کہ ان کی پرانی اور اصلی زبان کے کتبوں میں ورونا - متھرا - اندرا - نساتیا دیوتاؤں کے نام درج ہیں - یہی نام ان آریاؤں کی کتابوں میں بھی ملتے ہیں جو اِس دَور میں افغانستان کی راہ سے پنجاب کی سرزمین میں داخل ہوئے تھے ۔

ان بدوی قبائل کے ایک قبیلہ نے مشرق بردون میں ایک ریاست قائم کی جو میتنی کہلاتی تھا - اِس ریاست کے بعض حکمرانوں نے شاہان مصر کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لئے تھے - یہ ریاست اِس دَور کے نصف آخر میں ختیوں کی مملکت اور مصریوں کی سلطنت کے درمیان بغر رفاصل کا کام دیتی رہی - آثار سے کھری قبیلہ کی ایک ریاست کا حال بھی معلوم ہوتا ہے جو شام کی سرحد پر قائم ہوئی ۔

اشوریہ میں جس کا محل وقوع کردستان میں تھا وہاں کے مقامی بادشاہ حکمرانی کرتے رہے - کوئی ایسی آثاری شہادت نہیں ملی جس سے اِس ریاست کے داخلی یا خارجی انقلاب کا حال کھلتا ۔

Marfat.com

حتی اور کسدی اقوام کے لوگ نیز خلیج فارس کی ساحلی مملکت کے حکمران بدوی قبائل سے تعلّق رکھتے تھے اِس لیئے ان کے بادشاہوں کے کتبے بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں سمیری اور بابلی کاتب اور منشی تحریر کا تھوڑا بہت کام سرانجام دیتے تھے۔ جو محض ریاستی خط وکتابت یا حسابات رکھنے کے متعلّق تھا۔ کسدی بادشاہوں نے اپنی سرحدات پر حد بندی کے جو پتھر نصب کرائے ان پر کتبے مفقود ہیں بعض جانوروں اور افسانوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ ایک دو کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسدی خاندان کے کُل چھتّیس بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ اس طرح ایشیائے کوچک کے حتی بادشاہوں کی بعض نامکمّل سی فہرستیں بھی ملی ہیں۔ ان فہرستوں سے نیز بعد کے واقعات کی بیرونی آثاری شہادتوں سے پتا چلتا ہے کہ ایک ہزار ق۔م تک عراق اور ایشیائے کوچک میں حتیوں اور کسدیوں ہی کا غلبہ رہا۔ لیکن یہ کُھلی رنگت والے لوگ ان مُلکوں کے پہلے باشندوں کے ساتھ ازدواجی تعلّقات قائم کر کے خلط ملط ہوتے چلے گئے ۔

ایلمیوں کا تمدّن

ایلم کی قدیم ترین ریاست دجلۂ وفرات کی سرزمین کی ریاستوں کے انقلابات وحوادث میں شروع ہی سے برابر کی شریک چلی آ رہی ہے۔ سُوسہ کے آثار ظاہر کرتے ہیں کہ ایلمستان میں طوفانِ نُوح سے پہلے متمدّن بستیاں قائم ہو چکی تھیں۔ اس کے شہروں انشان اور آوان وغیرہ کا تذکرہ دجلۂ وفرات کی سرزمین کی ریاستوں کے جھگڑوں میں بار بار آتا رہا ہے۔ آثار ظاہر کرتے ہیں کہ سمیریہ اور بابلیہ میں کسدیوں کی حکومت قائم ہونے پر ایلم کی ریاست قدیمی تمدّن کی محافظ بن گئی۔ انطاش ہوبن شاہ ایلم نے جس کا عہد حکومت ۱۲۶۵ ق۔م سے ۱۲۴۵ ق۔م تک تھا

بہت سی عمارتیں تعمیر کرائیں اور اپنی ملکہ نائیپیر آسو کی ایک قدآدم مورتی پیتل سے بنوائی۔ ایلم کے ایک اور بادشاہ شہاک انشوشینک (۱۱۶۵ ق۔ م سے ۱۱۵۱ ق۔ م تک) نے ایلم کی سلطنت کو بہت توسیع دی۔ بہت سے مندر تعمیر کرائے۔ عمارتیں بنوائیں۔ یادگاریں قائم کیں۔ اس عہد کی بنی ہوئی ایک پیتل کی تختی ملی ہے جس پر منبت کاری سے ایلمی سپاہیوں کی تصویریں کندہ کرائی گئی ہیں۔ ان کے سروں پر خودیں ہیں۔ داڑھیاں ترشی ہوئی ہیں۔ اونچی آستینوں کے کرتے پہن رکھے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی خمیدہ شمشیریں ہاتھ میں ہیں۔ بائیں کندھے پر کمانیں لٹک رہی ہیں۔ پشت پر ترکش ہے جو سینے پر کی پیٹی سے بندھا ہوا ہے۔ کمر کی پیٹی میں گرز اٹکایا ہوا ہے۔ ایلم کے مندروں میں بادشاہوں اور شاہی خاندان کے افراد کی مورتیاں بھی رکھی جاتی تھیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی پرستش کراتے تھے۔ سوسہ کے قریب درختوں کا ایک مقدس جھنڈ تھا جس میں کسی انسان کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی[۵۸]۔ لوگ اسے دیوتاؤں اور روحوں کا مسکن خیال کرتے تھے۔ ۱۱۳۰ ق۔ م کے قریب نبوکدنضر اول شاہ بابل نے ایلم کو تاراج کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایلم میں دو سو سال کے لئے طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔

مصر، فلسطین اور شام	دو ہزار ق۔ م میں مصر میں گیارھویں شاہی خاندان کا بادشاہ مینطوحوطپ حکمران تھا۔

۵۸۔ شداد کے ارضی بہشت کے متعلق جو روایت مشرقی لٹریچر میں درج ہے۔ غالباً اسی جھنڈ کے متعلق ہوگی جس کے دروازے پر شداد نے جان دے دی تھی اس حادثے کے بعد اس ارضی بہشت (باغ) میں لوگوں نے داخل ہونا بند کر دیا ہوگا۔ اور آہستہ آہستہ یہ باغ مقدس جھنڈ کی صورت اختیار کر گیا۔ مؤلف

Marfat.com

حبس نے مصر کی داخلی بدامنی کا جس نے معاشرتی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا خاتمہ کر کے از سر نو مصر کی متحدہ سلطنت قائم کی۔ اس بادشاہ نے تیس سال حکومت کی۔ اس کا عہد امن اور خوشحالی کا دور تھا۔ اس نے جزیرہ نمائے سینا میں کانوں پر قبضہ کر لے کے لئے ایک فوجی مہم بھیجی۔ اس کی وفات پر اس کے وزیر امے نیم ہط نے بارھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی یہ شخص بھی بڑا منتظم حکمران تھا۔ اس نے قاہرہ کے قریب ایک نیا شہر بسایا۔ اس کے جانشینوں نے نوبہ کی سونے کی کانوں اور سینا کی تانبے اور عقیق کی کانوں میں از سر نو کام شروع کرایا۔ ایک جانشین سن سوریت سوم نے دریائے نیل کی پہلی آبشار کے پاس نئی نہر کھدوائی تاکہ نیچے سے اوپر جانے والیاں کشتیاں آبشار سے بچ کر نکل سکیں۔ اس بادشاہ نے دوسری آبشار پر اپنی مملکت کی حد مقرر کی اور سرحدی چوکیاں قائم کر دیں تاکہ حبشی قبائل شمال کی طرف نہ آسکیں۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے وادیٔ سینا کے برباد شدہ کنوؤں کی مرمت کرائی اور نئے کنوئیں بنوائے۔ آبپاشی کے انتظام کو ترقی دی۔ ۱۷۸۶ ق۔م تک مصر میں خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ رہا۔ اس کے بعد حالات خراب ہو گئے۔ کیونکہ مملکت مصر کے شمالی حصے میں جو دریائے نیل کے دہانے کی سرزمین ہے مشرق سے آنے والے بدوی قبائل گھس آئے تھے۔ اور خود مصر میں خانہ جنگی رونما ہونے لگی تھی۔ اس خاندان کی ایک ملکہ کے خاوند نے ملکہ کی وفات پر بادشاہ بننا چاہا۔ تھیبس شہر کے باشندوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنا بادشاہ قائم کر دیا۔

حضرت یوسفؑ عزیز مصر — اسرائیلیوں کی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتے حضرت یوسفؑ کے مصر کے

بازار میں فروخت ہونے اور عزیزِ مصر (وزیر مالیات) کے گھر میں پرورش پانے کی جو داستان درج ہے۔ وہ اسی بارھویں خاندان کے کسی بادشاہ کے عہد سے متعلق ہوگی۔ یوسف جو عزیزِ مصر بن کر اپنے بھائیوں کو مصر کی سرزمین میں آباد کرنے کا موجب بنے ۱۸۰۰ ق۔م کے قریب مصر میں اپنی نشیب و فراز سے بھری ہوئی زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ روایت یہ ہے کہ یوسف ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے سوتیلے بھائیوں نے انہیں عرب تاجروں کے ہاتھ جن کا قافلہ مصر کو جا رہا تھا۔ غلام بچہ کے طور پر فروخت کر دیا۔ مصر کے بازار میں عزیزِ مصر نے انہیں خریدا۔ یوسفؑ جوان ہوئے تو عزیزِ مصر کی بیوی نے ان پر بہتان لگا کر انہیں قید کرا دیا۔ یوسفؑ بارہ سال قید خانے میں رہے۔ جہاں بادشاہ کا ساقی اور باورچی بھی قید تھے۔ یوسفؑ نے ان دونوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی ساقی پھر یوسفؑ کی بتائی ہوئی تعبیر کے مطابق اپنے منصب پر بحال ہو گیا اور باورچی کو موت کی سزا ملی چند سال بعد بادشاہ نے خواب دیکھا کہ گندم کی سات خشک بالیاں ہری بالیوں کو نگل گئیں اور سات دُبلی گائیں موٹی تازی گایوں کو کھا گئیں۔ درباری معبّر تعبیر بیان کرنے سے قاصر رہ گئے ساقی کو یوسف یاد آ گئے۔ اس نے بادشاہ سے تذکرہ کیا۔ یوسف نے تعبیر بتائی کہ پہلے سات سال خوشحالی کا دور رہے گا۔ پھر سات سال مسلسل قحط سالی کا دَور دَورہ ہوگا اس لئے بادشاہ کو چاہیئے کہ خوشحالی کے دَور میں غلّہ ذخیرہ کرے" تاکہ قحط سالی کے زمانے میں کام آسکے۔ بادشاہ نے یوسفؑ کو عزیزِ مصر کے عُہدے پر فائز کر دیا تاکہ وہی غلّے کو ذخیرے کرنے کا انتظام کریں۔"

قحط کا زمانہ آیا تو کنعان سے یوسفؑ کے بھائی غلّہ خریدنے کے لئے مصر گئے۔ جہاں یُوسفؑ نے انہیں پہچان لیا اور اپنے باپ اور بھائیوں کو اپنے پاس بُلا لیا۔ اِس واقعہ سے چھ سات سو سال بعد کی مصری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی

Marfat.com

قوم یعنی حضرت یعقوبؑ کی اولاد مصر کے ایک خطہ گوشن میں آباد تھی۔ انہی صدیوں میں اس کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ قبطی (مصر کے اصلی باشندے) انہیں اپنا غلام سمجھتے تھے۔ اور ان سے جسمانی مشقتوں کے کام لیتے تھے۔

یوسفؑ کی داستان میں قحط سالی کے دور کا جو تذکرہ ہے وہ شام فلسطین اور کنعان کے بدوی قبائل کے اضطراب کی وجہ کا سراغ بتا رہا ہے۔ جو اس زمانے میں ان بدوی قبائل کو مصر کی سرزمین کی طرف لایا۔ اور مصر کی تاریخ میں زبردست انقلاب کا موجب بنا۔ یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تو یوسفؑ عزیز مصر کی وجہ سے گوشن میں آباد ہو گئے لیکن فلسطین۔ کنعان۔ اور شام کے بدوی قبیلے مصر کی سرزمین میں بزور گھسنے لگے۔ جنہوں نے پہلے ڈیلٹا کی سرزمین کو سر کیا پھر مصر کو فتح کر کے وہاں اپنی بادشاہی قائم کر لی۔

مصر کے چرواہے بادشاہ

۱۷۹۰ ق۔م سے ۱۶۹۰ ق۔م تک مصر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ اس دور میں مصر کے شمالی حصے میں فلسطین و کنعان کے چرواہوں نے اپنی ریاست قائم کر لی تھی۔ مصر کے اندر متعدد مقامات پر مقامی نوابوں کی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ تھیبس میں جو مصر کا پایۂ تخت سمجھا جاتا تھا یکے بعد دیگرے تیرھویں چودھویں اور پندرھویں خاندان کے بادشاہ متمکن ہوئے جن کی حکومت محض برائے نام تھی۔ ۱۶۹۰ ق۔م کے قریب شمالی مصر کے ایک چرواہے بادشاہ نے تھیبس فتح کر کے مصر کے سولھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی اس خاندان کے بادشاہ ہائیکوس کہلاتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بدوی تھے اس لئے ان کے زمانے کی تحریریں بہت کم ملتی ہیں۔ ان کی حکومت فلسطین و شام تک جو ان کا اصل وطن تھا پھیلی ہوئی تھی فلسطین کے ایک مقام بیت فلیط سے

Marfat.com

مٹی سے بنائے ہوئے ایک زبردست قلعے کے آثار ملے ہیں جس کے اردگرد اسّی فٹ چوڑی اور ۲۸ فٹ گہری خندق تھی۔ اِس قلعے کی قبروں میں لاشیں سیدھی لٹائی ہوئی ہیں۔ ان قبروں سے مٹی کے گھڑے۔ اور برانز کے خنجر اور پن ملے ہیں یہ قلعہ چرواہے بادشاہوں نے مصر فتح کرنے کے بعد تعمیر کیا تھا۔ خندق کی موجودگی اِس بات کا پتا دے رہی ہے کہ ان چرواہے بادشاہوں کو ایشیائے کوچک کے حتّیوں کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔

ان چرواہے حکمرانوں نے حتّیوں کی دیکھا دیکھی گھوڑے اور رتھ کا استعمال مصر میں رائج کیا۔

۱۶۲۰ ق۔م میں تھیبس کے نواب سیکن ایضرے نے بغاوت کرکے مصر کے سترھویں شاہی خاندان کی بُنیاد رکھی۔ اس کے جانشینوں نے چرواہوں کو شمال کی طرف پیچھے دھکیلا۔ ۱۵۸۰ ق۔م میں اٹھارواں خاندان برسرِاقتدار آیا جس نے ۱۵۷۵ ق۔م میں چرواہوں کو سرزمین مصر سے بے دخل کردیا۔ وہ فلسطین و شام کی طرف واپس چلے گئے۔

اٹھارھویں خاندان کی ایک ملکہ ہطشپ سُوط نامی نے ۱۵۰۱ ق۔م سے ۱۴۷۹ ق۔م تک حکومت کی۔ اِس ملکہ نے تھیبس میں ایک بڑا مندر تعمیر کرایا بیرونی مُلکوں میں تجارتی وفد بھیجے اور مصر کی تجارت کو ترقی دی۔ سینا کی وادی مغارہ میں تانبے کی کانوں پر کام جاری کرایا۔

تاثمیس سوم فاتح شام

اِس ملکہ کے جانشین تاثمیس سویم نے فلسطین و شام پر یلغار کی کیونکہ شام کے ایک بادشاہ کادیش نامی نے مصر کی سیادت کے خلاف بغاوت کا عَلَم بلند کردیا۔ تاثمیس ۱۹ اپریل کو مصر سے چلا اور ۱۰ مئی تک شام کی سرحد پر پہنچ گیا۔ قلعہ میجدّو پر

لڑائی ہوئی شامیوں نے شکست کھائی کادیش بھاگ گیا۔ ثاتمیس نے اکتوبر تک لبنان کا علاقہ سر کر لیا۔ اشوریہ کے بادشاہ نے ثاتمیس کو تحایف بھیجے اس بادشاہ نے کادیش کی سرکوبی کے لئے کئی مہمیں بھیجیں آٹھویں مہم میں حلب کا شہر فتح کیا۔ اور کادیش کو گرفتار کر لیا۔ ثاتمیس نے مصر کے جنوب میں بھی دریائے نیل کی تیسری آبشار تک سلطنت کو وسعت دی۔ یہ بادشاہ تاریخ عالم میں نئی قسم کا فاتح ہوا ہے جس نے بیرونی ممالک کو سر کر کے اپنی سلطنت کو توسیع دینے کے لئے مہمیں اختیار کیں۔ اس سے پہلے بادشاہ محض تاخت و تاراج کرتے تھے یا اپنے ہی ملک میں طوائف الملوکی کا خاتمہ کر کے ایک مملکت قائم کرتے رہے۔ اس لحاظ سے ثاتمیس کو سکندر رومی چنگیز خاں۔ سلطان سلیم اور نپولین وغیرہ کا پیش رو سمجھا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔ اس کے جانشین امن ہوطپ دوم نے بھی شام پر چڑھائی کی متینیوں کو شکست دی اور مال غنیمت میں پچاس من سونا اور چودہ سو من تانبا لے کر گیا۔ نیز شام کے پانچسو رؤسائے قبائل کو یرغمال کے طور پر اپنے ہمراہ لے گیا۔

اس بادشاہ کے جانشین ثاتمیس چہارم نے ایشیائے کوچک کے حتیوں کا خطرہ محسوس کر کے جو شام کی سرزمین کو تہدید کر رہے تھے۔ متینی کی ریاست کے بادشاہ سے رشتہ داری قائم کر لی۔ اس کے جانشینوں نے بھی اس رسم کو جاری رکھا۔ ۱۴۰۰ ق۔ م کے قریب مصر کے بادشاہ امن ہوطپ سوئم نے بابل کے کسدی بادشاہ کادش من انیل کی بہن سے شادی کی۔ اور کسدیوں کو اپنا حلیف بنا لیا۔ امن ہوطپ سوئم نے ۱۴۱۱ ق۔ م سے ۱۳۷۵ ق۔ م تک حکومت کی اور دو بڑے جشن منائے اس بادشاہ کے عہد میں اموری (عرب) قبائل نے شام کی سرزمین کو لوٹا اور شورش برپا کی۔ ایک اور صحرائی

Marfat.com

قبیلہ ہبیرو (عبرانی ؟) نے بھی ہل چل مچائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ایمن ہوطپ چہارم تخت نشین ہُوا۔ ایمن ہوطپ چہارم ایک شاعر بادشاہ تھا جس نے بھجن لکھے۔ اور نیا مذہب رائج کرنے کی کوشش کی۔ آمن دیوتا کی پُوجا کی جگہ آتن دیوتا (سورج) کی پرستش جاری کی۔ اس بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ مصری قوم ایک ہی دیوتا کی پُجاری بن جائے۔ کیونکہ مصر میں کئی قسم کے مت رائج ہو چکے تھے۔ بعض لوگ آمن دیوتا کے پُجاری تھے۔ کچھ شامیوں سے آسبریس دیوتا کی پرستش سیکھ چکے تھے۔ بعض قبیلے دریائی گھوڑے اور گیدڑ کے سر والی مُورتیوں کی پُوجا کرتے تھے۔ یہ بادشاہ اپنے نئے مذہب کو فروغ دینے کا بہت شایق تھا اس نے اپنا لقب "اتان کا مظہر" اختیار کیا اور بیٹیوں کے نام "اتان کی پیاری" اور "اتان کی منظور نظر" رکھے۔ اس کے بعد اس کے دو داماد یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے۔ دوسرا طوطنخ اتان تھا۔ جس نے اپنے خُسر کے مذہب کو ترک کر دیا اور اپنا نام طوطنخ آمن رکھ لیا تاکہ آمن دیوتا کے پُجاری اس سے خوش ہو جائیں۔ طوطنخ آمن کا مقبرہ کھولا جا چکا ہے اس سے بہت سی قیمتی اشیا ملی ہیں۔ ان سب میں قابل ذکر چیز سونے کے دستے اور لوہے کے پھل والا ایک خنجر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد تک لوہے کی دھات دریافت ہو چکی تھی طوطنخ آمن کا عہد حکومت ۱۳۵۶ ق۔م سے ۱۳۵۰ ق۔م تک ہے۔ اس کی وفات پر اس کی ہشتادسالہ بُوڑھی دادی نے ایک بُوڑھے مذہبی پیشوا سے شادی کر کے حکومت سنبھالنے کی کوشش کی لیکن سپہ سالار ہورم ہب نے بغاوت کر کے انیسویں شاہی خاندان کی بُنیاد رکھ دی ؎

Marfat.com

حضرتِ موسیٰ اور بنی اسرائیل

اسرائیلیوں کی تاریخ میں جنھوں نے ایک ہزار ق۔م کے بعد فلسطین پہنچ کر اپنی حکومت قائم کی مصر سے بنی اسرائیل کی عام ہجرت کا واقعہ بہت اہم ہے۔ جو حضرت موسیٰ کی تلقینات سے متاثر ہو کر مصر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ مصر کی آثاری شہادتوں سے اس غلام قوم کی ہجرت کا کوئی سُراغ تا حال دستیاب نہیں ہوا۔ لیکن بعد کے واقعات کی تاریخوں کا حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ نے اسی انیسویں خاندان کے کسی بادشاہ کا عہد پایا ہوگا۔ اکثر علمائے تحقیق کا خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ انیسویں خاندان کے چوتھے بادشاہ ریمیسس دوم کے عہد میں رونما ہوا جس کی حکمرانی کا دَور ۱۲۹۲ ق۔م سے ۱۲۲۴ ق۔م تک ہے۔ ریمیسیس بہت جاہ و حشمت رکھنے والا بادشاہ ہو گزرا ہے۔ اس نے جنوبی سرحد پر حبشی قبائل کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجی اور حبشہ کی سرزمین کو سر کیا۔ اس بادشاہ کی ممی بنائی ہوئی نعش ایک مقبرے سے دستیاب ہو چکی ہے اور اِن دنوں لندن کے عجائب گھر میں پڑی ہے۔ اس کے تاج کی ساخت اور شاہی اقتدار کے دوسرے نشانات سے پتا چلتا ہے کہ اس نے آمن اور آتان دونوں بڑے دیوتاؤں کا مظہر ہونے کی حیثیّت اختیار کر لی تھی مذہبی اور دُنیوی حیثیّت کا جو بڑے سے بڑا اعزاز ممکن ہو سکتا تھا وہ مصریوں نے اس بادشاہ پر تفویض کر دیا تھا۔ جس انتہائی اعزاز کے ساتھ اس فرعون کو دفن کیا گیا وہ اس کے تابُوت اور اس کے مقبرے کے ساز و سامان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس بادشاہ کے عہد کی ایک تحریر سے اتنا سُراغ ملتا ہے کہ بعض ایشیائی قبیلے گوشن کی ولایت میں رہتے تھے۔ جنہیں قبطی اپنا غلام سمجھتے تھے۔

Marfat.com

روایت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ فرعونِ مصر کے دربار میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے جانے کا مطالبہ پیش کرنے اور معجزات دکھانے کے بعد ایک رات اپنی قوم کو لے کر مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ فرعون کے لشکر نے تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل معجزانہ طریق سے بحیرہ قلزم کی کھاڑی کو جو راہ میں حائل تھی عبور کر گئے فرعون کا لشکر اس خلیج میں طوفان آ جانے کے باعث غرق ہو گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل نے چند پشتیں جزیرہ نمائے سینا میں بدوی طریقے کی زندگی بسر کی۔ پھر یوشع نبی کی قیادت میں اس قوم کے قبیلوں نے فلسطین پر چڑھائی کی اور آہستہ آہستہ حتیوں اور دوسری قوموں سے لڑتے ہوئے اس سرزمین پر قابض ہو گئے۔ جہاں انہوں نے صدیوں حکمرانی کی۔

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے بہت جلیل القدر لیڈر تھے انہوں نے یہودیوں کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی سینا کی وادی میں ان کی تربیت کی اور انہیں بُت پرستی اور تعدد پرستی سے ہٹا کر توحید پرستی کی تعلیم دی۔ نیز انہیں بتایا کہ خدا نے فلسطین کی سرزمین ایمان لانے کے انعام کے طور پر بنی اسرائیل کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل اٹھارویں خاندان کے بادشاہ ایمن ہوطپ سوم کے عہد میں (۱۴۱۱ ق۔ م سے ۱۳۷۵ ق۔ م تک) فلسطین کی حدود تک پہنچ چکے تھے کیونکہ اس زمانے کی بعض تحریروں میں فلسطین میں ایبرو (عبرانی) قوم کی شورش کا حال بیان کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ اور ریمیسیس دوم کا ہمعصر ہونا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

مصریوں اور حتیوں کی جنگ

اُنیسواں خاندان ۱۲۳۴ ق۔ م تک حکمران رہا۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے

بہت سے نئے مندر تعمیر کرائے اور متعدد نئی عمارتیں بنوائیں۔ آرٹ کی ترقی اور فن تعمیر کے کمال کے لحاظ سے یہ دَور مصریوں کے عروج کا آخری دَور ہے اس کے بعد کی تعمیرات میں فنی زوال کے آثار نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں۔ اس خاندان کے عہد کا اہم ترین واقعہ ایشیائے کوچک کے ختیوں سے نبرد وپیکار کا بازار گرم ہونا ہے جنہوں نے اٹھارویں خاندان کے آخری بادشاہوں اخن آتان اور طوطنخ آمن کی امن پسندی اور کمزوری سے فایدہ اُٹھاتے ہوئے شام کی سرزمین پر قبضہ کرلیا۔ انیسویں خاندان کے بادشاہوں نے شام کا مُلک واپس لینے کے لئے ختیوں سے مسلسل جنگ کا معرکہ شروع کردیا۔ ہورم ہب کے تیسرے جانشین سیتی اول اور چوتھے جانشین رمسیس دوم نے ختیوں کو شکست دے کر شام کی سرزمین پر از سرِ نو مصریوں کا تسلط قائم کیا ۱۲۷۲ ق۔م میں دونوں سلطنتوں کے درمیان معاہدہ طے ہُوا۔ اور مملکتوں کی حد مقرر ہوگئی اس معاہدے کے ریکارڈ مصر اور ایشیائے کوچک دونوں جگہوں سے ملے ہیں۔ ختیوں اور مصریوں کے درمیان صُلح تو ہوگئی لیکن ان جنگوں نے دونوں کو کمزور کردیا۔ ختیوں کی مملکت جو متعدد مقامی ریاستوں کی ایک فیڈریشن تھی۔ شاہنشہ کی مرکزی طاقت کے کمزور ہو جانے کے باعث پارہ پارہ ہوگئی۔ مختلف اقطاع کے نوابوں نے اپنے اپنے ہاں آزاد حکومتیں قائم کرلیں۔ مصر میں ۱۲۰۰ء میں بیسواں خاندان حکمران ہُوا جس کی گرفت شام و فلسطین پر بہت ڈھیلی پڑگئی۔ اور مصریوں نے مدتوں اس سرزمین کی طرف توجہ نہ کی جوان کی مملکت کا جزو چلی آرہی تھی شاید اس کا تعلق رمسیس دوم کے اس لشکر کی بحیرہ قلزم میں غرقابی سے بھی ہو جو بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے تلف ہوگیا تھا۔ اس حادثے کی معجزانہ خصوصیت نے

Marfat.com

ان کے حوصلے پست کر دیئے ہوں۔ لیکن اِس واقعہ کے متعلّق مصریوں کے ریکارڈ سے کوئی شہادت نہیں ملتی ؛

مصریوں کی معاشرت

دو ہزار ق-م سے ایک ہزار ق-م کے زمانے میں قدیم مصریوں کی معاشرتی حالت قریب قریب وہی رہی جو اس سے پہلے کے دَور کے اچھّے حالات میں تھی۔ شاہی خاندان۔ رؤسا۔ اُمرا۔ مندروں کے پُجاری حکمران طبقے کے افراد سمجھے جاتے تھے۔عوام ان کے رحم وکرم پر تھے۔اِس دَور میں متوسّط طبقہ کے لوگوں کی موجودگی کا سُراغ بھی ملتا ہے۔جو تاجر اہل حرفہ اور سرکاری ملازم ہُوا کرتے تھے تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ترقّی کر گیا تھا۔اس دَور میں بھی مُردوں کی ممیاں بنائی جاتی تھیں۔ بادشاہوں کو پتّھر کے تابُوت میں بند کرکے اہراموں میں دفن کیا جاتا تھا۔ اُمرا کے مقبرے پہاڑ کاٹ کر بنائے جاتے تھے اور تابُوت لکڑی کا ہوتا تھا۔ تابُوت پر متوفی کی تصویر بنا دی جاتی تھی۔ اور ضروری سامان کے ساتھ جو بادشاہوں اور امرا کی حالت میں بہت قیمتی ہوتا تھا لکڑی کی بنی ہوئی مُورتیاں بھی رکھی جاتی تھیں یہ مُورتیاں نوکر چاکر سمجھی جاتی تھیں اور ”حاضر جناب“ کہلاتی تھیں۔ مدعا یہ تھا کہ متوفی کی رُوح کو جب کوئی خدمت لینے کی ضرورت ہو اور وہ پکارے تو یہ مُورتیاں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مُردوں کی تکفین و تدفین کی رسمیں ادا کرنے کے لئے پروہتوں کا ایک مستقل طبقہ قائم ہوگیا تھا۔

Marfat.com

یورپ کے حالات

دو ہزار ق م سے ایک ہزار ق۔م تک کے دور میں بھی یورپ کے باشندے تمدّنی دوڑ میں مصر و عراق اور چین کے باشندوں سے صدیوں پیچھے نظر آ رہے ہیں۔ اِس زمانے میں کریٹ۔ یونان اور شام کے تاجر معدنی پیداوار کی تلاش اور تجارت کے سلسلے میں یورپ کے جنوبی اور مغربی ساحلوں کو کنگھالتے رہے۔ انہوں نے جا بجا تجارتی بستیاں قائم کر رکھی تھیں۔ جو اندرونِ مُلک میں مشرقی کلچر کو پھیلانے کے مراکز کا کام دے رہی تھیں۔ حصار لک کی صنعت کے برتنوں کا استعمال اس دور میں یورپ کے اکثر حصّوں میں عام ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی برانز دھات کے اَوزار رائج ہو گئے۔ ہسپانیہ اور وسطی یورپ میں برانز دھات بنانے اور اس سے اَوزار ڈھالنے کی صنعت فروغ پانے لگی۔ آئرلینڈ میں سونے کی کانیں تھیں لہٰذا وہاں سونے کے زیورات بنانے کی صنعت نے ترقّی کی۔ آئرستانی صنعت کے بنے ہوئے چھلّے۔ اُنگشتریاں۔ مُرکیاں۔ ہلال نما اور آفتاب نما زیور۔ اور چُوڑیاں یورپ کے متعدّد مقامات کی کھُدائی سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اِس دَور میں یورپ کے لوگ دیہات بنا کر رہنے سہنے لگے تھے۔ بستیوں کے گرد خندقیں بنائی جاتی تھیں۔ برطانیہ اور فرانس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بھاری بھاری پتھر نصب کئے ہوئے ملتے ہیں۔ جو گول دائرے سے

بناتے ہیں۔ بعض حصّوں میں یورپ کے لوگ ابھی پُرانی طرز کے جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ جو زمین کو کھود کر فرش کو عام سطح سے نیچا کر کے بنائے جاتے تھے۔ عام طور پر لوگ زراعت کرتے تھے۔ کچھ مقامی تاجر بھی تھے جو اندرون مُلک کا مال لے کر ساحلی بندرگاہوں پر جاتے تھے اور مشرقی تاجروں سے اپنے مال کا تبادلہ کرتے تھے۔ اِس دَور میں یورپ کے اندر کسی قسم کی تمدّنی ترقی۔ صنعتی ترقّی آرٹ۔ اور تحریر کا سُراغ نہیں ملتا۔

اِس دَور میں شمالی میدانِ اعظم (جنوبی روس اور وسط ایشیا) کے قبیلے جرمنی ہنگری اور یونان میں گھُستے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ ۱۴۰۰ ق۔م تک ان بدوی قبائل نے یونان سے آگے بڑھ کر جزیرہ کریٹ کو تاراج کیا۔ اور ان مُلکوں میں اپنی حکومتیں قائم کیں۔ یورپ کے زراعت کار باشندوں نے ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی۔ بلکہ انہیں اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ ان بدوی قبائل کے سرداروں نے جا بجا اپنی جاگیریں قائم کر لیں۔ یہ لوگ گھوڑا۔ رتھ اور بیل گاڑی لے کر یورپ میں وارد ہوئے۔

۱۲۰۰ ق۔م کے قریب انہی آریہ قبائل کی ایک شاخ نے بحیرہ اسود کے شمالی علاقہ میں ایک مملکت قائم کر لی جس کا صدر مقام کرتچ تھا۔ یہ قوم کیمیری کہلاتی تھی۔ ان کے شمال میں آریہ قوم کے دوسرے قبیلے خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے جو سیت یا سیتھیین کہلاتے تھا۔ سیتھیین قوم کے لوگ کوہستان قاف۔ بحیرہ خزر کے شمال اور بحیرہ خزر کے مشرقی علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

بدامنی اور طوائف الملوکی

۱۲۰۰ ق۔م سے ایک ہزار ق۔م تک بلکہ اس کے بعد تک کا زمانہ مشرق ادنے

(جنوب مغربی ایشیا) اور بلقان و یونان (جنوب مشرقی یورپ) میں بدامنی اور طوایف الملوکی کا ایسا دور رہے۔ جس کی تحریکات اور تبدیلیوں کا صحیح صحیح سراغ لگانا بہت مشکل کام ہے۔ قوموں پر قومیں چڑھائی کر رہی ہیں۔ قبیلے اور خیل مضطرب الحال ہو کر متحرک نظر آ رہے ہیں۔ جنگوں۔ لڑائیوں۔ جھگڑوں اور معرکوں کی گرم بازاری ہے۔ مختلف قوموں اور مختلف نسل کے لوگوں کے درمیان تصادم و اختلاط کا عمل جاری ہے۔ پرانا نظام درہم برہم ہو رہا ہے اس کی جگہ نئے نئے نظاموں کے ہیولے جگہ لے رہے ہیں۔ اس دور کے واقعات کچھ ایسے پیچیدہ ہیں کہ انہیں ایک مسلسل داستان کی شکل میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

قصہ یوں ہے کہ یونان اور کریٹ پر آریہ (نارڈک) قبائل کی یلغاروں نے وہاں کے پرانے زراعت کاروں اور بحری تاجروں کی منظم زندگی درہم برہم کر دی۔ اور زراعت کاروں کو اپنا مطیع بنا کر جا بجا اپنی ریاستیں اور نوابیاں قائم کر لیں حملہ آوروں کے عام لوگ بھی پرانے لوگوں کے ساتھ ساتھ آباد ہو گئے۔ یونان۔ کریٹ اور بحیرہ ایجئین کے جزائر کے متمول تاجروں نے ایشیائے کوچک۔ شام اور فلسطین کے ساحلوں کا رُخ کیا۔ ان کے ساتھ یا ان کے پیچھے اور لوگ بھی آنے لگے کیونکہ یونان میں شمال کی طرف سے آریہ قبائل کی نئی لہریں یکے بعد دیگرے داخل ہو رہی تھیں۔ ان بھگوڑوں کو ایشیاء کے مغربی ساحل پر پہلے بستیاں اور پھر ریاستیں قائم کرنے کا موقع مل گیا کیونکہ حِتّیوں کا شیرازۂ مملکت منتشر ہو چکا تھا اور مصری اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ وہ اپنے ایشیائی مقبوضات کے حال پر توجہ نہ دے سکتے تھے۔ اس طرح ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر متعدد یونانی ریاستیں قائم ہو گئیں اور شام و فلسطین کے ساحل پر فینیشی اور فلسطینی قبائل نے قدم جمالئے۔ یونان کے

حضرت میاں صاحب قبلہ
شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

حملہ آور سفید رنگت والے تھے۔ پہلے کے لوگ بھوری رنگت کے تھے جو ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان بھوری رنگت والوں کی ایک قوم ایجئین کے جزائر سے یا ایشیائے کوچک سے چل کر اٹلی کے مشرقی ساحل پر جا پہنچی۔ اور ایطروسکی قوم کے نام سے انہوں نے وسطی اٹلی میں اپنی ایک مملکت قائم کر لی۔ جنوبی اٹلی اور سسلی کی سرزمین پر ایطروسکیوں۔ یونانیوں اور فینیشیوں نے اپنی اپنی بستیاں قائم کیں وہاں الگ جدال و قتال کے معرکے گرم ہونے لگے۔ اندرونِ شام میں آرامی قبائل نے اپنی ریاست قائم کر لی عبرانی یعنی یہودی قبائل جزیرہ نمائے سینا میں بدوی طریق کی زندگی بسر کرتے ہوئے فلسطین کی طرف بڑھ رہے تھے تاکہ اس موعودہ سرزمین کو حاصل کر لیں جس کا وعدہ حضرت موسیٰؑ کے خدا نے ان کے ساتھ کر رکھا تھا۔

۱۲۰۰ ق۔م کے قریب بلقان اور یونان کے نو وارد آریہ قبائل تھریسی۔ فریجی اور مائیسی آبناؤں کو عبور کر کے ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوئے جہاں حتّیوں کا آخری بادشاہ حتّوشیل سوم برائے نام حکمران تھا۔ یہ قبائل ایشیائے کوچک پر قابض ہو گئے صرف شام کے قریب حتّیوں کی دو تین ریاستیں یا جاگیریں باقی رہ گئیں۔ اور حتّی مملکت میں لیڈیا اور فریجیہ کی دو نئی ریاستیں قائم ہو گئیں جن کے حکمران مغرب کی طرف سے آنے والے آریہ تھے۔ لیڈیا کے مشرق میں کوہستانِ قاف کے دامن میں درّوں کی راہ سے آنے والے آریہ قبائل نے وان کے قریب ہالدیوں کی ریاست قائم کر لی جو آرمینیا اور گرجستان کی پیش رَو تھی۔ ان کے علاوہ شام اور فلسطین میں فینیشیوں۔ مائیسیوں۔ آرامیوں اور کنعانیوں کی ریاستیں قائم ہوئیں۔ ادھر ایران کی سرزمین میں آریہ قبائل کی دوسری شاخیں متمکن ہو رہی تھیں انہوں نے شمالی اور جنوبی ایران میں مناّئیہ اور میڈیا کی

Marfat.com

دو ریاستیں قائم کرلیں۔ بابل کے کسدیوں کی بادشاہی کا خاتمہ ۱۱۸۱ ق۔م میں ایلمیوں نے حملہ کر کے کر دیا۔ جس کے بعد وہ بھی بدامنی کا شکار ہو گیا۔ بابل کے جنوب میں خلیج فارس کے شمالی ساحل کے قریب کالدی قوم کے لوگ حکمران تھے۔ اس بدامنی اور بدنظمی کے طوفان میں صرف نینوہ اور اشور کے اشوریوں کی ایک مملکت تھی جو کشتیٔ نوح کی طرح محفوظ زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کے ایک بادشاہ تغلات پلیسیئر نے ۱۱۰۰ ق۔م کے قریب شمال کی طرف بالدیوں کے خلاف مہم بھیجی جو بحیرہ اسود کے ساحل تک یلغار کر کے واپس آگئی۔

ٹرائے کی جنگ

یونان کے مشہور رزمیہ شاعر ہومر کی نظم "ایلیڈ اور اوڈیسے" میں ٹرائے کی جس جنگ کا ذکر آیا ہے وہ اسی طوایف الملوکی کے دور میں واقع ہوئی پچھلی صدی تک کے مورخین اس نظم کے موضوع کو محض شاعرانہ داستاں سرائی سمجھتے تھے لیکن ایک جرمن ماہر حفریات نے حصارلک کی کھدائی کر کے ایسے آثار دریافت کرلئے جن سے ہومر کے ٹرائے کا سُراغ مل گیا اور حصارلک سے شہزادہ پریام کا خزانہ جو اس نے نظم کی روایت کے مطابق یونانیوں کے حملے کے وقت دفن کر دیا تھا مل گیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرزمین یونان کی ریاستوں نے اتحاد کر کے ٹرائے (حصارلک) پر حملہ کیا تھا۔ اور مقصد اس حملے کا یہ تھا کہ سونا لوٹا جائے۔ ایشیائے کوچک میں تانبے اور سونے کی کانیں تھیں۔ کوہ قاف میں سونے اور لوہے کی کانیں تھیں۔ یونان کے لوگوں کو اپنے ہاں سے دھاتیں نہیں ملتی تھیں اِس لئے وہ بحری ڈاکو بن گئے۔ یولیسس اور زریں پوستین کی کہانی میں ایسی ہی کسی مہم کا ذکر کیا گیا ہے جو بحیرہ اسود کی راہ سے کوہ قاف کی طرف گئی ہوگی۔ ٹرائے کی

جنگ واقع ہونے کے وقت کا اندازہ ۱۱۹۴ ق - م سے ۱۱۸۵ ق - م تک کیا گیا ہے ٭

تجارت اور صنعت

اس بد امنی اور طوائف الملوکی کے باوجود فینیشی قوم کے بحری تاجروں - یونانی کشتی رانوں اور شام کے آرامی تاجروں نے جو خشکی کے راستوں سے تجارت کرتے تھے - اپنے کاروبار سے دستکشی اختیار نہ کی - بلکہ اس دور میں فینیشیوں نے افریقہ کے ساحل پر دو زبردست تجارتی بستیاں اور ریاستیں کارتھیج اور راوٹیکا (ٹیونس اور طرابلس) میں قائم کرلیں اس کے علاوہ انہوں نے سسلی اور ہسپانیہ کے ساحل پر اپنے تجارتی اڈے قائم کیئے ان کے جہاز آبنائے جبل الطارق کو عبور کرکے یورپ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ آئر لینڈ اور انگلستان تک پہنچتے تھے جہاں وحشی اقوام آباد تھیں - اٹلی کے ایطروسکی بھی بحری تاجر تھے - انہوں نے بھی سسلی میں اور بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحل پر تجارتی بندرگاہیں کھولیں - یونانی بحری لٹیرے ہونے کے علاوہ بحری تاجر بھی تھے - جن کی سرگرمیاں ڈرڈانیال بحیرہ مارمورا - باسفورس - بحیرہ اسود کی بندرگاہوں میں جاری تھی - یہ تاجر کیمیریہ (کریمیا) کی مملکت کے ساتھ تجارتی راہ و رسم رکھتے تھے ٭

خشکی کے تاجروں یعنی شام کے آرامیوں نے مصر - اشوریہ - بابل - کالدیہ - لیڈیا - فریجیہ حتّٰی کہ ایران تک اپنے تجارتی سلسلے قائم کر رکھے تھے - ہر جگہ کی بڑی بڑی منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا - ان آرامیوں نے ایک نیا سادہ رسم الخط ایجاد کیا - جس نے بہت جلد متمدن دنیا کے بین الاقوامی رسم الخط کی حیثیت اختیار کرلی ٭

Marfat.com

چین کا تمدّن

۲۲۰۶ ق۔م میں سرزمین چین کی متحدہ حکومت ہسیانیہ خاندان کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی تھی اس خاندان کے سولہ بادشاہ گزرے۔ آخری بادشاہ وجیہہ کوری نامی تھا۔ یہ بادشاہ بہت عیّاش تھا۔ اس کی بدکاریاں چینی لٹریچر میں ضرب المثل کے طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ شانگ کے جاگیردار نے ۱۷۶۰ ق۔م میں اس بادشاہ کا خاتمہ کرکے ین خاندان کی حکمرانی قائم کی۔ اس خاندان کے عہد میں سلطنت کی مزید توسیع کی گئی انتظامات درست کئے گئے۔ موسیقی اور علم ہیئت کو ترقی ہوئی۔ سماجی نظام جاگیرداری کی طرز کا تھا۔ شمالی چین میں چاؤ ریاست کے نواب بہت منتظم لوگ تھے انہیں تاتاریوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے باقاعدہ فوج رکھنی پڑتی تھی۔ ۱۱۵۴ ق۔م میں ین خاندان کا آخری بادشاہ چاؤسن تخت پر بیٹھا اس نے شو کی ریاست پر حملہ کیا اور اس ریاست کی ایک بدکار عورت "تاکی" پر عاشق ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ "تاکی" نے بادشاہ کی طبیعت پر اتنا غلبہ حاصل کر لیا کہ بادشاہ اس کے اشاروں پر چلنے لگا۔ اُمرا میں اس وجہ سے بددلی پھیلی۔ دو جاگیرداروں نے بادشاہ کے پاس "تاکی" کی شکایت کی بادشاہ نے انہیں قتل کرا دیا۔ چاؤ کے نواب وونگ وانگ نے احتجاج کیا تو اسے قید کر دیا گیا۔ وونگ وانگ کے بیٹے نے اپنے باپ کو قید سے چھڑایا ۱۱۲۲ ق۔م میں چاؤ کے نواب نے بغاوت کا عَلم کا بلند کیا اور ین خاندان کا خاتمہ کرکے چاؤ خاندان کی بنیاد رکھی۔ ین خاندان کے آخری بادشاہ چاؤسن نے اپنے قیمتی ساز و سامان سمیت محل کو آگ لگا دی اور خود بھی اسی آگ میں جل کر مر گیا۔

اہل چین کی کتابوں میں اس جنگ کا حال بڑی تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے اور لکھا ہے کہ چاؤ کے بادشاہ نے سات لاکھ فوج لے کر شہنشاہ پر چڑھائی کی تھی۔

Marfat.com

اور بڑی خوفناک جنگ واقع ہوئی۔ جس میں چینی روایات کے مطابق "اتنا خون گرا جس میں لکڑی کا شہتیر تیر سکتا تھا۔" چاؤسن اتنا ظالم تھا کہ ایک دفعہ اس نے چند غریب آدمیوں کو سرد پانی کے نالے میں سے گزرتے ہوئے دیکھا اور حکم دیدیا کہ ان کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ ان کی ہڈیوں کا مغز کیسا ہے۔ یہ بادشاہ انسانوں کو کباب سیخ کی طرح بھنواتا تھا۔ اور ایسے چکنے بانس پر چڑھنے کے لئے کہتا تھا جس کے نیچے آگ کا الاؤ روشن کر دیا جاتا تھا۔

اس دور میں چین کے باشندے زراعت کرنا مویشی رکھنا۔ مٹی کے برتن بنانا۔ اور برانز دھات کا استعمال جانتے تھے۔ آبادی کنبوں اور خیلوں میں بٹی ہوئی تھی چھوٹی بڑی ریاستیں قائم تھیں جن پر راجے یا سردار حکمرانی کرتے تھے۔ اور سب بادشاہ کے تابع تھے۔ جاگیرداری کا سماجی نظام پنپ رہا تھا۔ موسیقی اور علم ہیئت کے مطالعہ کا شوق بھی ترقی پذیر تھا۔ لوگ مٹی کے گھر پختہ اینٹوں کے مکانات اور جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ راجے اور بادشاہ محل بنواتے تھے۔ چاؤسن نے قومی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لئے نصف میل لمبی اور ہزار فٹ چوڑی ایک عمارت بنوائی جو اس ظالم بادشاہ کے علمی رجحان کا پتا دیتی ہے۔

Marfat.com

آریہ قبائل کی نقل و حرکت

دو ہزار قبل مسیح سے ایک ہزار سال ق۔م تک کے زمانے میں تاریخ عالم کا سب سے اہم واقعہ آریہ قبائل کی نقل و حرکت ہے جو شمالی میدانِ اعظم کی چراگاہوں سے نکل کر یورپ۔ جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں۔ اور ہندوستان میں پھیلتے چلے گئے۔ یہ آریہ قبائل چھ سات ہزار سال سے شمالی میدانِ اعظم میں دُنیائے متمدّن سے الگ تھلگ رہتے ہوئے زندگی بسر کر رہے تھے۔ جہاں سے دس ہزار ق۔م کے قریب اسپ خور انسانوں کی جمعیتوں نے اُٹھ کر یورپ کی سرزمین کو فرانس کے میدانوں تک تاراج کیا تھا۔ اور پانچ سو سال یورپ میں زندگی بسر کرنے کے بعد موسمی تبدیلیوں کے باعث اسی میدان کی طرف لوٹ آئے تھے۔ تین ہزار سال۔ ق۔م کے قریب ان قبائل نے کوہستان کارپیتھئین کے مغربی دامن کی بستیوں کو تاراج کیا جو دریائے آلٹ کی وادی میں آباد تھیں اور ٹرانسلوینیا کی سونے کی کانوں کے باعث بہت خوش حال ہوگئی تھیں۔ آریہ قبائل کے حملے کے باعث یہ لوگ بلقان کی راہ سے یونان کے وسطی میدان تھسلی میں جا کر آباد ہوگئے اور وہاں کی تمدنی تبدیلی کا باعث بنے جس کی شہادت مٹی کے برتنوں کے ڈیزائنوں کی تبدیلی کی صورت میں ملتی ہے +

۲۷۰۰ یا ڈھائی ہزار ق۔م کے قریب انہی آریہ قبائل کی دوسری شاخ نے جو وسط ایشیا میں پھل پھول رہی تھی۔ ترکستان کی متمدّن بستی اُناؤ کو تاراج کیا

Marfat.com

جو کوہستان کوپت داغ کے دامن میں آباد تھی۔ اس کے بعد ان قبائل کے جنوب مغربی ایشیا کی آبادیوں میں گھسنے کا سُراغ گوُ اور سُو نامی قبیلوں کے ان حملوں کی صُورت میں ملتا ہے جو وہ سمیریہ اور بابل کی شمال مشرقی سرحد پر وقتاً فوقتاً کرتے رہے۔ ان قبائل کے آریہ نسل سے ہونے کا خیال بابل کی بعض تحریروں سے قائم کیا جاتا ہے جن میں گوُ اور سُو قبائل کے لوگوں کو خوبصورت اور کھُلی رنگت والے ظاہر کیا گیا ہے۔ بابلی انہیں غلام بنانے کے بہت شایق تھے؛

دو ہزار سال ق۔م کے بعد شمالی میدان اعظم کے ان قبائل میں عام حرکت پیدا ہوئی اور ان کی جمعیتیں اس میدان کے کاہستانوں سے نکل کر ان ملکوں میں پھیلنے لگیں جہاں کے باشندے زراعت کاری کا پیشہ اختیار کرکے متمدّن زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان قبائل میں جو ہزاروں سالوں سے میدان اعظم کی چراگاہوں میں اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کر رہے تھے اس عام حرکت کے پیدا ہونے کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ موسمی تبدیلی کے باعث کاہستانوں میں گھاس کی قلّت رونما ہونے لگی۔ اور ان قبائل کی بڑھتی ہوئی جمعیتّوں کا وسیع میدانِ اعظم میں خانہ بدوش چرواہوں کی زندگی بسر کرنا دُشوار ہو گیا۔ آریہ نسل کے قبائل کا یہ اضطرار واضطراب اور ان کی یہ نقل وحرکت نوع انسانی کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولنے پر منتج ہوئی۔ کیونکہ آریہ نسل کی قومیں یورپ اور ایشیا کی حاصل خیز زمینوں اور متمدّن ملکوں کے بیشتر اقطاع پر قابض ہو گئیں۔ جن کی اولاد آج تک نوع انسانی کے تاریخی حالات میں اضافہ کرنے کا موجب بن رہی ہے؛

یورپ میں آریہ نسل کا پھیلاؤ

آریہ نسل کے قبیلے جو شمالی میدان اعظم کے مغربی حصّے یعنی وسطی اور جنوبی

Marfat.com

یورپی روس میں خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اِس دَور میں مغرب کی طرف ہنگری۔ پولینڈ اور جرمنی کی سرزمین میں داخل ہو کر پھیلتے چلے گئے اور جنوب کی طرف جزیرہ نمائے بلقان کو پامال کرتے ہوئے یونان کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ یہ خانہ بدوش قبیلے اپنے اپنے سرداروں کے زیرِ سرکردگی کھیتی باڑی کرنے والے آبادکاروں کی بستیوں میں گھُس آئے۔ جو نسبتاً امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آریہ قبائل نے انہیں آسانی سے مغلوب کر کے اپنا مطیع بنا لیا اور جس جگہ پہنچے وہاں حکمران بن کر بیٹھتے چلے گئے۔ ان کے سرداروں نے جا بجا اپنی نوابیاں اور جاگیریں قائم کیں اور ان کے عوام پہلے باشندوں میں خلط ملط ہو کر کھیتی باڑی کرنے لگے۔ اِس دَور میں یورپ کے اندر بستیوں کے ارد گرد خندقیں اور فصیلیں بنانے کا رواج چلا اور جاگیردار قلعے بنا کر رہنے لگے۔ ۱۴۰۰ ق۔م کے قریب آریہ قبائل کی ایک شاخ نے جو ہیلّی کہلاتی تھی یونان کو سر کرنے کے بعد کریٹ پر حملہ کیا اور وہاں کے ترقّی یافتہ تجارتی تمدّن کو خاک میں ملا دیا۔ ایک ہزار ق۔م تک یہ قبائل یونان۔ بلقان اور وسطی یورپ کے مُلکوں ہنگری۔ پولینڈ اور جرمنی پر مکمّل طور پر چھا گئے۔ اور کوہستان ایلپس کے جنوب مشرقی میدانی علاقے کی راہ سے شمالی اٹلی کے میدانوں میں آباد ہونے لگے۔ ان کا داخلہ اور تسلّط یورپ میں یونانی۔ لاطینی اور قدیم جرمن زبانوں کو فروغ دینے کا موجب بنا جو ایک ہی ماخذ سے نکلی ہوئی زبانیں تھیں اور موجودہ یورپی زبانوں کا منبع بنیں۔ ان قبائل کی سوسائٹی میں سرداروں۔ امیروں اور سردارزادوں کا ایک طبقہ تھا جو شرفا کہلاتے تھے اور باقی لوگ عام طبقے میں شمار ہوتے تھے۔ جو عام طور پر مویشی پالتے تھے اور بعد میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ان میں سوسائٹی کی فضر ریات

Marfat.com

کے مطابق اہل حرفہ بھی تھے۔ نجّاری یعنی لکڑی سے ساز و سامان بنانا ان میں بہت رائج تھا۔ یہ لوگ بیل گاڑیاں اور چھکڑے اور رتھیں بناتے تھے۔ رتھوں میں گھوڑے جوتتے۔ پہیّوں پر چلنے والی گاڑیاں بنانا ان آریہ قبائل کی اپنی ایجاد تھی جس سے مصر و عراق کی متمدّن دُنیا اس وقت تک ناواقف محض تھی۔

ایشائے کوچک اور عراق پر آریہ قبائل کا تسلّط

وسطی ایشیا کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اس دَور میں ایشیائے کوچک اور عراق کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہ قبیلے ترکستان سے چل کر بحیرہ خزر کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلتے ہوئے آرمینیا کی راہ سے ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے اور ان کی بعض شاخیں جنوب مغرب کی طرف طہران کی ولایت کی راہ سے عراق کی شمال مشرقی سرحد پر نمودار ہوئیں۔ ۱۹۰۰ ق۔م کے قریب آریاؤں کی حتّی قوم کے ایک سردار برناس نے ایشیائے کوچک میں بادشاہی قائم کی۔ اس نے یا اس کے جانشین نے حصار رلک کے تجارتی مرکز کو تباہ کیا۔ حتّیوں کے داخلے سے پہلے ایشیائے کوچک میں متعدّد شہری ریاستیں قائم تھیں۔ جن کے بادشاہوں سے حتّی سرداروں نے ازدواجی تعلّقات قائم کر لئے۔ ۱۸۰۰ ق۔م میں ایشیائے کوچک کے حتّیوں نے بابل کو تاراج کیا اور بابل کے پہلے شاہی خاندان کا جو حمورابی کے جانشین تھے خاتمہ کر کے واپس چلے گئے۔ ۱۶۰۰ ق۔م میں آریہ قوم کے ایک دوسرے قبیلے کسدی کے سردار گنداش نے جو مملکت بابل کی شمال مشرقی سرحد پر گوتیموں کی ریاست میں زور پکڑ رہے تھے۔ بابل پر قبضہ کر کے جو دو سو سال سے بدوی قبائل کے حملوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کسدی قوم کی بادشاہی قائم کی۔ یہ حتّی اور کسدی جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں

Marfat.com

بیل گاڑیوں۔ چھکڑوں اور رتھوں کو رواج دینے کا موجب بنے۔ یہ لوگ صلاً قدرتی مظاہر کی مخفی طاقتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ بارش۔ زمین آسمان۔ روشنی وغیرہ کے دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ لیکن ایشیائے کوچک اور عراق میں متمکن ہونے کے بعد مقامی دیوتاؤں کو ماننے لگے۔ بابل۔ اُر اور عراق کے دوسرے قدیم شہروں کے آثار سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ کسدی بادشاہ نے مقامی مندروں کی مرمت کرائی۔ اور پوجا پاٹھ کے وہی طریقے اختیار کر لئے جو بابلیوں میں مروج تھے۔ بابلیوں کے دیوتا سورج۔ چاند اور ستارے تھے۔ ان کے مندر انہی دیوتاؤں کے نام پر تعمیر ہوتے تھے۔ کسی مندر میں سورج دیوتا کی کسی میں چاند دیوتا کی اور کسی میں کسی ستارے کے دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ حتیّ اور کسدی میتنی اور دوسرے آریہ قبیلے جو اس سرزمین میں آباد ہوئے زمانہ گزرنے پر یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔

ایشیائے کوچک کے حتیّ اور بابل کے کسدی بادشاہوں کا ذکر مصر کی تاریخ میں بھی جا بجا آیا ہے۔ خود ان کے تاریخی آثار بہت کم ملتے ہیں۔ کیونکہ آریہ حکمران جاہل تھے۔ ان کا تھوڑا بہت تحریری کام بابلی منشی سرانجام دیتے تھے۔ جو سرکاری حسابات رکھنے یا حکومتی خط و کتابت کے متعلق تھا۔ تحریریں بابلی زبان اور سمیری مخروطی رسم الخط اختیار کیا جاتا تھا۔ بابلی زبان اس دور میں دنیائے متمدن یعنی مصر۔ ایشیائے کوچک اور عراق کی بین الاقوامی زبان سمجھی جاتی تھی۔

ایران۔ افغانستان اور پنجاب میں آریہ قبائل کا داخلہ

ڈیڑھ ہزار سال۔ ق۔م

کے قریب وسط ایشیا کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اور لہریں باختر۔ افغانستان۔ پنجاب اور شمالی ایران میں پھیلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ کوہستان کوپت داغ کے دامن میں زراعت کاروں کی متمدن بستی کے کھنڈر ملے ہیں جو اناؤ کی پرانی بستی سے جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس بستی کے آباد ہونے کی تاریخ کا اندازہ دو ہزار سال ق۔م کیا گیا ہے۔ اس بستی کے کھنڈروں سے تانبے اور برانز دھات کے اوزار خنجر۔ درانتیاں۔ نیزوں کے پھل۔ تیروں کے سوفار اور کلہاڑیاں برآمد ہوئے ہیں۔ مٹی کے برتن مختلف ڈیزائنوں کے ہیں مکانات کچی اینٹوں کے ہیں۔ جن میں چوبوں والے چوبی دروازے لگائے جاتے تھے۔ یہ خصوصیات اناؤ کی پرانی بستی کے آثار میں نہیں ملتیں جس کی تباہی کا اندازہ ڈھائی ہزار ق۔م سے پہلے کا کیا گیا ہے۔ نئی بستی کے لوگ اپنے بچوں کی نعشوں کو گھروں کے اندر ہی دفن کرتے تھے۔ اس بستی کے آباد کاروں کی ماہیت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکا لیکن ڈیڑھ ہزار سال ق۔م کے قریب یہ بستی تباہ ہو جاتی ہے اور خیال یہ ہے کہ آریہ قبائل کی تازہ لہر اس تباہی کا موجب بنی ہوگی ٭

وسط ایشیا سے آریہ قبائل کے طرز بود و باش کے آثار ابھی تک برآمد نہیں ہوئے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ قبائل خانہ بدوش تھے اور اپنے گلّوں کو لے کر میدانِ اعظم میں جا بجا پھرتے رہتے تھے۔ اس لیئے ان کے آثار کسی ایک جگہ جمع نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ ان کا سامان بھی لکڑی اور چمڑے سے بنا ہوا مختصر ہوتا تھا جو فنا ہو جاتا تھا۔ ان کے ابتدائی حالات کا سُراغ پارسیوں کی مذہبی کتاب ژندہ آستا اور ہندی آریاؤں کی مذہبی کتاب رگِ وید سے لگایا جاتا ہے۔ ان کتابوں کے بھجن ڈیڑھ ہزار سال ق۔م سے

Marfat.com

ایک ہزار ق۔م تک کے عرصہ میں تصنیف ہوئے۔ اور صدیوں محض انسان کی قوت حافظہ کی مدد سے جو اس دور کے انسانوں میں بہت تیز ہوتی تھی پُشت در پُشت منتقل ہوتے چلے گئے۔ یہ دونوں کتابیں کئی سو سال بعد ضبطِ تحریر میں آئیں جب ایران اور ہندوستان کے آریہ تحریر کے فن سے آشنا ہوئے۔ ژندواستا کا ایک مکمل نسخہ ۳۳۱ ق۔م میں ایران کے آریہ بادشاہوں کے عالیشان محل پرسی پولیس میں موجود تھا جسے اِس سال سکندرِ رومی نے نذرِ آتش کر دیا۔ موجودہ نسخہ جو نامکمل ہے ایران کے ساسانی خاندان کے بادشاہوں نے جن کا دور ۲۲۶ء سے ۶۴۱ء تک ہے مرتب کرایا تھا۔ اِس نسخہ کو عرب مسلمانوں کے حملے کے وقت پارسیوں کی بعض جمعیتیں ہندوستان لے آئیں جو گجرات۔ کاٹھیاواڑ۔ سُورت اور بمبئی میں آج تک آباد ہیں۔

ژندواستا آتش پرست پارسیوں کے پیغمبر زرتشت کی کتاب ہے جس کے زمانے کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے جو چار حصّے بچ رہے ہیں وہ حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہیں (۱) گاتھا۔ (مذہبی گیت) (۲) وسپرید (تفسیر) (۳) وِندیداد (شریعت) (۴) یشت (فرشتوں کی مدح کے گیت)

ژندواستا میں آریاؤں کے ابتدائی حالات یُوں بیان کئے گئے ہیں کہ آریہ قوم کے لوگ آریانیم وائیجو (آریوں کے گھر) میں بود و باش رکھتے تھے۔ جو شمالی سرزمین میں واقع ہے۔ دیوتاؤں نے انسان کے لئے جو اچھی چیزیں پیدا کیں ان میں ایک یہ آریانیم وائیجو بھی تھا۔ لیکن تاریکی کے مظہر (بدی کی طاقت) نے اس سرزمین کو برف کے باعث ناقابل سکونت بنا دیا۔ آریہ لوگ جنوب کی طرف حرکت کرتے ہوئے سگھدانیا اور مرگیانہ (سُھدا اور مورا) کی سرزمین میں آ گئے جن کو بخارا اور مرو سمجھنا چاہیئے۔ سگھدانیا انہیں ٹڈی دل اور دشمن

Marfat.com

قبائل (شمالی سرزمین کے منگول) کے حملوں کے باعث چھوڑنا پڑا اور وہ اُونچے جھنڈوں والی سرزمین بخدے (بلخ) میں چلے گئے۔ بخدے سے وہ نیسایا (نیشاپور واشک آباد) میں پہنچے۔ یہاں سے ایک شاخ ہارویہ (ہرات) کی طرف اور دوسری شاخ وائیکرتیا (کابل) خوشگوار سایوں والی سرزمین کی طرف چلی گئی۔ کابل کی شاخ کے بعض قبیلے اراہ وینی (اراشو) ہائیتومنت (ہلمند) اور ہاپتا ہندو (پنجاب) کی طرف ہجرت کر گئے اور بعض قبیلوں نے شمال مغرب کی راہ لی اور ارداد (طوس) وہئیرکانا (گورگان) رہاگا (رے) اور وانیا (گیلان) میں آباد ہو گئے۔

شاہنامہ فردوسی کے بیان سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بخدے (بلخ) کی اُونچے جھنڈوں والی سرزمین میں آریا قبائل نے زبردست بادشاہت قائم کر لی تھی جس کے حکمران پہلے پیشدادی خاندان کے آریہ تھے پھر کیانی خاندان اور بعد ازاں اسپ سوار قبیلہ برسر اقتدار آیا۔ اِس سلطنت کا شیرازہ بعد ازاں درہم برہم ہو گیا جس کی جگہ طوایف الملوکی نے لے لی۔

زرتشتی دین

زرتشت کے حالات جو ژند و آستا میں بیان کئے گئے ہیں صرف یہ بتاتے ہیں کہ زرتشت آذربائیجان کی بستی اُرومیہ میں پیدا ہوئے ان کا خاندان سپی تاما کہلاتا تھا۔ جوان ہو کر انہوں نے نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور خراسان کے بادشاہ وشتاسپ یا گشتاسپ کے دربار میں پہنچے جس کا پایہ تخت باختر میں تھا۔ گشتاسپ ان کا معتقد اور پیرو بن گیا۔ جن کی مدد سے ایران کے آریہ قبائل میں زرتشتی دین کو فروغ حاصل ہوا۔ گشتاسپ کی مملکت پر شمالی مُلک کے تورانی (منگول) قبیلے حملے کرتے تھے۔ جن کے ساتھ ایرانیوں کو مسلسل لڑنا پڑتا تھا۔ تورانیوں کے دُوسرے حملے

Marfat.com

میں جو بلخ پر کیا گیا تھا زرتشت دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رستم و سہراب کے متعلق ایرانی لٹریچر کی مشہور داستان بھی غالباً اسی عہد کے کسی واقعہ کی یادگار ہے۔

زرتشت سے پہلے ایران کے آریہ بھی یورپ اور ہندوستان کی طرف جانے والے آریہ قبائل کی طرح بظاہر قدرت کی مخفی قوتوں یعنی متعدد دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ زرتشت نے انہیں توحید پرستی سکھائی۔ زرتشتی دین کا مرکزی اصول یہ ہے کہ روشنی اور تاریکی (نیکی اور بدی) ایک ہی قادر مطلق ہستی کے دو مظہر ہیں۔ روشنی کا مظہر اہورہ مزدہ (یزدان) اور تاریکی کا مظہر اہرمن ہے۔ ان دونوں کی کشمکش کائنات اور اس کے انقلابات کے ظہور و وجود کا باعث ہے۔ زراعت اور مویشی پالنا شریفانہ پیشے ہیں۔ اور کائنات کے چار عنصر آگ۔ پانی۔ مٹی اور ہوا اصلاً پاک ہیں۔ ان کا استعمال ناپاکیوں اور غلاظتوں کو دور کر دیتا ہے۔

زرتشتی دین کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ آخر کار آہورا مزدہ (ہرمز یا یزدان) اہرمن پر غالب آ جائے گا اور وہ دن قیامت کا ہو گا سب لوگ از سر نو زندہ ہوں گے ان کی زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جو لوگ نیک ثابت ہوں گے انہیں جاودانی سرور حاصل ہو گا۔ بعد میں یہودیت۔ عیسائیت اور اسلام نے اسی عقیدہ کی ترویج کی۔

زرتشت نے پرانے دیوتاؤں کو جن کی آریہ لوگ پرستش کرتے تھے دیو یعنی تاریکی کے مظہر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانی آریاؤں کے لٹریچر میں لفظ دیو کو اہرمن کی ذریات کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ہندی آریاؤں کی کتب میں اِس لفظ کا اطلاق متبرک اور مقدس ہستیوں پر کیا جاتا ہے۔ ہندی

Marfat.com

آریاؤں کی کتابوں میں آشُر یا آسُر بدی کی طاقتوں کے لئے اور ایرانیوں کی کتابوں میں آہور نیکی کے فرشتوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ژند و آستا اور رگ وید کی زبان بہت ملتی جلتی ہے اکثر الفاظ ایسے ہیں جن میں ایرانی زبان کی "ہ" کی جگہ سنسکرت میں "س" استعمال کیا جاتا ہے۔ ژند و آستا اور رگ وید کے گیتوں اور بھجنوں کی تصنیف کا زمانہ قریب قریب ایک ہی ہے۔ جس کا اندازہ ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح سے ایک ہزار سال ق۔م تک لگایا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ژند آستا آریہ قبائل کی ایرانی شاخ کے افکار کی مظہر ہے جو زرتشتی دین کی پیرو بن گئی اور رگ وید ہندوستانی شاخ کے عقاید کا آئینہ ہے جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح مظاہر پرست رہی ؟

ہندوستان کے آریہ

پنجاب کی سرزمین میں آریہ قبائل کی سرگرمیوں کا ابتدائی حال رگ وید سے معلوم ہوتا ہے یہ آریہ قبیلے کابل اور ہلمند کی وادیوں سے چل کر کوہستان سلیمان کے دروں کی راہ سے پنجاب کی سرزمین میں وارد ہوئے۔ پنجاب میں ان کے وارد ہونے کے زمانہ کا اندازہ ۱۵۰۰ ق۔م سے ۱۲۰۰ ق۔م تک کیا جاتا ہے۔ رگ وید اسی دور کی الہامی کتاب سمجھی جاتی ہے جو آریہ قوم کے رشیوں اور مُنیوں (برگزیدہ بندوں) پر نازل ہوئی۔ رگ وید ایسے بھجنوں اور گیتوں کا مجموعہ ہے جنہیں آریہ پروہت قدرت کی مخفی طاقتوں کی تعریف میں گاتے تھے۔ رگ وید کے چار حصوں کی تصنیف کے وقت کا اندازہ علی الترتیب اس طریق سے کیا جاتا ہے۔

(۱) چاندا - ایک ہزار ق۔م تک کے بھجن (۲) منترا - ایک ہزار ق۔م سے ۸۰۰ ق۔م تک۔ (۳) برہمانا ۸۰۰ ق۔م سے ۶۰۰ ق۔م تک (۴) سوترا ۶۰۰ ق۔م سے ۲۰۰ ق۔م تک یہ محض قیاس ہے جس کی صحت کے متعلق قطعی رائے

Marfat.com

قائم نہیں کی جا سکتی۔

رگ وید کے ابتدائی بھجنوں میں سرسوتی ندی کا ذکر کثرت سے آتا ہے جس سے غالباً افغانستان کی سمت جنوبی کا دریا ارغنداب مراد ہے اس کے علاوہ رگ وید میں پنجاب کے پانچوں دریاؤں کے ساتھ دریائے کابل اور اس کے ایک معاون کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آریہ قبائل ۱۲۰۰ ق۔م تک پنجاب کی سرزمین کو عبور کر کے جنوبی پنجاب تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنی مستقل نو آبادی قائم کی۔ اور اس خطے کو متبرک سمجھنے لگے۔ اس خطے کا نام انہوں نے آریہ ورت رکھا۔

ہندوستان کی حالت

پنجاب کی سرزمین میں آریہ قبائل کے داخلے کے وقت ہندوستان کی حالت کیا تھی؟ اس کا صحیح اندازہ آثار کے مفقود یا کم ہونے کے باعث نہیں لگایا جا سکتا۔ ہڑپہ (ضلع منٹگمری) اور موہنجوداڑو (سندھ) سے زراعت کاروں کے ترقی یافتہ تمدن کے جو آثار ملے ہیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آریاؤں کے آنے سے بہت پہلے زراعت کار لوگ ہندوستان کے زرخیز خطوں میں متمکن اور آباد ہو چکے تھے۔ بلوچستان کی براہوی زبان دکن کی دراوڑی زبانوں سے ملتی جلتی ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ جنوبی ہند کے لوگ بلوچستان سے کوئی قدیمی تعلق رکھ چکے ہیں اس کے علاوہ بلوچستان اور سیستان سے مٹی کے ایسے برتن بھی دستیاب ہوئے ہیں جو ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے مٹی کے برتنوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان آثار سے وادیٔ سندھ کے تمدن کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہڑپہ اور موہنجوداڑو کا تمدن عراق کے قدیم سمیری اور ترکستان کی بستی اناؤ اول کے تمدن سے جن کی تاریخوں کا اندازہ تین ہزار سال ق۔م کیا گیا ہے ملتا جلتا ہے۔ لیکن دراوڑی

Marfat.com

زبان اور سمیری زبان میں کسی قسم کی مماثلت نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ دراوڑی نسل کے لوگ ہندوستان میں شکاری دور میں داخل ہوئے ہوں جب کہ زبانیں ابھی ابتدائی حالت میں تھیں۔ لیکن ان کا تمدن فارس کے ایلمیوں سے راہ و رسم رکھنے کا نتیجہ ہو۔ جو دریائے سندھ کے دہانے کی سرزمین سے شروع ہو کر سارے ہندوستان میں پھیلا۔ اس کے علاوہ دراوڑی اقوام بھی اس بھوری رنگت والی نسل انسانی کی شاخ ہیں جن کے سر جنشی النسل کے انسانوں سے کم لمبوترے ہیں جن کے آباؤ اجداد نے جنوبی میدانِ اعظم (عرب اور صحرائے افریقہ) میں شکاری دور کی زندگی بسر کی تھی۔ خصوصی صنعت کے پتھر کے اوزار دکن اور سیلون تک کے ملکوں سے ملے ہیں جو اس دور میں اس نسل کے پھیلاؤ کی خبر دے رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دراوڑی نسل کے لوگوں کے علاوہ ہندوستان میں قدیمی نسل کے لوگ بھی موجود تھے۔ جن کا سر لمبوترا۔ لب موٹے اور بال گھنگھریالے تھے۔ اس نسل کے لوگ پتھر کے ابتدائی زمانے میں ہندوستان میں داخل ہوئے ہوں گے۔ اس نسل کی اولاد اب بھی چھوٹا ناگپور۔ بندھیاچل اور دکن کے نیلگری پربت میں آباد ہے جن کے خدوخال جزائر انڈیمان۔ نکوبار۔ لنکا۔ شرق الہند۔ آسٹریلیا۔ مڈغاسکر۔ جنوبی امریکہ کے جنوبی جزائر کے قدیمی باشندوں سے بہت مماثل ہیں۔ آریاؤں کے ہندوستان کے داخلے کے وقت اس پرانی نسل کے لوگ بھی ہندوستان کے جنگلوں میں شکاریوں یا خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آریاؤں کے لٹریچر میں ان لوگوں کو اشور اور راکشس (ناپاک اور شیطان) ظاہر کیا گیا ہے اور دراوڑیوں کو نیچ جاتی کے انسان داسو۔ داسیو۔ وِتی کے خطاب دیئے گئے ہیں۔ یہ اصطلاحیں اور بعد کے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ آریا اس ملک میں پہلے باشندوں پر

Marfat.com

غالب آ کر حکمران بن گئے تھے۔ جنہوں نے اِس سرزمین میں جا بجا اپنی بستیاں قائم کرنے اور نو آبادیاں بنانے کی مہم پورے زور سے جاری کر رکھی تھی۔ ان کی یہ مہم پہلے آباد کاروں یعنی قدیم باشندوں کے مفاد سے متصادم تھی اِس لئے آریوں اور قدیم باشندوں میں جنگوں اور لڑائیوں کا ایک مسلسل معرکہ شروع ہو گیا۔ اس کے باوجود دونوں قوموں کے درمیان اختلاط کا عمل بھی جاری رہا۔ دونوں قومیں ایک دوسرے کے تمدّن۔ طرز بود و ماند۔ عقاید۔ طریق عبادت اور خیالات سے متاثر ہونے لگیں عوام میں زبانوں کی آمیزش نئی زبانیں پیدا کرنے کا موجب بنتی رہی۔ یہ داستان بعد کے اَدوار کی ہے جو اپنے موقع پر بیان کی جائے گی ؞

ہندی آریاؤں کی ابتدائی معاشرت

رِگ وید کے بیانات اور دیگر قرائن سے ہندوستان کے آریاؤں کی ابتدائی معاشرت کا جو حال معلوم ہو سکا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ آریہ قوم کا سماج پدری تھا۔ یہ قوم قبیلوں اور خیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ جس کا سردار خاندان کا بزرگ ہوتا تھا۔ اور راجہ کہلاتا تھا۔ ہندوستان میں آباد ہونے کے بعد ان کی ابتدائی معاشرتی درجہ بندی کچھ اِس طرح تھی کہ راجاؤں کے نیچے شرفا اور امرا کا ایک طبقہ تھا۔ پروہت یعنی مذہبی رسمیں ادا کرنے والے لوگوں کی ایک جماعت الگ قائم ہو رہی تھی۔ عام لوگ کسان۔ حرفہ کار اور تاجر ہوتے تھے۔ یہ آریہ لوگ گوشت بھی کھاتے تھے اس کے علاوہ ان کی غذاؤں میں شہد۔ دُودھ۔ دہی۔ مکھن۔ گھی۔ غلّہ۔ کھیر۔ دالوں۔ پھلوں اور گنّے وغیرہ کا سُراغ بھی ملتا ہے یہ لوگ بیل گاڑیاں۔ چھکڑے۔ بہلیاں اور رتھیں استعمال کرتے تھے جن میں بیلوں اور گھوڑوں کو جوتتے تھے۔

Marfat.com

بیلوں سے زراعت کاری کے علاوہ بار برداری کا کام بھی لیتے تھے۔ راجے قلعے اور محل بنا کر رہتے تھے۔ اور عام لوگ جھونپڑوں کی بستیاں بنا کر یا مٹّی کے مکان بنا کر رہتے تھے۔ آبپاشی کے لئے ندیوں اور نالوں سے کام لینے کے علاوہ انہوں نے کنوئیں کھودنے اور رہٹ لگانے کا طریق بھی ایجاد کر لیا تھا۔ عام طور پر لنگوٹی یا دھوتی پہنتے تھے۔ فرش پر گھاس اور گندم اور دھان کی پرنالی بچھاتے تھے۔ برتنوں کی جگہ پتّے استعمال کرتے تھے۔ ایک قسم کی نشہ وار شراب استعمال کرتے تھے جسے وہ سوم رس یعنی شجرجیات کا عرق کہتے تھے۔ ان کی تفریحات شکار۔ ناچ۔ پہلوانی اور رتھوں کی دَوڑ وغیرہ تھیں۔ برانز دھات کے اوزار استعمال کرتے تھے۔ ان کی رسموں میں سونے کی خیرات کا ذکر بھی آتا ہے۔ راجے اور اُمرا برہمنوں کو سونے اور گایوں کی شکل میں خیرات دیتے تھے۔ یہ لوگ مظاہر قدرت کی مخفی قوّتوں یعنی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ جن میں اگنی (آگ) اندر (بارش اور رعد) وایو (ہوا) ورونا (آسمان) اور ایسے ہی اور بہت سے دیوتا شامل ہیں۔ ہندوستان میں آنے اور قدیم باشندوں سے اختلاط پیدا ہونے کے باعث ہندوستان کی مخلوط آبادی کے دیوتاؤں میں اضافہ ہوتا گیا اور ان کے تصورات میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ مُورتی پُوجا کا طریق آریاؤں نے قدیم باشندوں سے سیکھا۔ آریاؤں کی معاشری زندگی پیدائش سے لے کر موت تک طرح طرح کی رسموں اور ریتوں سے بھری ہوئی تھی۔ ہر فعل۔ ہر کام۔ ہر حرکت ہر واقعہ اور ہر مقصد کے لئے رسمیں مقرر تھیں۔ غریب سے لے کر راجا تک کے لئے رسمیں تھیں۔ جن کو ادا کرنے کے لئے پروہتوں کی ایک جماعت کا موجود رہنا ضروری تھا۔ یہ لوگ کئی قسم کی قُربانیاں دیتے تھے۔ جن میں خاص حالات میں انسان (برہمن)

Marfat.com

کی قربانی اور گھوڑے کی قربانی بہت اہم تھیں جو مخصوص رسموں کے ساتھ ادا کی جاتی تھیں۔ ابتدائی دور کے آریہ مورتی پوجا اور مندر کی ضرورت سے نا آشنا تھے۔ بعد میں آریاؤں کے چار وید بن گئے رگ وید کے اشلوک پڑھے جاتے تھے۔ سام وید کے بھجن گائے جاتے تھے۔ یجر وید میں مذہبی رسوم کی ادائیگی کے طریقے درج ہیں اور اتھروید میں ایسے منتر ہیں جو جھاڑ پھونک یا ٹونے ٹوٹکے کا کام دیتے ہیں۔ یہ آخری وید ہندوستان کی قدیم اقوام کے اثرات کا نتیجہ ہے جن میں بھوری رنگت کی قدیم اقوام کی طرح جادو اور کالا علم بہت رائج تھا۔ سمیریوں اور قدیم مصریوں کے عقاید میں بھی جادو کی رسمیں بہت اہمیت رکھتی تھیں۔ پنجاب کے دیہات کی معاشرت اب بھی ابتدائی آریوں کی معاشرت سے ملتی جلتی ہے۔ بود و باش کے طریقوں میں بہت کم فرق آیا ہے۔ وہی بیل ہیں وہی رہٹ ہیں۔ وہی عورتوں میں آزادی ہے اور وہی پنچایتی سماج کسی حد تک قائم ہے۔

مہابھارت کی کہانی

قدیم ہندوؤں کے لٹریچر میں "مہابھارت" اور "رامائن" دو معرکے کی رزمیہ نظمیں بھی ہیں جو آریہ اقوام کے اس سرزمین میں آباد ہونے کے بعد کئی صدیاں گزر جانے پر ضبطِ تحریر میں لائی گئیں۔ یہ نظمیں بہت طویل ہیں اور سنسکرت زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں بہت کچھ شاعرانہ مبالغہ آرائی اور مذہبی جوشِ عقیدت سے کام لیا گیا ہے۔ صدیوں بھاٹوں کی مبالغہ آمیز نغمہ سرائی کا موضوع بنے رہنے کے باعث ان نظموں کی داستانیں اپنی تاریخی اہمیت کھو چکی ہیں تاہم ان کی مرکزی کہانیاں ایسے تاریخی واقعات پر مبنی نظر آتی ہیں جو آریوں کے تسلط کے ابتدائی دور میں واقع ہوئے ہوں گے۔ "مہابھارت" میں آریاؤں کے ایک

Marfat.com

شاہی خاندان کی دو شاخوں کوروؤں اور پانڈوؤں کی لڑائی کا ذکر ہے جس میں شمالی ہند کے بہت سے راجاؤں نے حصہ لیا اور کوروکشیتر (قسمت انبالہ پنجاب) کے میدان میں اٹھارہ دن گھمسان کا رن پڑا جس میں دونوں فریقوں کے بہت سے بہادر اور سورمے کام آئے اس لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ کوروؤں نے جو ہستناپور کے راجا دھرت راشٹر کے بیٹے تھے پانڈوؤں سے اندر پرستھ (دہلی) کی جاگیر جو ان کے حصے میں آئی تھی جوئے میں جیت لی اور صرف یہی نہیں بلکہ پانڈو بھائی اس کھیل میں اپنی مشترکہ بیوی دروپدی کو بھی ہار بیٹھے۔ ایک کورو نے دروپدی کو جیتا ہوا مال سمجھ کر بھری محفل میں گستاخانہ حرکات کیں اس پر جھگڑا ہوا جو عام بلوے کی صورت اختیار کر جاتا لیکن بزرگوں نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں کو اس فیصلہ پر راضی کیا کہ پانڈو بھائی بارہ برس بن باس رہیں اور تیرھواں سال بھیس بدل چھپے پھریں اگر پکڑے گئے تو انہیں بارہ سال مزید بن باس اختیار کرنا ہوگا۔ پانڈو شرط پوری کر کے واپس آئے تو کوروؤں نے ان کی جاگیر واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اس بنا پر جنگ ٹھن گئی جس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے راجاؤں نے شرکت کی۔

مہابھارت کی داستان کے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ قبیلے جب پہلے پہل پنجاب میں داخل ہوئے تو خانہ بدوش قبائل کی صورت میں آئے تھے اور مویشی پالتے اور شکار کھیلتے تھے۔ قبیلوں کے سردار راجے کہلاتے تھے۔ پنجاب میں دریاؤں کے کنارے ان قبیلوں نے اپنی اپنی چراگاہیں قائم کیں۔ اور یہاں کے پرانے باشندوں کی دیکھا دیکھی زراعت بھی کرنے لگے۔ رگ وید کے بھجنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام آریہ پُرامن آباد کار تھے جو اپنے دیوتاؤں سے مویشی چرانے والے اور مویشی بھگانے والے

Marfat.com

ڈاکوؤں سے پناہ میں رکھنے کی دُعائیں کرتے تھے۔ قبائلی سردار جنگجو سورماؤں کو لے کر ان ڈاکوؤں سے لڑتے تھے۔ مہابھارت کی لڑائی کے وقت تک آریوں کی نوآبادیاں دریائے گنگا کے کنارے ہستناپور (نزد مظفر نگر) دریائے جمنا کے کنارے اور اندر پرستھ (دہلی قدیم) تک پھیل چکی تھیں۔ اور جنوب مغرب کی طرف متھرا سے لے کر دوارکا (گجرات کاٹھیاواڑ) تک اور دوآب میں گنگا اور جمنا کے سنگھم پریاگ تک پھیل رہی تھیں۔ شمالی ہند کے باقی وسطی اور مشرقی حصوں کے حاصل خیز خطوں میں قدیمی باشندوں کی بستیاں اور ریاستیں آباد تھیں یا جنگلات تھے جن میں وحشی قبیلے شکاری دَور کے انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان وحشی قبائل میں بعض کو آریاؤں کے لٹریچر میں مردم خور بھی ظاہر کیا گیا ہے اور ان کی بہت بھونڈی اور خوفناک لفظی تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ "مہابھارت" کی جنگ کے اِس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ابتدائی زمانے میں مبارزت یعنی دو دو بہادروں کی لڑائیوں کا طریق رائج تھا۔ جیسا کہ خراسانی آریاؤں کی اس دَور کی روایات خاص کر رُستم و سہراب کی داستان میں بھی جو فردوسی کے شاہنامہ میں پُرانے ریکارڈ سے لے کر بیان کی گئی ہے درج ہے۔ ہتھیار بھی رُستم و سہراب کی داستان کے ہتھیاروں سے مِلتے جُلتے ہیں۔ سُورمے رتھ پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ تیر کمان۔ گرُز۔ کمند۔ خنجر اور چکر سے مسلح ہوتے تھے۔ زرہ بکتر پہنتے تھے۔ راجاؤں کے بیٹوں اور کشتری سُورماؤں کو جنگی تربیت دینے کے لئے فوجی سکول قائم تھے۔ جن میں باقاعدہ ٹورنامنٹ (آزمائشی معرکے) ہُوا کرتے تھے۔ جنگ طے شدہ اصولوں اور قاعدوں کے مطابق لڑی جاتی تھی۔ راجا دربار منعقد کر کے اہم فیصلے سرداروں کے مشورے سے طے کیا کرتے تھے۔ راجے اور کشتری گوشت کھاتے تھے۔ دیوتاؤں کے لئے

Marfat.com

جانوروں کی قربانیاں دیتے تھے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے یا چار پانچ بھائیوں کے ایک ہی بیوی کے شوہر بننے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دشمن یا حریف کو شکست دے کر زور بازو سے عورت کو جیت لینا بھی جائز سمجھا جاتا تھا۔ راجاؤں کی بیٹیاں سوئمبر[1] کے ذریعے شادی کرتی تھیں۔ رشیوں (جن پر ویدوں کے بھجن بذریعہ الہام نازل ہوتے تھے) اور پروہتوں (جو مذہبی رسمیں ادا کرتے تھے) کے ہاں شادی کا دستور الگ اور عوام کا الگ تھا۔ ابتدائی دور میں محض مرد اور عورت کی رضامندی ہی کو جائز بیاہ سمجھ لیا جاتا تھا۔ بعض طبقے یا افراد عورتوں کو شادی بیاہ کے مقصد کے لئے فروخت بھی کرتے تھے۔ غرض مختلف طبقوں میں شادی بیاہ کے مختلف دستور رائج تھے۔ جن سب کا حال "مہا بھارت" کی داستانوں سے ملتا ہے۔

رگ وید اور مہا بھارت میں جا بجا آریاؤں کو دیوتا اور قدیمی باشندوں کو دیتی۔ دانو۔ داسیو۔ اشور اور راکشس ایسے حقارت آمیز القابوں سے یاد کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود "مہا بھارت" کی روایات و حکایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیمی باشندوں کے بعض طبقوں کے ساتھ ہر قسم کا اختلاط قائم کرنے میں آریوں کو کسی قسم کا عذر نہیں تھا۔ برہمن اور رشی "دیوتاؤں" (آریوں) میں بھی کام کرتے تھے اور "دیتیوں" (قدیم باشندوں) میں بھی رہتے تھے اور آریوں کے ایک رشی کا بیٹا دیتیوں کے رشی کا شاگرد تھا اور اس سے منتر جنتر سیکھتا تھا۔

---

[1] سوئمبر کی رسم یہ تھی کہ شہزادی کا باپ راجاؤں اور شہزادوں کو دعوت دے کر اکٹھا کرتا تھا اور فن سپہگری کے کسی مشکل کرتب کو شادی کا امیدوار بننے کی شرط اول قرار دیا جاتا تھا جو شہزادے وہ کرتب کر دکھاتے تھے شہزادی ان میں سے کسی کو اپنا شوہر منتخب کر لیتی تھی۔

Marfat.com

اس کے علاوہ کشتری راجا ییاتی نے جو کوروؤں اور پانڈوں کا آٹھویں پشت میں جدامجد تھا دیتیوں کے برہمن کی بیٹی سے شادی کی اور دیتیوں کے راجا کی بیٹی کو اپنی دوسری بیوی بنایا۔ جس کے بطن سے پورو پیدا ہوا جو بھارت ورش[1] کے راج کے بانی بھارت راجا کا دادا تھا۔ کورو اور پانڈو جن کے درمیان مہا بھارت کی جنگ ہوئی راجا بھارت کی پانچویں پشت کے پڑپوتے تھے۔ اس کے علاوہ قدیمی اصلی باشندوں کے ساتھ آریہ کشتریوں کے رضامندانہ ازدواجی تعلقات کی اور بہت سی مثالیں بھی آریوں کی روایات سے ثابت ہیں۔ ہستاپور کے جنگی مکتب میں جہاں کورو اور پانڈو شہزادے درونا گرو سے فنون جنگ کی تربیت پا رہے تھے۔ بھیلوں کے ایک شہزادے نے بھی داخل ہونے کی التجا کی جسے درونا نے نسلی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ یہ کہہ کر منظور نہ کیا کہ بھیل مویشی چراتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اس لئے انہیں تیراندازی کا فن نہیں سکھایا جاسکتا۔ ان روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ افغانستان کی طرف سے آنے والے آریہ قبائل نے یہاں کے اصلی باشندوں کے ترقی یافتہ طبقے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرلئے تھے۔ کھلی رنگت کے آریاؤں اور بھوری رنگت کے اصلی باشندوں کے اس اختلاط کا حال اس امر سے بھی کھلتا ہے کہ آریہ خدوخال والے لوگوں کی اولاد پنجاب اور شمالی ہند میں کثرت سے آباد ہے لیکن وسطی ہند میں ایسی مخلوط نسلوں کے لوگ بکثرت موجود ہیں جن کے آباواجداد آریہ نہ تھے یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وسطی ہند میں جس ...

---

[1] راجا بھارت نے اپنی ریاست کو توسیع دی یہ راجا ایک رشی کی بیٹی شکنتلا کے بطن سے تھا جس کے متعلق سنسکرت کے مشہور ڈراما نویس کالیداس نے ایک ڈراما لکھا ہے۔ راجا بھارت کے بیٹے ہستین نے ہستناپور آباد کیا۔ گویا بھارت ورش کی ریاست بالائی گنگا کی وادی میں قائم ہوئی۔